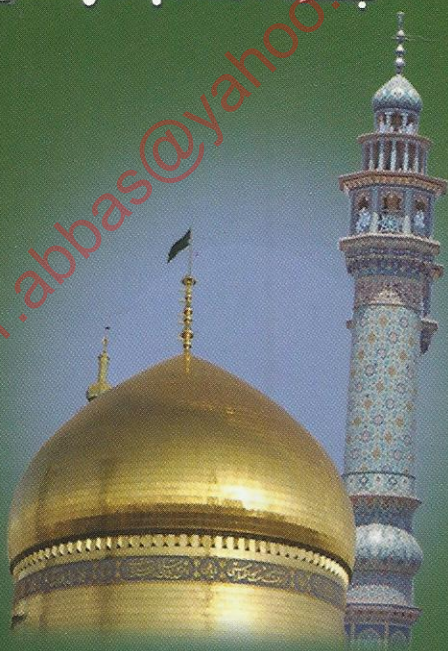


کریمہ اہل بیت سلام اللہ

حضرت فاطمہؑ معصومہ
بنت امام موسیٰ کاظمؑ



تالیف:

سیّدہ صالحہ تقویٰ

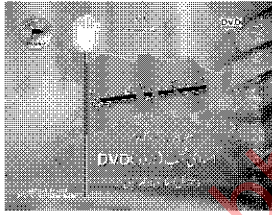
ترجمہ شرح زیارت نامہ:

محققین

بابُ العلم دار التحقیق

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabelesakina.page.tl

sabelesakina@gmail.com

کریمہ اہل بیتؑ

(حضرت فاطمہؑ، معصومہؑ بنتِ امام موسیٰ کاظمؑ علیہما السلام کی حیاتِ طیبہ)

تالیف:

سیدہ صالحہ تقویٰ

ترجمہ و شرح زیارت نامہ:

محققین بابِ العلم دارالتحقیق

فروغِ ایمان ٹرسٹ، مسجد بابِ العلم

شمالی ناظم آباد، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:	کریمہ اہل بیت
تالیف:	سیدہ صالحہ نقوی
ترجمہ و شرح زیارت نامہ:	محققین باب العلم دارالتحقیق
نظر ثانی:	مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی
تاریخ طبع:	۲۰۱۰ء
تعداد:	۱۰۰۰
ایڈیشن:	اول
مطبع:	الباسط پرنٹرز
ہدیہ:	۲۰۰ روپے

ملنے کا پتا

محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

محمد علی بک ڈپو، خراسان، کراچی

افتخار بک ڈپو، لاہور

الحسن بک ڈپو، مسجد باب العلم کراچی

ماہنامہ طاہرہ، سو بھر بازار، کراچی

پیام، فیڈرل بی ایریا (انچولی) کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتساب بہ



عبدالصّالح، صابر، امین،
باب الحوائج، ابوالحسن اوّل، ابوابراہیم، ابوالحسن ماضی،
ابوعلی، ابواسماعیل یعنی ابوفاطمہ معصومہ،
امامت و ولایت کے ساتویں تاجدار،
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب

- (۱) سید اولاد حسین رضوی
- (۲) سید ہادی حسین ابن سید اولاد حسین رضوی
- (۳) سید مہدی حسین رضوی ابن سید ہادی حسین رضوی
- (۴) سجادوی بیگم بنت جعفر حسین
- (۵) حسن رضا ابن علی رضا
- (۶) غلام رضا ابن علی رضا
- (۷) محمد رضا ابن علی رضا
- (۸) علی رضا
- (۹) عالیہ بیگم بنت ذوالہا نواب
- (۱۰) سید جاوید رضا ابن سید طاہر رضا
- (۱۱) سید اسلم رضا ابن سید طاہر رضا
- (۱۲) سید سنبل رضا ابن سید طاہر رضا
- (۱۳) نواب مرزا
- (۱۴) محمد باقر ابن نواب مرزا
- (۱۵) سید محمد کاظم ابن نواب مرزا
- (۱۶) جعفر رضا ابن محمد کاظم
- (۱۷) گبرئی بیگم بنت محمد کاظم
- (۱۸) قمر جہاں بنت پیارے صاحب
- (۱۹) ولایت حسین خان
- (۲۰) چھا جن صاحب ابن نواب مرزا
- (۲۱) دھوی ابن نواب مرزا
- (۲۲) سید یوسف حسین ابن سید خورشید حسین
- (۲۳) خورشید حسین
- (۲۴) عباسی خانم
- (۲۵) کاشف منظور ابن منظور احمد
- (۲۶) سید امیر حسین ابن سید احمد حسن
- (۲۷) سید احمد حسن
- (۲۸) کلب حسین عابدی
- (۲۹) سیدہ زاہدہ بی بی کاظمی
- (۳۰) سید محمد ابن امیر حسن عابدی
- (۳۱) سید منیر حسن ابن امیر حسن عابدی
- (۳۲) سید علی محمد ابن امیر حسن عابدی
- (۳۳) سید نصیر حسن ابن امیر حسن عابدی
- (۳۴) سید بشیر حسن ابن امیر حسن عابدی
- (۳۵) سید صغیر حسن ابن امیر حسن عابدی
- (۳۶) سید ممتاز حسن ابن امیر حسن عابدی
- (۳۷) سید مشتاق حسن ابن امیر حسن عابدی
- (۳۸) سیدہ صدیقہ بی بی بنت امیر حسن عابدی
- (۳۹) سیدہ سکنہ بی بی بنت امیر حسن عابدی
- (۴۰) راضیہ بی بی بنت امیر حسن عابدی
- (۴۱) افضل النساء بی بی بنت امیر حسن عابدی

(۴۲) سید ظہیر حسن کاظمی ابن سید علی حسین کاظمی (۴۵) سیدہ کنیز بانو بنت سید عبدالحسین جعفری

(۴۶) سید مصحف حسین ابن ظہیر حسن کاظمی (۴۳) سید مہدی امام ابن ظہیر حسن کاظمی

(۴۴) سید مظہر امام ابن ظہیر حسن کاظمی (۴۵) سیدہ عابدہ خاتون بنت ظہیر حسن کاظمی

(۴۶) سیدہ شہر بانو عرف شمیم بانو بی بی بنت ظہیر حسن کاظمی

(۴۷) سیدہ یاسمین بانو

اور کل مومنین و مومنات

و شہدائے ملت جعفریہ،

و علماء و مجتہدین مرحومین مدفون حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا۔

فہرست مطالب

۱۴	عرضِ ناشر
۱۷	فصلِ اول:
۱۸	عظمتِ حضرت فاطمہؑ و معصومہؑ اور فضیلتِ قم المقدسہ
۲۰	نام اور القابِ گرامی
۳۳	آپ کا نسبِ شریف
۳۸	ولادت سے رحلت تک
۳۸	دو بہترین بہن بھائی
۳۹	حضرت معصومہؑ کی جوانی
۴۵	آپ کا ایران کی طرف آنا
۴۶	ہجرتِ آلِ رسولؐ
۴۸	سادات کی ہجرت کے نتائج
۴۸	خواتین کی ہجرت
۵۰	خواتینِ آلِ رسولؐ کی مذہبی و سیاسی بصیرت
۵۱	ہجرت کی وجوہات
۵۵	معصومہؑ کی مدینہ سے ہجرت
۶۱	رحلتِ جاں سوز
۶۵	فصلِ دوم:
۶۶	حضرت معصومہؑ کی کرامتیں
۶۸	۱۔ چودہ سالہ لڑکی کو فالج سے شفا یابی نصیب ہوئی
۷۰	۲۔ مشہد سے قم کی طرف شفا کے لیے دعوت
۷۲	۳۔ آیۃ اللہ عبد اللہ محمد فقیہی کی بیٹی کی زندگی لوٹ آئی

- ۴۔ بی بیؑ مہمان نوازی کریں ۷۳
- ۵۔ گناہوں سے دوری ۷۴
- ۶۔ گناہوں سے دوری کا ایک اور مکاشفہ ۷۵
- ۷۔ بی بیؑ کی نیابت میں مدد کرنا ۷۶
- ۸۔ بی بیؑ نے آپریشن سے نجات دلوائی ۷۷
- ۹۔ قم کی زیارت مشہد کی زیارت کی مثل ہے ۷۸
- ۱۰۔ بی بیؑ کی پناہ میں ۷۹
- ۱۱۔ معذور کو شفا مل گئی ۸۰
- ۱۲۔ خادمِ حرم کی بے احترامی کی سزا ۸۱
- ۱۳۔ حضرت معصومہؑ اور امام زمانہؑ ۸۲
- ۱۴۔ امام زمانہؑ کی بی بیؑ سے گفتگو ۸۳
- ۱۵۔ امام زمانہؑ اور زیارت حضرت معصومہؑ ۸۴
- ۱۶۔ بی بیؑ کی نصیحت ۸۴
- ۱۷۔ حضرت فاطمہؑ زہراؑ اور بی بی معصومہؑ کی زیارت ۸۵
- ۱۸۔ معصومہؑ کے پاس جاؤ ۸۵
- ۱۹۔ امام محمد تقیؑ کا بی بیؑ کی زیارت کرنا ۸۵
- فصل سوّم: ۸۷
- لفظ ”زیارت“ ۸۸
- آداب زیارت ۸۹
- فضیلت زیارت حضرت معصومہؑ پر دس احادیث ۹۵

- ۱۰۱..... فصل چہارم:
- ۱۰۲..... متن زیارت نامہ مع ترجمہ
- ۱۰۸..... حضرت معصومہؑ کی زیارت نامے کی شرح
- ۱۰۸..... حضرت آدم صفوۃ اللہ علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۱۱۲..... حضرت نوح نبی اللہ علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۱۱۸..... حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۱۱۹..... قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی خصوصیات۔
- ۱۲۳..... اللہ کا خلیل۔
- ۱۲۹..... حضرت ابراہیمؑ کو خلیل کا لقب کس نے دیا؟
- ۱۳۰..... حضرت ابراہیمؑ کس طرح خلیل بنے؟
- ۱۳۲..... خدا کے ساتھ دوستی کا کمال۔
- ۱۳۵..... حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۱۳۷..... موسیٰ کلیم اللہ۔
- ۱۴۵..... حضرت موسیٰ کیوں کر کلیم اللہ ہوئے؟
- ۱۴۷..... موسیٰ دہارون علیہما السلام پر سلام ہو۔
- ۱۴۹..... حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۱۵۱..... آیتوں میں روح اللہ کا مفہوم۔
- ۱۵۳..... روایات کی روشنی میں روح اللہ کا مفہوم۔
- ۱۵۶..... شیعہ دانشوروں کی نظر میں روح اللہ کے معنی۔
- ۱۵۷..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۱۵۸..... حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو۔
- ۱۵۸..... سلام کی خصوصیات۔

- ۱۶۱..... رسول اللہ پر سلام ہو۔
- ۱۶۵..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۱۶۶..... خیر خلق اللہ (خدا کی بہترین مخلوق پر سلام ہو)۔
- ۱۶۷..... صفی اللہ
- ۱۶۷..... خاتم النبیین حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۱۶۹..... خاتم النبیین عبد اللہ
- ۱۷۳..... حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام رسول اللہ کے وصی برحق پر سلام ہو۔
- ۱۷۳..... امیر المؤمنین
- ۱۷۵..... امیر المؤمنین آسمانی نام۔
- ۱۷۷..... امیر المؤمنین حضرت علی کا مخصوص لقب
- ۱۷۸..... حضرت علی کو کیوں امیر المؤمنین کہتے ہیں۔
- ۱۸۰..... امیر المؤمنین پر سلام ہو۔
- ۱۸۱..... علی بن ابی طالب علیہما السلام۔
- ۱۸۳..... ابو طالب علیہ السلام
- ۱۸۴..... رسول اللہ کے وصی
- ۱۸۶..... وصی کے معنی۔
- ۱۸۸..... وصی کے تعین میں سنجیدگی کی ضرورت۔
- ۱۹۰..... حضرت فاطمہ زہراؑ سیدۃ النساء العالمین پر سلام ہو۔
- ۱۹۰..... حضرت فاطمہؑ کی معرفت اور لوگوں کی کوتاہی
- ۱۹۱..... ہر طرح کے رجس سے پاکیزگی
- ۱۹۳..... جہنم کی آگ میں داخل ہونے سے بچنا
- ۱۹۴..... سیدۃ النساء العالمین

- ۲۹۶..... پیغمبر رحمۃ اللعالمینؐ کے دونوں فرزندوں پر سلام ہو۔
- ۱۹۶..... فرزند ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۲۰۰..... حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پر سلام ہو۔
- ۲۰۲..... جو انسان اہل جنت کے سردار۔
- ۲۰۳..... حضرت علی بن الحسین علیہما السلام پر سلام ہو۔
- ۲۰۵..... اے دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔
- ۲۰۷..... حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۲۰۹..... اے بعد از نبیؐ علم کے شگافتہ کرنے والے۔
- ۲۱۷..... حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۲۱۷..... الصادقؑ
- ۲۲۲..... البابؑ
- ۲۲۳..... الامینؑ
- ۲۲۶..... حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۲۲۸..... اساس پاکیزگی۔
- ۲۲۹..... حضرت امام علی الرضا علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۲۳۵..... المرتضیٰؑ
- ۲۳۷..... حضرت امام محمد تقیؑ، نبیوۃ علیہ السلام (محمد سوم)
- ۲۳۲..... حضرت امام علی نقی علیہ السلام الناح الامینؑ
- ۲۳۴..... امام ہادیؑ کے زمانے میں اسلامی معاشرے کے حالات پر ایک نظر نظر۔
- ۲۵۳..... حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۲۵۵..... حضرت امام مہدی علیہ السلام پر سلام ہو۔
- ۲۵۸..... تعجیل ظہور امام زمانہؑ کے لیے دعا

- ۲۶۰..... نور خدا
- ۲۶۲..... و سراجک
- ۲۶۴..... دوی ولیک
- ۲۶۵..... ووصی وصیک
- ۲۶۶..... و جنگ علی خلقک
- ۲۶۹..... اے دختر رسول اللہ آپؐ پر سلام ہو۔
- ۲۷۲..... اے دختر فاطمہ و خدیجہ علیہا السلام آپؐ پر سلام ہو۔
- ۲۷۳..... اے دختر فاطمہ و خدیجہ و امیر المؤمنین علیہم السلام آپؐ پر سلام ہو۔
- ۲۷۵..... اے دختر حسن و حسین علیہما السلام آپؐ پر سلام ہو۔
- ۲۷۵..... اے دختر ولی اللہ، اخت ولی اللہ، عمت ولی اللہ، اے بنت موسیٰ بن جعفر آپؐ پر سلام ہو۔
- ۲۷۷..... ۲۰۔ السلام عليك عرف الله بيننا وبينكم في الجنة۔
- ۲۷۹..... و حشرنا فی زمردکم۔
- ۲۸۰..... حوض کوثر۔
- ۲۸۲..... اسئل الله ان يرينا فيكم السرور والفرج۔
- ۲۸۲..... ان لا يسلبنا معرفتكم۔
- ۲۸۳..... اتقرب الى الله بحبكم۔
- ۲۸۶..... والبركة من اعدائكم۔
- ۲۸۶..... والتسليم الى الله راضيا به غير منكر ولا مستكبر۔
- ۲۸۸..... راضيا به غير منكر ولا مستكبر۔
- ۲۸۸..... زیارت کے جملوں پر ایک طائرانہ نظر۔
- ۲۹۳..... نطلب بذلك وجهك۔
- ۲۹۳..... يا فاطمة اشفعي لي في الجنة فان لك عند الله شانا من الشان۔

- ۲۹۴..... حضرت معصومہؑ کے نام پر ایک توجہ
- ۲۹۴..... شفاعت طلب کرنے کی دلیل
- ۲۹۵..... اللہم انی اسئلك ان تحم لی بالسعادة
- ۲۹۶..... فلا تسلب منی ما انا فیہ
- ۲۹۶..... اللہم استجب لنا وتقبلہ بکرمک وعزتک ورحمتک وعافیتک
- ۲۹۷..... وسلم تسلیما یا ارحم الراحمین
- ۲۹۹..... فصل پنجم
- ۳۰۰..... آسانہ مقدسہ کی فنی و ہنری تعمیرات کا خاکہ
- ۳۱۷..... فصل ششم
- ۳۲۱..... منظومات در شان حضرت فاطمہؑ
- ۳۲۹..... فہرست منابع
- ۳۷۹..... فصل ہفتم
- ۳۸۱..... تصویری تاریخچہ حرم حضرت معصومہؑ

jabir.abbas@yahoo.com

فصلِ اوّل

عظمتِ حضرتِ معصومہ سلام اللہ علیہا اور فضیلتِ قمِ المقدسہ

عظمتِ حضرتِ معصومہ سلام اللہ علیہا اور فضیلتِ قم المقدسہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت منسوب ہے کہ آپؑ نے اس حدیث کو اس وقت ارشاد فرمایا جب حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی ولادت نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ آپ (بی بی معصومہؑ) کے والد بزرگوار حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی اس دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔

فرماتے ہیں اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ حَرَمًا وَهُوَ مَكَّةُ اَلَا اِنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ حَرَمًا وَهُوَ الْمَدِيْنَةُ اَلَا اِنَّ لِامِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَمًا وَهُوَ الْكُوْفَةُ اَلَا اِنَّ حَرَمِيَّ وَحَرَمَ وَلَدِيَّ بَعْدِي قُمْ اَلَا اِنَّ قُمْ كُوفَتُنَا الصَّغِيْرَةُ اَلَا اِنَّ لِلْحَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ ثَلَاثٌ مِّنْهَا اِلَى قُمْ تَقْبِضُ فِيْهَا امْرَاَةٌ هِيَ مِنْ وَلَدِيَّ وَاسْمُهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُوسٰى تَدْخُلُ بِشَفَاعَتِهَا شَيْعَتُنَا الْحَنَّةُ بِاَحْمَعِهِمْ (۱)

”جان لو کہ خدا کا ایک حرم (گھر) ہے وہ مکہ ہے اور پیامبر خدا کا (بھی) ایک حرم ہے وہ مدینہ ہے اور امیر المومنین (علیؑ ابن ابی طالبؑ) کا (بھی) ایک حرم ہے وہ کوفہ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد میرا اور میرے بیٹوں کا حرم ”قم“ ہے جان لو کہ قم ہمارا چھوٹا کوفہ ہے۔ جان لو کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان میں تین دروازے قم کی طرف (کھلتے) ہیں۔ میرے فرزند موسیٰ کاظمؑ کی ایک بیٹی بنام ”فاطمہ“ قم میں رحلت کرے گی اس (فاطمہ معصومہؑ) کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے“

اس حدیث میں خاص نکات ہیں جن میں سے ہم کچھ کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) قمائم علیہم السلام کا حرم ہے:

اسی طرح کی ایک اور حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے (۱)

(۲) قم اہلبیت علیہم السلام کا چھوٹا کوفہ ہے:

شاید یہ شبہت دینا کہ ”قم چھوٹا کوفہ ہے“ اس لیے ہو کہ حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ جب اپنے وجود پر نور سے جہان کو منور فرمائیں گے تو کوفے میں اپنی حکومت قائم کریں گے اور اس وقت قم دوسری جگہ ہوگی جہاں امام وقت کی حکومت حقہ قائم ہوگی اسی وجہ سے امام عصر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عاشق مسجد سہلہ میں کوفہ کے قریب اور مسجد جمکران میں قم کے نزدیک جمع ہوتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے ستر (۷۰) احادیث اس فضیلت کے ذیل میں ذکر فرمائی ہیں۔ (۲)

(۳) تین دروازے قم کی طرف ہیں:

حدیث کا یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قم المقدسہ ”دینی علوم کا مرکز“ ہے اور علوم محمدؐ و آل محمدؐ اس شہر کے توسط سے تمام دنیا میں فروغ پائیں گے۔

(۴) میرے صلب سے ایک خاتون قم میں رحلت کرے گی۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی اس دنیا میں آمد سے قبل یہ خبر غیبی دی گئی ہے

حتیٰ کہ نشاندہی بھی اس طرح کی گئی کہ وہ ”فاطمہ دختر موسیٰؑ“ ہے۔

(۵) اس کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔“

حدیث کا یہ جملہ ایسا ہے جو حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؑ اور امام جعفر صادق علیہ السلام تک جب آپ اس حدیث کو بیان فرما رہے ہیں، حضرت فاطمہ زہراؑ کے علاوہ کسی خاتون کے لیے نہیں ملتا کہ ایک خاتون کی شفاعت سے تمام شیعہ بہشت میں داخل کیے جائیں گے۔ بے شک یہ خاتون حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت و جلالت سے مشابہ ہیں۔

نام اور القاب گرامی حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا

دین اسلام نے نام رکھنے پر خاص توجہ دی ہے اور والدین کے فرائض میں شامل کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کا نیک نام رکھیں اور اپنے بچوں کے نام اگر وہ لڑکے ہوں تو انبیاء اور ائمہ کے ناموں پر رکھیں۔ مثلاً محمد، علی۔ اور لڑکیوں کے لئے ”فاطمہ“ نام سے بہتر کوئی نام نہیں۔

چونکہ ائمہ طاہرینؑ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے عظیم مقام کو جانتے تھے لہذا آپ کے نام کو اپنی بیٹیوں کے لیے انتخاب فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کسی امام کی تین یا چار بیٹیاں ہوتی تھیں تو ان سب کے نام تمیز کے ساتھ مثلاً کبریٰ، صغریٰ وسطیٰ وغیرہ لگا کر فاطمہ رکھے جاتے تھے۔

سبط ابن جوزی اہلسنت کے مشہور دانشمند قرن ہفتم میں جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کی بیٹیوں کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم کی چار بیٹیاں تھیں۔

۱۔ فاطمہ کبریٰ، ۲۔ فاطمہ وسطیٰ، ۳۔ فاطمہ صغریٰ، ۴۔ فاطمہ آخری۔ علامہ مجلسی نے

بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بیٹیوں کو ”فواطم اربعة“ یعنی چار فاطمہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا وہی فاطمہ کبریٰ ہیں جو قم میں مدفون ہیں۔
آپ کے القاب بہت زیادہ ہیں جن میں سے کچھ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۔ معصومہ:

یہ لقب اس روایت کے پیش نظر ہے جو میرزا محمد تقی خان نے اپنی کتاب (۱) میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ امام نے اپنی بہن کو یہ لقب عطا فرمایا تھا۔ امام رضا فرماتے ہیں:

مَنْ زَارَ الْمَعْصُومَةَ بِقُمْ كَمَنْ زَارَنِي

”جس نے بھی قم میں حضرت معصومہؑ کی زیارت کی مثل اس کے ہے جیسے میری زیارت کی ہو۔“

یہاں ایک سوال جو ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ کہ امام رضا علیہ السلام کا اپنی بہن کو ”معصومہؑ“ کہنا کیا آپ کی عصمت پر دلیل ہے؟

اس سوال کے جواب میں ہم مقدمے کے طور پر چند نکات پیش کریں گے۔
۱۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اور فرشتے معصوم ہیں۔ یعنی کوئی بھی گناہ کبیرہ یا صغیرہ بعثت سے پہلے یا بعد میں، امامت سے پہلے یا بعد میں، جان بوجھ کر یا بھول کر ان سے انجام نہیں پاتا۔

۲۔ سب سے بلند درجے پر رسول اللہ و حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور

بارہ ائمہ کی عصمت ہے لہذا یہ چودہ معصوم چودہ نور ہیں، پاک ہیں اور چودہ معصومین کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد تمام انبیاء اور فرشتے بھی معصوم ہیں۔

۳۔ کوئی بھی دانشمند یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ حضرت عباس علیہ السلام حضرت علی اکبر، حضرت بی بی زینبؓ اور حضرت معصومہؓ معصوم نہیں ہیں۔ آپ حضرات کی فضیلت و عظمت و مرتبہ کا کوئی منکر نہیں ہے۔

لیکن وہ عصمت جو چودہ معصومین کے لیے بیان کی گئی ہے۔ اس پر نص موجود ہے جبکہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی عصمت کے بارے میں چند شواہد ملتے ہیں:

۱۔ حضرت معصومہؓ کا اسم مبارک فاطمہؓ ہے اور امام رضاؓ نے آپ کو معصومہ کا لقب دیا۔ فرماتے ہیں۔

”جس نے بھی، حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی قم میں زیارت کی وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے میری زیارت کی ہو۔ کیونکہ وہ معصومہ ہے۔ (۱)

اس حدیث میں امام رضا علیہ السلام کا بی بی کے لیے یہ جملہ فرمانا کہ وہ معصومہ ہے۔ بی بی کی عصمت پر واضح دلیل ہے۔

۲۔ وہ احادیث جن میں بی بی کے زائرین پر جنت کا واجب ہونا بتایا گیا ہے۔ البتہ جنت کا واجب ہونا عصمت کی دلیل بن جانا نہیں۔ لیکن یہ احادیث تین معصومین علیہم السلام سے منسوب ہیں جو زیارت حضرت معصومہؓ میں ارشاد ہے:

”يَا فَاطِمَةُ اِشْفَعِي لِي فِي الْجَنَّةِ“

۳۔ ”تمام شیعین علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی شفاعت کروانا“ کہ جس کے لیے امام صادقؑ نے فرمایا کہ ”اس کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں بھیجے جائیں گے۔“

۴۔ وہ روایات جو کہ قم المقدسہ کی فضیلت میں متواتر بیان ہوئی ہیں وہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے بابرکت وجود کی وجہ سے ہیں کہ آپ کی قم آمد کے بعد اس شہر کو خاص فضیلت عطا کی گئی۔

۵۔ قم المقدسہ کو آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حرم قرار دینا بھی ایک ایسی تعبیر ہے جو کسی غیر معصوم کے شہر کے لیے بیان نہیں ہوئی۔

۶۔ بی بی کے روضے پر کرامات کا ظہور ہونا طول تاریخ میں حضرت عباسؑ و بی بیؑ زینبؑ کے علاوہ کسی بھی امام زادے یا امام زادی کے لیے اتنی زیادہ تعداد سے بیان نہیں ہوا ہے، وہاں بھی عصمت ہی کی بحث ہے۔

۷۔ زیارت کا یہ جملہ جو امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ ”فَإِنَّ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ شَأْنًا مِّنَ الشَّيْءِ“ غیر معصوم ہونے سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۸۔ زیارت نامہ، امام معصومؑ سے منقول ہونا بھی ایک دلیل ہے کیونکہ سوائے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے کسی بھی خاتون کے لیے زیارت ماثور نہیں آئی ہے۔

۹۔ امام رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام کا آپ کے جنازے میں شرکت کرنا اور دفن کرنا یہ بھی ایک واضح دلیل ہے کہ بی بی معصومہؑ تھیں کیونکہ شیعوں کے اعتقاد میں شامل ہے کہ معصوم کو معصوم دفن کرتا ہے۔ (۱)

۲۔ کریمہ اہل بیتؑ

بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے چاہنے والے اور آپ کی معرفت رکھنے والے آپ کو کئی صدیوں سے آج تک ایک خاص لقب سے منسوب کرتے ہیں اور وہ ہے ”کریمہ اہلبیتؑ“ اس لقب کو وہ ایک محترم بزرگ کے سچے خواب سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس میں یہ لقب معصومین علیہم السلام کی طرف سے بی بی کو عطا کیا گیا ہے۔ اس کے واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ”آیت اللہ سید محمود مرعشی نجفی مرحوم (متوفی ۱۳۲۸ھ) ایک عظیم ترین شخصیت تھے۔ ان کی بہت خواہش تھی کہ جیسے بھی ہو بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کا پتا لگائیں۔ یہ جاننے کے لیے آپ نے نہایت مجرب عمل انجام دیا۔ چالیس شب آپ نے مدام وہ عمل انجام دیا تاکہ خدا آپ کو بی بی زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر سے آگاہ فرمائے۔ چالیسویں رات جب آپ تو سل کے بعد آرام کی غرض سے لیٹ گئے تو خواب میں امام باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔

امامؑ نے ان سے فرمایا: ”عَلَيْكَ بِكَرِيمَةِ أَهْلِ بَيْتٍ“ ”یعنی کریمہ اہلبیتؑ سے وابستہ ہو جاؤ“ آیت اللہ مرعشی سوچ کر بولے کہ ”یا امامؑ آپ کے قربان جاؤں میں نے بھی اس وظیفے کو اسی لیے انجام دیا ہے تاکہ میں بی بی زہراؑ کی قبر کو دریافت کر لوں اور ان کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں“ امامؑ نے فرمایا: ”میرا مطلب حضرت معصومہؑ کی قبر شریف ہے جو کہ قم میں ہے“ پھر مزید فرمایا ”خدا نے کسی مصلحت کی بنا پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کو مخفی رکھا ہے اور اسی لیے قبر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کو قبر شریف حضرت زہرا سلام اللہ کی تجلی گاہ قرار دیا ہے“

اگر یہ طے ہوتا کہ حضرت زہراؑ کی قبر ظاہر ہو تو خداوند جو بھی جلال و عظمت ان کی قبر پر نازل کرتا وہی جلال و عظمت حضرت معصومہؑ کی قبر پر نازل کی ہے۔“

مرحوم مرعشی جب خواب سے بیدار ہوئے تو فوراً اپنے گھر والوں کے ہمراہ قم المقدسہ بی بی معصومہؑ کی زیارت کو آئے۔ آپ کے فرزند آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی نے نجف کو چھوڑ کر قم کو اپنی اقامت گاہ بنایا اور ہمیشہ بی بی کریمہ اہلبیتؑ کے جوار میں زندگی بسر کی، ایک بہت بڑے مدرسے اور کتابخانے کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں وہیں آپ نے رحلت فرمائی۔

۳۔ ”شفیعہ روز جزا“

”انبیاء اور اولیاء کی شفاعت کا معتقد ہونا“ یہ ضروریات مذہب تشیع سے ہے، اس ضمن میں کئی آیات و روایات موجود ہیں۔

اور قیامت میں شفاعت کے بلند ترین درجے پر رسول گرامی حضرت محمد مصطفیٰؐ فائز ہوں گے قرآن نے آپ کے اس مرتبے کو ”مقام محمود“ سے تعبیر کیا ہے۔

رسول اکرمؐ کے بعد دو افراد کی شفاعت اتنی وسیع بیان کی گئی ہے کہ وہ تمام اہل محشر کو اس میں شامل کر لیں گے۔

۱۔ خاتون محشر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔

۲۔ شفیعہ روز جزا فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت کے بارے میں بس یہی کہنا کافی ہے کہ یہ آپ کا مہر طے پایا تھا کہ جب آپ کی شادی حضرت علیؑ سے ہو رہی تھی اس وقت جبرائیل امینؑ ایک ابرشیم کا ٹکڑا لے کر آئے تھے جس پر لکھا ہوا تھا کہ ”خدا نے فاطمہ

زہرا کا مہر امت محمدؐ کے گناہ گاروں کی شفاعت قرار دیا ہے اور اسی کپڑے کے متعلق بی بی فاطمہؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ کفنا تے وقت اسے میرے کفن میں رکھ دیا جائے اور بی بیؑ نے فرمایا ”جب روز قیامت مشور ہوں گی تو یہ شفاعت کی سند اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے بابا کی امت کے گناہ گاروں کی شفاعت کروں گی۔“ اس حدیث کو احمد بن یوسف دمشقی اہلسنت کے حوالے سے ذکر کرتا ہے۔ (۱)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بعد بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا دختر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو شفیعہ روز جزا کا لقب ملا ہے، جس کے لیے شروع میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث بیان کی گئی ہے اور زیارت نامے میں بھی ہم پڑھتے ہیں۔

یا فاطمہ اشفعی لی فی الجنة۔ اے فاطمہ (معصومہ) ہماری جنت میں شفاعت فرمائیے گا۔

۴۔ عالمہ آلِ عباؑ

خاندان عصمت و طہارت میں خواتین مختلف علوم اسلامی میں بے نظیر مہارت رکھتی تھیں۔ سرفہرست حضرت زہرا مرضیہؑ اور حضرت زینبؑ عالمہ آلِ عباؑ تھیں۔ آپ حضرات کے خطبات اور حیات بخش علوم نے تاریخ اسلام کے صفحات کو مفتخر بنایا ہے۔

حضرت معصومہؑ نے بھی اپنی زندگی کے بچپن اور نوجوانی کے ایام دو معصومین علیہم السلام امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضاؑ کے زیر سایہ گزارے، لہذا آپؑ نے تمام علوم اسلامی کو حاصل کیا جبکہ آپؑ نے بہت سی احادیث نقل فرمائی ہیں۔

فقط ایک واقعہ اس ضمن میں نقل کر رہے ہیں کہ:

ایک دن کچھ شیعہ کسی دور دراز کے علاقے سے مدینے آئے ان کا مقصد یہ تھا کہ امام ہفتمؑ کی زیارت کریں اور کچھ مسائل کا حل دریافت کریں۔ امام موسیٰ کاظمؑ اپنے فرزند امام رضاؑ کے ساتھ سفر پر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ امام سفر پر گئے ہوئے ہیں تو اپنا سوالنامہ آپ کے گھر بھجوا دیا اور دوسرے دن جب وہ مدینے سے واپس ہونے لگے تو حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا نے ان تمام سوالوں کے جوابات کی تحریر واپس کروادی۔ وہ لوگ خوشی خوشی مدینے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات ہوگئی جو مدینے واپس آرہے تھے، ان لوگوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ تحریر مجھے دو۔ جب امام نے وہ تحریر پڑھی تو تین مرتبہ یہ جملہ تکرار فرمایا: **فَذَاهَا اَلْوَهَا** یعنی ایسی بیٹی پر اس کا باپ قربان ہو جائے۔ (۱)

۵۔ محدثہ آل طہ:

رسول اکرمؐ کے زمانے سے آئمہ طاہرینؑ کے زمانے تک جو لوگ راوی احادیث ہیں یا احادیث کو نقل کرتے آرہے ہیں، امت اسلامی پر ان کا بہت بڑا احسان ہے۔ اگر ان کی یہ کاوشیں نہ ہوتیں تو تعلیمات محمدیؐ ہم تک نہ پہنچ پاتیں۔ اسی لیے رسول گرامیؐ اپنے اصحاب کو احادیث سننے اور انہیں نقل کرنے کے لیے تشویق کیا کرتے تھے، ایک مقام پر آپؐ فرماتے ہیں:

نَصَرَ اللّٰهُ اِمْرًا سَمِعَ مِنْ اَحَدٍ يُّنَا فَلَغَهُ - ”خدا اُس شخص کو نصرت کرے،

جو ہماری احادیث کو سننے اور انہیں دوسروں تک پہنچائے۔ (۱)

ان اصحاب میں بہت سی خواتین بھی شامل ہیں جو احادیث کی راوی مشہور ہیں۔ خاندان عصمت و طہارت میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت زینب و ام کلثوم سلام اللہ علیہن کے بعد جو نام سب سے زیادہ روایان احادیث میں نظر آتا ہے وہ بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا ہے۔ آپؑ نے ان احادیث کو بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سلسلہ اسناد سے نقل فرمایا ہے جو شیعہ و سنی دونوں مسلکوں کے محدثین نے نقل کیا ہے۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے بیان کردہ احادیث:

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے محدثہ ہونے پر متعدد روایتیں اور اقوال آئمہ علیہم السلام شاہد ہیں، علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں مناقب سے نقل کرتے ہوئے، آپ کے محدثہ ہونے کی روایت کا ذکر کیا ہے، آپ کی فضیلت و بزرگی، آپ کی عظمت و عصمت سے بھی اہل ایمان کو انکار نہیں ہو سکتا، یہاں ہم منقول چند روایات و احادیث پیش کر رہے ہیں۔ جب آپ مدینہ منورہ سے قم تشریف لائیں، تو وہاں کے علماء نے آپ کے جد نادر خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی احادیث بیان فرمانے کے لیے التماس کیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث اپنے پدر گرامی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے سنی ہے، انہوں نے صادق آل محمدؐ حضرت امام جعفر صادقؑ سے سماعت فرمائی، صادق آل محمدؐ نے باقر العلوم حضرت امام محمد باقرؑ سے انہوں نے سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؑ سے انہوں نے امام عالی مقام حضرت امام

حسینؑ سے انہوں نے حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سے، انہوں نے ابوالائمہؑ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور امیر المومنینؑ نے بانی اسلام حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کی۔ پس اسی طرح آپ کی وساطت سے بیان کی ہوئی احادیث صحیح اور متواتر ہیں جن میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔

بہر حال جو حدیث بھی معظّمہ سے نقل ہوئی ہوگی، اُس کے راوی صادقین و معصومین ہیں۔

(۱) حضرت فاطمہ معصومہؑ نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام جعفر صادقؑ سے انہوں نے فاطمہؑ دختر حضرت امام محمد باقرؑ سے انہوں نے فاطمہؑ دختر حضرت امام زین العابدینؑ سے انہوں نے فاطمہؑ دختر حضرت امام حسینؑ سے انہوں نے ام کلثومؑ دختر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت بیان کی کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا! کیا تم نے رسول اللہؐ کے اس قول کو فراموش کر دیا، جو انہوں نے غدیر خم میں فرمایا تھا، قال رسول اللہؐ: ”من كنت مولاه فهذا علي مولاه“ (میں جس کا مولا ہوں، علیؑ بھی اس کے مولا ہیں) اور مذکورہ بالا سلسلوں سے یہ حدیث بھی منقول ہے۔ قال رسولؐ يا علي انت مني بمنزلة هارون من موسىؑ (۱) (اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی) (+)

(۲) علامہ محمد تقی مجلسیؒ (علامہ مجلسی اول) نے بحار انوار کی پندرہویں جلد باب ۱۵ میں فضائل شیعہ کے بیان میں ص ۲۲ پر روایت بیان کرتے ہیں، جو کہ پانچ واسطوں سے جناب فاطمہ معصومہ بنت امام موسیٰ کاظمؑ اپنی جدہ حضرت فاطمہ زہراؑ

بنت رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا! کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰؐ سے سنا ہے کہ جب شب معراج مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک خوب صورت محل دیکھا، جو دُرِ ابيض کا بنا ہوا تھا اور اس کے دروازے دُرِ یاقوت سے جڑے ہوئے تھے، اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اس پردے پر یہ عبارت تحریر تھی (شیعة علیؑ ہم الفائزون) علیؑ کے شیعة کامیاب اور نجات یافتہ ہیں (۱)۔

(۳) حضرت معصومہؑ نے جناب فاطمہؑ دختر امام جعفر صادقؑ سے، انہوں نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام محمد باقرؑ سے، انہوں نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام زین العابدینؑ سے، انہوں نے جناب فاطمہؑ دختر حضرت امام حسینؑ سے، انہوں نے ثانی زہراؑ حضرت زینب سلام اللہ علیہا دختر امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے، انہوں نے حضرت فاطمہ زہراؑ دختر جناب رسول خدا حضرت محمدؐ سے روایت نقل کی ہے، مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيداً کہ جو شخص ہم اہل بیتؑ کی محبت میں اس دنیا سے اٹھ جائے، وہ شہید ہے (۲) اور محمد غمازی شافعی نے بھی مذکورہ روایت کو بارہ واسطوں سے حضرت معصومہ فاطمہؑ بنت امام موسیٰ کاظمؑ سے اور ستر واسطوں سے حضرت فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا بنت رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا! کہ میرے والد گرامی نے فرمایا: مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيداً یہ حدیث جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا بنت حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے مخدومہ کونین خاتون جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا

تک پہنچی ہے، وہ ناقل ہیں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا! کہ جب شب معراج میں آسمانوں کی بلندیاں طے کرتا ہوا جنت میں داخل ہوا، تو وہاں میں نے سفید موتیوں کا ایک قصر دیکھا، اس کا دروازے سچے موتیوں اور یاقوت سے آراستہ تھا، اور اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا، جب میں نے اپنا سر بلند کر کے پردے کی پشت پر دروازے پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا، تو اس پر تحریر تھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے محمدؐ اس کے رسول ہیں، اور علیؑ صاحب اختیار ہیں، اور اسی پردے پر لکھا تھا: نَسَخَ سِخٍ مِنْ مِثْلِ شَيْعَةٍ عَلَىٰ (۱) مرحبامرحبا شیعیان حیدرؑ کے جیسا خوش قسمت اس دنیا میں کون ہے، جب میں اس قصر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بھی عقیق سرخ کا ایک قصر ہے جس کا دروازہ سبز زبرجد سے مزین ہے اور اس پر ایک دروازہ اور اس پر پردہ پڑا ہے، میں نے سراٹھا کر دیکھا تو اس پر تحریر تھا، کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور علیؑ ان کے وصی ہیں، اسی پردے پر یہ بھی تحریر تھا، کہ علیؑ کے شیعوں کو ان کے حلال زادہ ہونے کی بشارت دے دو، اور جب میں اس قصر میں داخل ہوا، تو میں نے زبرجد سبز کا ایک قصر دیکھا جس سے اچھا قصر اب تک میری نگاہوں نے نہیں دیکھا، اس کا دروازہ یاقوت سرخ کا تھا اور اس کی آرائش لؤلؤ (موتیوں) سے کی گئی تھی، اس پر جو پردہ آویزاں تھا اس پر یہ تحریر تھا، کہ علیؑ کے شیعہ ہی رستگار و نجات یافتہ ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں، کہ میں نے جبرائیل امینؑ سے پوچھا! کہ یہ قصر کس کا ہے؟ تو جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ آپ کے چچا زاد بھائی اور جانشین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہے، اے اللہ کے

رسولؐ تمام انسان میدانِ حشر میں بے کفن اور برہنہ پا آئیں گے، لیکن علیؑ کے شیعہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

روزِ قیامت پروردگارِ عالم ہر ایک کو ان کی ماں کے نام سے آواز دے گا مگر علیؑ کے شیعہ اپنے باپ کے نام سے بلائے جائیں گے۔ حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال پھر کیا! کہ جبرائیلؑ ایسا کیوں ہوگا! حضرت جبرائیلؑ نے یہ کہا! بشرِ شیعۃ علی بطیب المولد لانہم احبوا علیا فطاب مولدہم، کیونکہ یہ علیؑ کے چاہنے والے ہیں اس لیے حلالِ زادے ہیں۔

ان القابات کے علاوہ بھی بہت سے القاب بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے لیے منسوب ہیں جن میں (۱) طاہرہ، (۲) حمیدہ، (۳) برہ، (۴) رشیدہ، (۵) تقیہ، (۶) نقیہ، (۷) رضیہ، (۸) مرضیہ، (۹) سیدہ، (۱۰) اُخت الرضا، یہ القاب آپؑ کے اس زیارت میں موجود ہیں جو کتاب ”انوار المشعشین“ میں نقل کیا گیا ہے (۱)

آپ سلام اللہ علیہا کا نسب شریف

بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا نسب شریف اس سے بلند تر ہے کہ قلم اس کو تحریر کرے۔

آپ وہ ماہ روشن ہیں کہ جنہوں نے امامت کے برج سے طلوع کیا امامت کی آغوش میں تربیت پائی، ہر ایک معصوم کی اپنے دامن میں پرورش کی کیونکہ آپ ایک امام کی بیٹی ایک امام کی بہن اور ایک امام معصوم کی پھوپھی تھیں۔ آپ فاطمہ معصومہ امام موسیٰ کاظم بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی بیٹی تھیں۔ یہ وہی با عظمت نسب ہے، جس کے لیے خلیفہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کی بیعت کے دن لوگوں کے سامنے ان جملوں کو ادا کیا کہ ”اگر ان کے نام گونگوں اور بہروں کے سامنے پڑھے جائیں تو وہ خداوند کریم کے اذن سے شفا یاب ہو جائیں۔“

آپ کے والد حضرت موسیٰ بن جعفر شیعوں کے ساتویں امام ہیں۔ آپ کے حالات زندگی بیان کرنے کے لیے کئی سو صفحات بھی کم ہیں، مختصر اُیہ کہ آپ علم و معرفت، فضل و کمال میں امام جعفر صادق کے وارث اور جانشین تھے دنیا کے سب سے بڑے عبادت گزار، عالم اور سچے تھے۔ آپ عابد ترین اور کریم ترین دوراں، صاحب علم لدنی تھے آپ کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔

ہمارے بعض لوگ کم علمی اور نادانی کی بنا پر آئمہ معصومین کے درمیان فضیلتوں کے کم و زیادہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے یہ سب کے سب عالم، عابد، متقی، اخلاقی صفات کا مجموعہ، کرامات کا مرکز اور تبلیغ و ہدایت کا پیگر

تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جن معصومین کو جیسا ماحول ملا اس کے مطابق انہوں نے اپنے کمالات و فضائل کو پیش کیا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے لئے مشہور ہے کہ آپ کی ساری زندگی قید میں گزری اور نعوذ باللہ آپ کو تبلیغ دین کرنے کا مناسب موقع نہیں ملا۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تاریخ اور حقائق کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا آپ کی ۵۴ یا ۵۵ سالہ زندگی میں ۱۱ یا ۱۲ سال قید و بند کی زندگی ہے، اس کے علاوہ بقیہ زندگی میں آپؑ نے باقی آئمہؑ کی طرح تبلیغ دین کی آپؑ نے خلیفہ ناسخ کے مقابلے میں بہترین سیاست کی کہ خلیفہ مجبور ہو گیا اور آپؑ کو زندان میں ڈلوادیا۔ آپؑ نے جہاد باللسان کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

آپؑ نے علی بن یقطین، عبداللہ بن یحییٰ الکاہلی، مفصل بن عمر کوئی جیسے افراد کو تربیت کے ذریعے ظلم کے خلاف کھڑا کیا۔ آپؑ نے اپنے علمی خزانے سے اصحاب کو املا مال کیا۔

اپنے اخلاقی عمل سے لوگوں کی تربیت کی، جس کی واضح مثال بشرحانی ہیں کہ ایک مختصر سے جملے سے انسان کے کردار میں انقلاب برپا کر دیا۔

ادھر قید خانے میں ہارون کی بھیجی ہوئی عورت سے سجدہ کرا لینا اور اسے راہ عبادت پر لگا دینا امام کی عملی تبلیغ کا بہترین نمونہ ہے۔ عبادت کا یہ عالم کہ قید خانے کی زندگی میں بھی اس بات پر شکر خدا کرتے تھے کہ عبادت کے لیے بہترین ماحول نصیب ہو گیا ہے۔ عصمت کے باوجود یہ مناجات ادا کرتے تھے کہ ”پروردگار“ تیرے بندے کے گناہ عظیم ہیں لہذا میری بخشش بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہیے۔ رات کو سجدے میں سر رکھتے تھے کہ سحر کے ہنگام میں سر اٹھاتے تھے۔ آپؑ کو روایات

میں ”حلیف السجدہ الطویلہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

المختصر یہ کہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے والد گرامی کے بارے میں جتنا بیان کیا جائے کم ہے۔ اور والدہ گرامی کے حوالے سے جو تاریخ میں ملتا ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا کی والدہ حضرت نجمہ خاتون سلام اللہ علیہا مادر امام رضا علیہ السلام تھیں۔

حضرت نجمہ خاتون ان با عظمت و با فضیلت خواتین میں شامل ہیں، جن کا نام ہمیں تاریخ میں ملتا ہے آپ کے کئی دوسرے ناموں میں تکتم، طاہرہ، اروی، مسکن النوبیہ، اور سان، خیزران المرسیہ بھی مشہور ہیں۔ آپ کی کنیت ام البنین ہے۔ (۱)

حضرت نجمہؑ کا نسب و فضائل:

شیخ صدوق قدس سرہ نے کتاب العیون میں روایت کی ہے کہ آپ امام رضا علیہ السلام کی والدہ ہیں، آپ کا تعلق عجم کے اشراف اور انتہائی عزت والے خاندان سے ہے۔ حضرت حمیدہ سلام اللہ علیہا جو کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ ہیں، ان کے نزدیک آپ اپنے زمانے کی تمام عورتوں کے مقابلے میں عقل اور دین کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل تھیں۔ حضرت بی بی نجمہ خاتون حضرت حمیدہ کی بہت زیادہ عزت کرتی تھیں اور جب سے بی بی حمیدہ کی ملکیت میں آئی تھیں، ان کے احترام و جلالت کی وجہ سے ان کے سامنے نہیں بیٹھتی تھیں۔

حضرت حمیدہ خاتون نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ سے فرمایا، اے میرے بیٹے تکتم جیسی کنیز آج تک کنیزوں میں کوئی نہیں دیکھی، جو اس سے افضل ہو مجھے اللہ کے بارے میں شک نہیں ہے کہ عنقریب اللہ اس کی نسل کو ظاہر فرمائے گا اگر اس کی نسل

ہے۔ میں نے نجمہ خاتونؓ آپ کو بہہ کر دی ہے، اس کے بارے میں خیر اور بھلائی کی وصیت کرتی ہوں، جب آپ کے ہاں امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہو تو نجمہ خاتون کا نام طاہرہ رکھ دینا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کو خریدنے کا حکم دیا:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ ”خدا کی قسم میں نے یہ کنیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے خریدی ہے۔“

اس بارے میں آپؑ سے پوچھا گیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: ”میں سو رہا تھا کہ خواب میں میرے دادا اور میرے والد تشریف لائے، ان دونوں کے پاس ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، ہم نے اس کو کھولا تو اس میں اس کنیز کی تصویر تھی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا اے موسیٰؑ اس کنیز سے روئے زمین کی سب سے افضل شخصیت متولد ہوگی، پھر مجھے حکم دیا، جب اس مولود کی ولادت ہو تو اس کا نام علیؑ رکھنا۔ دونوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے عدل اور پیار و محبت کو عام کرے گا خوشخبری ہے اس کے لیے جو اس کی تصدیق کرے اور ہلاکت ہے اس کے لیے جو اس سے دشمنی کرے گا، اس کا انکار کرے گا اور اس سے عداوت رکھے گا۔ (۲)

اس قسم کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی مائیں جو کنیز تھیں، ان کو اللہ کے امر سے خریدا گیا اور شاید پروردگار کا ان کے بارے میں یہ ارادہ ہو کہ ان کی طہارت و پاکیزگی کے ساتھ ساتھ یہ واضح فرمائے کہ اس اعتبار

۱۔ کتاب عیون اخبار الرضا جلد ۱، ص ۱۴۱ حوالہ ۲۔

۲۔ دلائل الامامہ ص ۵۵ نمبر ۵۷۲۔

سے آزاد عورت اور کنیز عورت میں کوئی فرق نہیں، بلکہ معیار فضیلت تقویٰ ہے۔
 روایت کی گئی ہے کہ حضرت حمیدہ سلام اللہ علیہا نے خواب میں رسول اللہ ﷺ
 کو دیکھا، آپؐ نے فرمایا: اے حمیدہ اپنی کنیز نجمہ سلام اللہ علیہا کو موسیٰ علیہ السلام کو بہہ
 کر دو، وہ عنقریب اہل زمین میں سے سب سے افضل مولود کو جنم دیں گی، لہذا انہوں
 نے نجمہ خاتون کو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو بخش دیا۔ (۱)

جناب نجمہ خاتون نے تمام علوم حضرت حمیدہ خاتون اور اپنے شوہر امام
 موسیٰ کاظمؑ سے سیکھے۔ آپ ادب و اخلاق اسلامی کا نمونہ تھیں۔ آپ نہایت عبادت
 گزار و متقی خاتون تھیں۔ آپ کی سیرت دوسری تمام عورتوں کے لیے اسوہ حسنہ کی
 حیثیت رکھتی تھی۔ (۲)

ولادت سے رحلت تک

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا پہلی ذیقعدۃ الحرام ۱۷۳ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں دنیا میں تشریف لائیں۔

دو بہترین بہن بھائی:

تاریخ میں ایسے بہت سے بہن بھائی ملیں گے، جو ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہوں۔ اور ان کی محبت کا ہر محفل و مجلس میں تذکرہ ہوتا ہو، لیکن اس کا سب سے واضح نمونہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی محبت ہے کہ کس طرح زندگی کے تلخ اور شیریں لحات میں ان دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔

اس کا دوسرا نمونہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ کی عزیز ترین بہن بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

امام رضا علیہ السلام اور حضرت معصومہ حضرت نجمہ خاتون کے لطف سے ہیں اور حضرت نجمہ خاتون کے دو ہی اولادیں ہوئیں ایک امام رضا علیہ السلام دوسری حضرت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا۔

امام رضا علیہ السلام ۱۴۸ھ ہجری میں اور بی بی معصومہ ۱۸۳ھ ہجری میں دنیا میں تشریف لائیں۔ اس طرح تقریباً ۲۵ سال امام رضا علیہ السلام ایک ہی اولاد تھے جو حضرت نجمہ خاتون سے تھے۔ اور حضرت معصومہ کی وہ شخصیت اور مقام و منزلت ہے کہ آپ کی آمد سے قبل جب کہ آپ کے والد کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی آپ کے دادا نے آپ کی عظمت و منزلت کی خبر دی تھی۔ جبکہ امام رضا علیہ السلام کے اور

بھی بہن بھائی تھے، لیکن کوئی بھی آپ کی برابری کا نہ تھا۔

اسی طرح امام رضاؑ بھی جانتے تھے کہ آپ کی خواہر گرامی کو اس دنیا میں آنا ہے، لہذا ۲۵ سال کے طویل انتظار کے بعد بی بی معصومہؑ کی جب ولادت ہوئی تو امام رضا علیہ السلام کی خوشی حد سے سوا تھی، وہ انتظار اپنے اختتام کو پہنچا، پورا گھرانہ اس ولادت پر خوشی سے سرشار تھا کہ کیونکہ یہ وہ ہستی تھی جس کے ہاتھ میں تمام شیعوں کی شفاعت تھی۔ حضرت معصومہؑ اُس روشن چاند کی مانند تھیں کہ جو کبھی خورشید امامت سے جدا نہ ہوا ہو۔ آپ کی تربیت ہر چند کہ آپ کی مادر گرامی نے کی دو امامانِ معصومہؑ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیے۔ آپ نے چھوٹی سی عمر میں تمام فقہی اور عقیدتی علوم پر مہارت حاصل کر لی تھی۔

۱۷۹ ہجری سے ۱۸۳ ہجری تک کہ اس عرصے میں امام موسیٰ کاظمؑ، ہارون رشید کے قید خانے میں قید تھے، بی بیؑ نے امامت کے دفاع اور دین کی حفاظت کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا کہ جس کو امام رضا علیہ السلام نے آپ کی زیارت میں بیان فرمایا۔ (فَإِنَّ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ شَأْنًا مِّنَ الشَّانِ) ”بے شک خدا کے نزدیک آپ کی شان بہت بلند ہے“

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی جوانی:

حضرت معصومہؑ کی شادی نہ ہو سکی، جس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۴۸ ہجری میں منصور دوانقی نے لاتعداد سادات کو مظالم کا نشانہ بنایا، اسیر کیا اور نہ صرف شہید کرایا بلکہ دیواروں میں چنودیا۔ ۱۶۹ ہجری میں مہدی عباسی کا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا۔

جناب ذاکر حسین فاروقی لکھتے ہیں کہ ہادی بڑا خود سر، خود رائے، ظالم، ضدی، اور بے رحم بادشاہ تھا، شراب پیتا اور لہو و لعب میں مصروف رہتا تھا، ہادی کو آل محمد سے وہی بغض و عناد تھا، جو اس کے آباء و اجداد کو تھا، اسی کے دور میں کئی سوا والا حسن کو قتل کرایا گیا اور ان کے نمایاں فرزند جناب حسین بن علی بن حسن، مثلث بن حسن، ثنی کا سر کٹوا کر بغداد بھجوا دیا اور پوری قوت سے سادات کا استحصال کیا گیا۔ تاریخ قم میں ہے کہ رضویہ سادات اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کر سکتے تھے کہ ہادی عباسی نے کئی سو سادات مردوں کو قتل کروایا تھا جس کی وجہ سے انہیں اپنا ہمسر و کفو نہیں ملتا تھا اور حضرت موسیٰ بن جعفر جن کی اکیس ۲۱ صاحبزادیاں تھیں، ان میں سے ایک کی بھی شادی نہیں ہوئی تھی، لہذا حضرت فاطمہ معصومہؑ کی بھی شادی نہ ہو سکی۔ آپ کی زندگی کا مقصد خدا کی یاد، اُس کی بندگی و اطاعت و عبادت اور اُس کی خوشنودی و رضا جوئی تھا اور آپ کی زندگی کا محور اپنے بھائی کی محبت اور ان کے طوس چلے جانے کے بعد ان کی یاد تھی۔ اکثر اپنے بھائی کے ہجر و غم میں محزون و مغموم رہا کرتی تھیں، مگر انہوں نے اپنی زندگی کے ۲۲ یا ۲۶ سال ایک ہدف اور ایک مقصد کے تحت بسر کیے، آپ کی مثالی اور با عظمت شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے سر سے آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھ چکا تھا، دوسری طرف بنو عباس کے مظالم اپنے کمال پر تھے اور خانوادہ رسالت کے جوانوں کو چُن چُن کر نشانہ ستم بنایا جا رہا تھا اور انہیں شہید کیا جا رہا تھا، حضرت معصومہؑ نے کن نامساعد حالات میں ان عظیم ذمہ داریوں کو قبول کیا، اور آلام و مصائب برداشت کیے ان کی شان جس قدر بلند ہے ان کا منصب جس قدر عظیم ہے، ان کی ذمہ داریاں بھی اسی قدر سنگین ہیں۔ انہیں ظلم و ستم

کے اس دور میں اپنے بھائی حضرت امام رضاؑ کے ساتھ ساتھ ناصرف دین خداوندی کی تبلیغ اور ترویج کی بھاری اور اہم ذمہ داری انجام دینی تھی بلکہ آلام و مصائب کا مقابلہ بھی صبر و توکل کے ساتھ کرنا تھا اور اس سلسلے میں انہیں مشکل ترین حالات کا سامنا کرنا پڑا، حضرت خدیجہ الکبریٰؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت حضرت ام کلثومؑ کی طرح ان کی شخصیت بھی غیر معمولی اور استثنائی ہے اور ان بزرگ خواتین خاندان نبوت کی طرح ان کے مصائب اور شدائد بھی غیر معمولی ہیں۔ وہ اپنے زمانے کی عام مسلمان خواتین کی طرح نہ تھیں، بلکہ اپنے خاندان کی ان با عظمت خواتین کی طرح تھیں، جنہوں نے نبوت اور امامت کے شانہ بشانہ قیام دین کا فریضہ انجام دیا اور ظالم حکومت اور اسلام کے باغی حکمرانوں کے غلط لہجے کی نشان دہی کی اور مسلمانوں کو ہمیشہ دین کے حقیقی مقصد و مفہوم سے آگاہ کرتی رہیں اور عالم نسوانیت کی رہبری و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت معصومہؑ کی زندگی کے واقعات کو محض تاریخی واقعات کے طور پر نہ دیکھیں، بلکہ ان تاریخی واقعات کی علامتی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں، ان واقعات کے پس منظر میں جو اصول کار فرما ہیں، ان کو اپنی فکر و نظر کا محور اس لیے قرار دیں، کیونکہ تاریخی واقعات تو ماضی کا حصہ ہوتے ہیں مگر ان واقعات کے پس منظر میں کار فرما اصول اور عوامل آج بھی معاشرے اور تاریخ کو متاثر کر رہے ہیں۔ ان اصولوں کا ہماری زندگی سے زندہ اور عملی تعلق ہے، ہمیں اس تعلق کو دریافت کرنے کی ضرورت ہے، اسی روشنی میں جب ہم حضرت معصومہؑ کی شخصیت اور ان کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کریں تو پھر یہ واقعات محض ماضی کی

تاریخ کا حصہ نہیں رہتے، ان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تاریخ، گزشتہ باتوں کی ہے، جن کو دہرانے سے اب کوئی فائدہ نہیں بلکہ پھر یہ تاریخی واقعات ایک علامتی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانے میں اسلام کے آفاقی اور عالم گیر اصولوں مثلاً آزادی، قیامِ عدل، ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا سبق دیتے ہیں، اس تناظر میں حضرت معصومہؑ کی زندگی اسلام کے اصولوں اور اقدار کی عملی اور متحرک تصویر نظر آتی ہے، حضرت معصومہؑ کی شخصیت بھی حضرت خدیجہؑ و حضرت فاطمہؑ و حضرت زینبؑ و حضرت ام کلثومؑ کی طرح مختلف جہات، انسانیت کی گونا گوں خصوصیات اور خوبیوں کا بہترین اور مثالی نمونہ ہے (وہ مندرجہ بالا خواتین کی طرح ایک مثالی، زوجہ تونہ بن سکیں لیکن حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ کی طرح ایک مثالی بہن، ایک مثالی بیٹی اور اسلام کی ایک مثالی خاتون ضرور ہیں، اور ان کی زندگی کے یہ رخ، نمونہ عمل اور دعوتِ اتباع ہیں) درحقیقت ان کی تمام زندگی، مثالی زندگی ہے اور اس کا خلاصہ، باطل اور بنو عباس کے ظلم کے خلاف جہاد ہے اور حقائق اور قیامِ دین کے لیے اپنے بچپن سے حلت تک، اپنی مختصر مگر پوری زندگی میں اجتماعی، معاشرتی و دینی ذمے داری کو پوری شدت سے محسوس کیا اور اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ اس ذمے داری کو پورا کرنے کی جدوجہد کی۔

جب وہ پانچ سال کی تھیں تو ان کے والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور امامت کی ذمہ داری ان کے برادر بزرگ حضرت امام رضا علیہ السلام کے کندھوں پر تھی، اس سن و سال کی لڑکیاں عموماً گھروں میں رہتی ہیں اور ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی انقلابی جدوجہد یا کسی عظیم مقصد کے لیے اپنے بھائی کے ساتھ سرگرم

عمل نظر آئیں، لیکن اس اجتماعی، سیاسی اور فکری کشمکش اور جدوجہد کے سنگین اور پُر
 خطر دور میں حضرت معصومہؑ اپنے بھائی، جو اپنے دور کے منصوص من اللہ امام معصوم،
 رہبر اور مسلمانوں کے روحانی قائد تھے، ان کی ذمہ داری کے حوالے سے اپنی ذمے
 داری کو شدت سے محسوس کرتی تھیں، حالانکہ ان کا سن و سال اس بات کا متقاضی نہیں
 تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نہ صرف مدینے کی خواتین کو اسلام کی تعلیم دیتی تھیں، بلکہ
 دور دراز سے آئے ہوئے شہروں کی خواتین کو درس بھی دیتی تھیں اور انہیں بنو عباس
 کے مظالم سے بھی آگاہ کرتی تھیں اور انہیں حقائق سے آگاہ کر کے اسلام کو بادشاہت
 کی طرف موڑ جانے والی سازش سے بھی آگاہ کرتی تھیں، ظلم و ستم کے اُس دور میں
 جب امام رضاؑ اپنے دشمنوں کی کثرت کے مقابلے میں تنہا تھے، آپ کا امامت میں
 ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں اور ان کی رفاقت و دلجوئی کے لیے موجود نظر آتی تھیں اور نہ
 صرف مصروف عمل ہوتیں بلکہ مکمل آگاہی اور ذمے داری سے اپنا فریضہ انجام دیتی
 تھیں۔ بیٹیوں میں سے یہ تنہا حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی ذات تھی، جس
 نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے خون ناحق کے خلاف آواز اٹھائی اور ان کے انقلابی
 پیغام کو زندہ رکھا، انہوں نے ہر جگہ خواہ وہ مدینہ ہو یا بصرہ، اہواز، یا آبادان، شیراز ہو
 یا اصفہان، ہماہ ہو یا قم، ہر جگہ ہر موقع پر عباسی ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی
 ، وہ جہاں جہاں گئیں، ہر جگہ دین اسلام کی تبلیغ کی، حق سے آگاہ کیا اور اہلبیتؑ کی
 عظمت سے دنیا کو روشناس کرایا اور قیمتی اور پریشانی کے باوجود اپنی ذمے داری کو
 پورا کرنے میں کسی کمزوری یا تردد کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ ہر جگہ خدا کے پیغام کی تشہیر کی
 اور یہی نہیں، بلکہ اپنی رحلت کے بعد بھی حق خواہی اور دین پناہی کی روایت قائم کی

اور اپنی شخصیت، کردار و عمل، تقویٰ اور پرہیزگاری عزم و ہمت، صبر و رضا، علم و آگہی، معرفتِ امامت، اور اجتماعی مسؤلیت و ذمہ داری کے حوالے سے آج بھی ان کا نام زندہ ہے اور تاقیام قیامت زندہ رہے گا، آپ نے جو ۲۳۶ سال قبل روشن کی تھی، اس کی تابندگی و درخشندگی ۲۱ صدیوں کا سینہ چیر کر آج بھی فضائے عالم اور خصوصاً عامۃ المسلمین و مومنین اور دنیا کے تمام اہل فکر و نظر اور انصاف پسند انسانوں اور اہل عرفان کے قلوب و اذہان کو منور کر رہی ہے، آج بھی آپ کا جائے دفن قم، دنیا میں اسلامی علوم کا سب سے بڑا مرکز ہے، جہاں ہزاروں تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے قیام پزیر ہیں، آپ کا شہر قم بابِ مدینۃ العلم کے صدقے میں علماء و مجتہدین کی آماجگاہ ہے، اب بھی آپ کا شہر قم دنیا کے لاکھوں بلکہ کروڑوں عقیدت مندوں کا مرکز و محور ہے، جہاں روزانہ ہزاروں افرادِ رُود و سلام کے ہدیے لے کر آتے ہیں اور گوہرِ مراد پاتے ہیں، آج بھی آپ کا شہر قم مومنین کا مرکز ہے، اسلامی انقلاب کا مرکز ہے، خدا آپ کے شہر کو قائم و آباد رکھے اور یہ رونقیں تا ظہورِ امام مہدی قائم رہیں، تاکہ جب قائم آلِ محمد عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے، تو منتظرینِ امام مہدی ان کی اقتدار میں صحنِ خانہ حضرتِ معصومہ قمؑ میں نماز ادا کریں گے اور زیارتِ حضرتِ معصومہؑ کی سعادت کا شرف حاصل کریں گے۔ آمین (۱)

آپ کا ایران کی طرف آنا:

آپ کی کچھ ہی عمر گزری تھی کہ ہارون رشید نے آپ کے والد بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ کو قید میں ڈال دیا اور کچھ عرصے بعد امامؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ فقط امام رضاؑ تھے، جو اس امت کے مظلوم لوگوں کے فریادرس تھے کہ جن پر ہارون کی طرف سے روز نئے نئے مظالم ٹوٹتے تھے۔

یہاں عصمت و طہارت کے گھروں میں خواتین اور بچوں کا آسرا امام رضاؑ تھے کہ جن کو دیکھ کر دلوں کا غم کم ہو جاتا تھا۔

لیکن ایک دن ہارون کے بدکردار بیٹے مامون الرشید نے اپنے باپ کی موت کے بعد امام علی رضاؑ کے لیے حکم صادر کر دیا کہ آپؑ کو مدینے سے شہر خراسان لایا جائے۔ مامون ایک دھوکے باز انسان تھا، اس کی کوشش یہی تھی کہ امام رضاؑ کو بظاہر ولی عہد بنایا جائے لیکن پس پردہ ہدف یہ تھا کہ امامؑ کی جان لے لی جائے اور خاموشی سے امامؑ کو راستے سے ہٹایا جائے۔

امام علی رضاؑ کو مجبوراً مدینہ چھوڑنا پڑا، آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ خراسان آ گئے۔

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا نے تقریباً ایک سال اپنے بھائی کی جدائی برداشت کی، جب آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو آپ نے مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ (۲)

ہجرت آل رسول علیہم السلام:

پیامبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد ائمہ معصومینؑ اور ان کے شیعوں پر صاحب اقتدار افراد کا ظلم و ستم شروع ہو گیا تھا۔ حکومت اسلامی کو غصب کرنے والوں نے ظلم کی انتہا کر دی۔ سیاسی طور پر آل رسولؑ کو لوگوں سے دور کرنے کے کام کی ابتدا ہو گئی، ظاہر و باطن میں ایسے ظلم ڈھائے کہ شیعان آل محمدؐ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنے سے خوف کھاتے تھے۔ اسی طرح سادات اپنے آپ کو سادات ظاہر کرنا جرم محسوس کرتے تھے۔ اس ظلم کے نتیجے میں شہادت کو سینے سے لگا لیتے یا ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ حضرت معصومہؑ بھی اسی ظلم کا نشانہ بنیں، شیعان حیدر کرار کا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت، نبوت و امامت کی طرح منصوص من اللہ ہے۔ یہ ان معصومین کا حق ہے جو خدا کی طرف سے عصمت پر فائز ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد، سقیفہ بنی ساعدہ کی بنیاد ڈالنے والے اس حکومت پر پنجہ ڈالنے کی فکر میں تھے۔ اسی وجہ سے حجتہ الوداع (نخم غدیر) سے واپسی پر پیغمبر اکرمؐ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی سازش کی یہ لوگ شروع ہی سے اسلام کے خیر خواہ نہ تھے بلکہ حکومت کے ظاہری زیور کو اپنے گلے کا ہار بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کسی بھی حربے سے گریز نہیں کیا بلکہ نص قرآن و سنت نبویؐ کے ظواہر کے خلاف فتویٰ دینے کو، اپنا اجتہاد قرار دیا، یہی وجوہات تھیں کہ آل رسولؑ اپنے حق سے صرف محروم ہی نہیں ہوئے بلکہ مدینہ رسولؑ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، وقت کے حکمرانوں نے اپنے ناپاک سیاسی عزائم کی خاطر خاندان آل رسولؑ اور ان کے چاہنے والوں کے لیے زندگی کو تنگ کر دیا اور ان کے لیے زندانوں کے دروازے کھول دیے۔ اور

یہ لوگ اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئے (۱) صاحب مجمع البحرین ہجرت کی یوں تعریف کرتے ہیں (المہاجر من ہاجر ما حرم اللہ علیہ، و المہاجر من ترک الباطل الی الحق ومن دخل الاسلام طوعاً فهو مہاجر) مہاجر وہ ہے جو اسلام کی اطاعت میں داخل ہونے کے لیے اور حرام الہی سے بچنے کے لیے باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف جانے کے لیے اپنی زادگاہ کو مجبوراً خیر باد کہے، اس کو مہاجر الی اللہ کہتے ہیں (۱) جیسے پیغمبر اکرمؐ نے مکہ میں اسلام کو قبول کرنے والوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا، امام علی رضاً ہجرت کی تعریف بیان فرماتے ہیں: من ہجر بدينه من ارض الی ارض وان کان شبرا من الارض استوجب الحنة و کان رفيق ابراهيم و محمد (ص) ”جو اپنے دین کی خاطر ایک زمین سے دوسری زمین کی جانب ایک بالشت ہجرت کرے، جنت اس پر واجب ہے اور وہ حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت محمد مصطفیٰؐ کا ہم نشین ہوگا۔ (۲) حقیقت میں ہجرت پہلی ہی صدی میں شروع ہو گئی تھی۔ آل رسولؐ نے اسی زمانے میں ایران کا رخ کیا، دوسری صدی کے وسط میں ایران کی طرف سادات کی ہجرت عروج پر تھی، قم، شہر رے، اصفہان، گرگان، ساوہ، کاشان، ہنزوار، غیشاپور وغیرہ میں سادات مدینہ چھوڑ کر آباد ہو گئے، ان کے ہمراہ دوسرے لوگ بھی تھے، یہی ہجرت ایران میں تبلیغ اسلام، اور اسلام محمدیؐ کے پرچار کا موجب ہوئی۔

۱۔ صاحب مجمع البحرین۔

۲۔ کریمہ اہلبیت، ص ۷۱۔

سادات کی ہجرت کے نتائج:

مقامی لوگوں میں، سادات کے آجانے سے اسلامی قوانین سے آگاہی اور معاشرتی و سیاسی شعور اجاگر ہوا، سادات کی موجودگی سے رہبری و قیادت کا مفہوم روشن ہو گیا۔ لوگوں میں اطمینان و اعتماد کی لہر دوڑ گئی اور وہ علاقہ ترقی کرنے لگا، (۱) کہ جب یحییٰ بن عبداللہ، اور حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں کو میدان (فخ) میں شکست ہوئی تو انہوں نے ایران کا رخ کیا، دیلم کے مقام پر آکر پڑاؤ ڈالا اور جب اس علاقے کے لوگوں نے ان کی شجاعت کو دیکھا اور ان کی باتیں سنیں تو ان پر اعتماد کیا اور ان کی بیعت کی، ان کی قیادت میں اُس زمانے میں، اس علاقے نے سیاسی، سماجی اور معاشرتی طور پر کافی ترقی کی اور اشعری قبیلے کے لوگ ۹۴ھ میں جب قم تشریف لائے تو ان کے آنے سے علاقے میں سیاسی شعور آیا۔

خواتین کی ہجرت:

ظہور اسلام کے بعد خواتین کے بارے میں ایک نئی فکر نے جلا پائی، اسلام نے خواتین کو حقوق دیے، ان کو وراثت کا حق دیا، مرد کے مقابلے میں ملکیت کا مساوی حق دیا بلکہ اپنے آخری رسولؐ کی نسل کو کوثر یعنی فاطمہؑ جیسی خاتون سے بقادی اور خواتین نے رسول اکرمؐ کے ساتھ شانہ بشانہ تبلیغ اسلام کا کام انجام دیا، خواہ بعثت سے پہلے چالیس سال ہوں یا بعد میں، شعب ابی طالبؑ کی دشوار و ناگوار صورتحال ہو، خواہ ہجرت کی دشواریاں اور پریشانیاں ہوں یا مدینے میں جنگ احد و بدر و

۱۔ طلوع طاہریان تا غروب خوارزم شاہیان، ص ۷۹، جعفریان۔

خندق ہو، خواہ جنگ کا مرحلہ ہو یا جنگ کے بعد کا، دلیر مردان، فدائیان اسلام کی تشویق کا مرحلہ ہو یا مرہم پٹی و تیمارداری کا، بڑی بڑی بہادری کا دعویٰ کرنے والے جب جنگ اُحد کے کارزار سے فرار کو ترجیح دیتے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں سے متوسل ہوئے، اس وقت اُمّ ایمن جیسی شیر دل خاتون نے دوسرے جاں نثاروں کی طرح رسول اکرم کی حفاظت کی، یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی، اسلام کی اس پہلی ہجرت میں ۸ خواتین اور ۸۳ مردوں نے حصہ لیا، (۱) اسی طرح رسول اکرم کے حقیقی جانشین کا جنگ صفین میں خواتین نے ساتھ دیا، ان میں نمایاں اُمّ سنان، سودہ بنت عمار، زرقا بنت عدی کے نام تھے، جو معاویہ بن سفیان کی زبان پر مرتے دم تک رہیں جب اُمّ سنان شہادت امیر المومنین کے بعد حاکم شام سے مدینہ کے گورنر کی شکایت لے کر گئیں تو اس وقت ہندہ کے پوتے نے اُمّ سنان کو وہ اشعار سنائے جو خود اُمّ سنان نے علی ابن ابی طالب کی مدح میں جنگ صفین میں بلند جگہ پر کھڑے ہو کر پڑھے تھے، تاکہ علی ابن ابی طالب کی فوج کو جذبہ دلوائے، اور حاکم شام نے ان اشعار کو حفظ کر لیا تھا۔

هذا علي كالهلال تحفة... وسط السماء من الكواكب اسعد

خير الخلائق و ابن عم محمد... وكفا فخرا في الاء نام محمد

اسی طرح زرقا بنت عدی کا حاکم شام سے شام کے دربار میں جو مکالمہ ہے، تاریخ نے اس کو مفصل طور پر درج کیا ہے، (۲) تاریخ گواہ ہے بنو عباس نے

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۳۷۷، بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۳۵۰، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی حدید، ج ۴، ص ۷۴۔

۲۔ دانتیہای تاریخ، ص ۸۵، غلام حسین عابدی۔

ایک دوسرے سے بڑھ کر سادات خصوصاً ان کی خواتین پر جو ظلم کی انتہا کی ہے، تاریخ اس پر شرمندہ ہے، ان کا جرم، ولایت امیر المومنین کا دفاع ہے۔

(۱) اجمالی طور پر خواتین سادات پر جو ظلم انہوں نے کیا ہے، اس کے بارے میں مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں (۳۰) تیس ہزار کے قریب خواتین قیدی تھیں۔ (۲) اور سادات خواتین کی اُس زمانے میں یہ حالت تھی کہ نماز ادا کرنے کے لیے جسم کو چھپانے کے لیے کپڑا نہیں تھا، حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا مدینے کی سادات خواتین کے ساتھ صلہ رحمی کے عنوان سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان پر خاص توجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مامون الرشید نے اپنی بیٹیاں (آم حبیبہ، آم فضل) کو امام رضاؑ اور امام جوادؑ کو دے کر، اندر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔

خواتین آل رسولؐ کی مذہبی و سیاسی بصیرت:

عمومی طور پر امامؑ کی تمام اولادیں علم فقہ و حدیث کی عالم تھیں، یہ خواتین پرہیز گاری اور پاک دامنی میں شہرت رکھتی تھیں، جب بھی مدینۃ الرسولؐ میں علمی گفتگو ہوتی تو ان کی حاضری مستلزم ہوتی تھی اور یہ قرآن و حدیث سے استدلال کرتیں، امام عالی مقام موسیٰ کاظمؑ کی ایک زوجہ ام احمد کے نام سے تھیں۔ جب حضرت کو بغداد لے جایا جا رہا تھا، حضرت نے امانتیں ان کو دیں اور فرمایا۔ میں شاید واپس نہ

۱۔ ریاحین الشریعہ، ج ۴، ص ۳۸۹، ذوق اللہ ملاحی، سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۴۳۶، شیخ عباس قمی، مقاتل

الطالین، ص ۵۹۹، ابوالفرج اصفہانی۔ ۲۔ مروج الذهب، مسعودی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

آسکوں یہ امانتیں امام علی رضاً کو دے دینا، انہوں نے ایسا ہی کیا، حضرت کی بیٹیوں نے بھائیوں کے ساتھ ولایت و امامت کا دفاع کیا اور تبلیغ اسلام کی اور اس وقت کے امام کا مکمل طور پر ساتھ دیا۔ ان میں سب سے نمایاں حضرت فاطمہ معصومہ تھیں جو اوّل ذی قعدہ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی نجمہ خاتون تھا، سن ۳۰۱ھ ۲۳ ربیع الاول کو قم میں تشریف لائیں، اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال ۷ دن تھی، (۱) امام موسیٰ کاظم کی بیٹیوں میں سے حضرت معصومہ تبلیغ میں نمایاں تھیں۔ اپنے اجداد خصوصاً حضرت زینب کی طرح مدینہ کی عورتوں میں تبلیغ کرتیں، ان کو درس قرآن و احادیث کی تعلیم دیتیں، ولایت امیر المومنینؑ پر استدلال کرنا ان کا شیوہ تھا۔ اسی دین مبین کی تبلیغ اور حکومت کے ظلم کی وجہ سے حضرت معصومہ نے ہجرت کی۔

ہجرت کی وجوہات:

مورخین نے ہجرت کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں جنہیں آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر کرتے ہیں، پہلی وجہ: کیونکہ حضرت معصومہ اور امام رضاؑ کی والدہ ایک تھیں، ان دونوں بہن بھائی کو آپس میں بہت محبت و لگاؤ تھا، کیونکہ امامؑ نے ہی ان کی خود تربیت کی تھی، قرآن و حدیث کی تعلیم دی تھی، اُس وقت کی تمام خواتین سے نقل حدیث میں افضل تھیں اسی وجہ سے لقب معصومہؑ تھا، بھائی کی محبت میں وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئیں (۲)۔

۱۔ اصول کافی، کلینی، ج ۱، ص ۳۱۶، ۳۱۷، زن، دین و سیاست، زہراء آیۃ الہی، ص ۱۴۰، مستدرک الوسائل،

مرزا آئوری، ج ۸، ص ۲۵۷۔ ۲۔ زندگی و کرامات حضرت معصومہ، احمد بانپور، ص ۳۴۔

دوسری وجہ: حضرت معصومہؑ کو یقین تھا کہ بھائی واپس نہیں آئیں گے، کیونکہ انہوں نے جس طرح اہل نہ سے الوداع کیا تھا اور خراسان میں دفن ہونے کا بھی اشارہ فرمادیا تھا اور حضرت معصومہؑ کے ساتھ کچھ دوسرے بھائیوں نے بھی ہمراہی کا وعدہ کیا، کہ شاید بھائی سے ملاقات ہو جائے۔ (۱)

تیسری وجہ: بعض راویوں نے یوں لکھا ہے، چونکہ بھائی سے جدا ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا تھا، حضرت معصومہؑ کے لیے یہ قابل برداشت نہیں تھا اور پانچ ماہی بھائیوں نے بھی خراسان جانے کا قصد کیا ہوا تھا (حضرات جعفر، ہادی، قاسم، زید، فضل) پھر کچھ بھتیجے بھی ساتھ ہو لیے، حضرت معصومہؑ نے کچھ غلاموں اور کنیزوں کو بھی ساتھ لیا، لکھتے ہیں جب قافلہ مدینہ سے کوچ کرنے لگا تو اس وقت ایسا منظر تھا جیسے امام حسین علیہ السلام کی کربلا روانگی کے وقت تھا۔ یہ منظر بنی عباس کی حکومت پر ایک طمانچہ تھا کہ ان کے ظلم و ستم کی وجہ سے سادات ہجرت کر کے جا رہے ہیں۔ (۲) چوتھی وجہ: چونکہ بھائیوں نے خراسان کا قصد کر لیا تھا تو حضرت معصومہؑ سے نہ رہا گیا، انہوں نے بھی بھائیوں کے ساتھ خراسان کے قصد سے ہجرت کی۔

پانچویں وجہ: یہ بھی نقل ہے کہ جب امام علی رضاؑ خراسان پہنچ گئے تو انہوں نے ایک خط لکھا جو ایک قابل اعتماد غلام کو دیا کہ حضرت معصومہؑ کے ہاتھ میں دینا اس میں امامؑ نے ان کو خراسان آنے کا حکم دیا تھا، تب انہوں نے مدینہ کو خیر باد کہہ کر خراسان کی

۱۔ ریاض الانساب، خان شیرازی، ص ۱۶۰۔

۲۔ کریمہ اہلبیت، ص ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، من لا یحضرہ الخلیف، ص ۳۶۱۔

طرف ہجرت کی (۱)

چھٹی وجہ: حضرت معصومہؑ یہ دیکھ چکی تھیں کہ بابا کو کس طرح ظلم کے ساتھ شہید کیا گیا اور سیاسی حالات نے ایسا رخ بدلا ہوا تھا کہ ہر آئے دن سادات آل رسولؐ کے گھروں پر حملے ہوتے خواتین کی بے حرمتی کی جاتی۔ امام علی رضاؑ کے ہوتے ہوئے جلودی ملعون نے مامون الرشید کے حکم پر امامؑ کے گھروں پر شب خون مارا، امامؑ اس ملعون کو کہتے رہے کہ گھر کا تمام مال و اسباب تیرے سپرد کرتے ہیں، لیکن وہ حرم آل رسولؐ کی بے حرمتی سے نہ کا، امام علی رضاؑ نے اہل خانہ سے جس طرح الوداع کیا، وہ سب کے سامنے تھا کہ امام عالی مقامؑ کو واپس مدینے آنے نہیں دیا جائے گا، حضرت معصومہؑ نے یہ سنا ہوا تھا کہ ایران میں اہل بیتؑ سے محبت کرنے والوں کی اکثریت ہے شاید اسی کے سبب کہ اولاد علیؑ و رسولؐ کو سکھ کا سانس مل جائے، ایران کی طرف ہجرت کی ہو، (۲)

ساتویں وجہ: یہ بھی بعید نہیں ہے کہ حضرت معصومہؑ نے دیکھا، امامؑ وقت پر حکومت کا اتنا سخت دباؤ ہے کہ امامؑ کو جس طرح اپنی اور سادات آل رسولؐ کی مظلومیت کو بیان کرنا چاہیے وہ نہیں کر سکتے اور لوگ بھی یہی خیال کر رہے ہیں کہ حکومت ان کی مرضی کے مطابق چل رہی ہے، حضرت معصومہؑ نے یہاں اپنی ذمہ داری سمجھی کہ حضرت زینبؑ کی طرح تبلیغ اسلام کی جائے اور سادات پر جو ظلم ڈھائے جا رہے ہیں، ان کے بارے میں لوگوں کو بتایا جائے، اسی وجہ سے ایران کا رخ کیا، کیونکہ اس بات کی تائید حضرت معصومہؑ کے راستے کے انتخاب سے ہوتی ہے کہ حضرت معصومہؑ نے ایسا

۱۔ من لا یحضر الخلیف، سید حسن، ص ۴۶۱۔ ۲۔ عیون الاخبار، صدوق، ج ۲، ص ۱۶۱۔

راستہ اختیار کیا جو امامؑ نے خراسان جاتے ہوئے نہیں کیا تا کہ اُن لوگوں کو سادات آل رسولؐ کی مظلومیت کے بارے میں خبر دی جائے، جن تک امامؑ کا پیغام نہیں پہنچا، بی بی کی اس ہجرت پر حکومت نالاں تھی، کیونکہ ہجرت کے حالات بتاتے ہیں، حکومتی عمال نے ہر مقام پر ان کا راستہ روکا اور خود حضرت معصومہؑ کی شہادت بھی زہر سے ہوئی، اس پس منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معصومہؑ کی ہجرت کا مقصد عباسیوں کے ظلم و ستم کو عیاں کرنا تھا۔

آٹھویں وجہ: ساداتِ مدینہ کو یقین ہو گیا تھا کہ مامون الرشید امامؑ کو شہید کر دے گا، حضرت معصومہؑ نے سوچا بھائی وہاں غریب و تنہا ہیں، میں اس آخری وقت میں بھائی کے سرہانے ہوں، شاید اسی وجہ سے ایران کا رخ کیا امام رضاؑ کی شہادت کے بعد والے حالات اس بات کو ثابت کرتے ہیں، کیونکہ امامؑ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے، بعد میں علوی سادات نے کئی قیام کیے، امامؑ کے بھائی ابراہیم بن موسیٰؑ کا قیام مشہور ہے، اسی طرح زید بن موسیٰ کاظمؑ کا مصر میں حکومت کے خلاف قیام کرنا اور مامون کو امام رضاؑ کا قاتل ٹھہرانا، پھر مامون کا ان دونوں بھائیوں کو زہر سے شہید کر دینا، ان وجوہات نے ان کو مدینے سے ہجرت پر مجبور کیا، اسی طرح احمد بن موسیٰؑ نے اپنے بھائی محمد عابد کے ساتھ کئی ہزار کا لشکر لے کر مامون کی فوج پر حملہ کیا اور شیراز تک پہنچ گیا۔ شیراز میں مامون کی فوج سے جہاد کرتے ہوئے قتل خان کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر لیا۔

حضرت معصومہؑ کی مدینے سے ہجرت:

جب حضرت معصومہؑ نے خراسان جانے کا قصد کر لیا تو ان کے ہمراہ ان کے پانچ بھائیوں کے علاوہ ہارون بن موسیٰؑ اور ان کے ہمراہ ۲۲ سادات اور کچھ خواتین بھی تھیں، اُس زمانے میں ساوہ تاریخی شہر کہلایا جاتا تھا، معظمہ جس راستے سے آرہی تھیں (اہواز، شوشتر، خرم آباد، دزفول، اراک، وغیرہ) تو ان کو ساوہ ہی سے گزر پڑ رہا تھا، مامون نے یہ مناسب سمجھا کہ یہاں کے لوگ بغضِ آلِ رسولؐ رکھتے ہیں یہاں ان کا کام تمام کیا جائے، اسی وجہ سے یہاں ان پر حملہ کرایا اور معظمہ کو زہر دلوایا۔

پہلا نکتہ: حضرت معصومہؑ کا قم کے بارے میں سوال کرنا حالانکہ قم ایک چھوٹا سا قریہ تھا، اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت معصومہؑ کو عظمتِ قم کے بارے میں علم تھا اس بات کو خود حضرت معصومہؑ نے نقل کیا ہے کہ میرے بابا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اپنی بیٹیوں کا نام فاطمہ ہی رکھتے تھے تاکہ حکومتی عمال کو معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کون سی فاطمہ ہیں، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قم میں مدفون ہوں گی خود امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں ہی قم، شہرِ رے، مازندران، خراسان، اصفہان وغیرہ محبانِ علیؑ کے مراکز شمار ہوتے تھے، قم کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں، کہ (قم عیشِ آلِ محمدؑ) ہم آلِ محمدؑ کا گھر قم ہے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے تین دروازے قم کی طرف کھلتے ہیں، فاطمہ معصومہؑ کے قم میں دفن ہونے کے علاوہ فرمایا! قم شیعین آلِ رسولؐ اور محبانِ علیؑ کا مرکز ہوگا، یہاں سے معارفِ اسلامی کی تبلیغ و ترویج ہوگی۔

دوسرا نکتہ: امام رضاؑ کے خراسان کی طرف آنے میں بھی مصلحت الہی تھی کہ خود انہوں نے فرمایا: کہ مصلحت الہی اسی میں ہے کہ میں خراسان میں دفن ہوں۔ امامؑ اور معصومہؑ کا ایران میں آنا اس علاقے کے شیعوں کے لیے اتحاد و اتفاق و یک جہتی کا موجب ہوا۔ دشمنان دین و قرآن ان کے وجود مقدس کی وجہ سے اپنے ناپاک منصوبے اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت معصومہؑ نے یہ ستم صرف اس لیے نہیں برداشت کیے تھے کہ وہ حضرت امام رضاؑ کی بہن یا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی بیٹی تھیں، بلکہ وہ دونوں اماموں کے اعلیٰ مقاصد اور نصب العین میں برابر کی شریک تھیں لہذا آپ کی مدینے سے ہجرت بھی صرف بھائی کی محبت میں نہ تھی بلکہ ان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے تھی۔ حضرت امام علی رضاؑ جب ۲۰۰ ہجری (میں مامون رشید عباسی کی دعوت پر جو اس نے اپنے سیاسی اغراض کے تحت دی تھی) مدینے سے روانہ ہوئے، آپ کی غیر موجودگی میں حضرت معصومہؑ مدینے کے مسلمانوں کی راہنمائی کے فرائض انجام دیتی تھیں، لیکن آپ بنو عباس کی ظالمانہ ذہنیت سے واقف تھیں، لہذا آپ نے کارِ زینبؑ انجام دینے کا حتمی فیصلہ کر لیا، ۲۰۱ ہجری کے آخر میں مدینے سے طوس (خراسان) کے لیے روانہ ہوئیں اور آپ نے اس راستے کو اختیار نہیں کیا جو آپ کے بھائی نے اختیار کیا تھا، اس میں بھی ایک راز پوشیدہ تھا، کیونکہ جس راہ سے حضرت امام رضاؑ گزرے ہوں گے، انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے دیا اور حضرت معصومہؑ نے ان راستوں کا انتخاب کیا، جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دینا باقی تھا لہذا آپ نے جو راستہ اختیار کیا وہ درج ذیل ہے۔ آپ مدینہ سے بصرہ، خرم شہر، شوشتر،

دزفول، خرم آباد، داراک، صالح آباد، ابراہیم آباد سے ہوتے ہوئے ساوہ پہنچیں۔
 ہو سکتا ہے کہ اس وقت ان میں کچھ قصبوں کے نام اور بھی رہے ہوں، حضرت معصومہؑ
 ۲۰۱ ہجری کے آخر میں مدینے سے مندرجہ بالا شہروں اور قصبوں سے گزرتی اور قیام
 کرتی ہوئی، طوس کی جانب روانہ ہوئیں۔ آپ نے اس راستے کو اختیار نہ کیا جسے
 حضرت امام علی رضاؑ نے اختیار کیا تھا۔ کیوں کہ حضرت امام علی رضاؑ بصرہ، اہواز،
 کرمان شاہ، شہر رے اور میثاقپور سے ہوتے ہوئے طوس پہنچے تھے لیکن حضرت
 معصومہؑ نے اہواز سے اپنا راستہ تبدیل کر دیا تھا۔ امامؑ جب ۲۰۰ ہجری میں مدینہ
 سے روانہ ہو کر چھ ماہ کی مسافت طے کر کے ۲۰۱ ہجری میں طوس پہنچے، اُس وقت
 حضرت معصومہؑ اپنے بھائی کی روانگی کے ایک سال بعد مدینے سے روانہ ہوئیں
 کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ اب دوبارہ بھائی واپس مدینے نہ آسکیں گے۔

محول بختانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت آپہنچا اور حضرت امام علی رضاؑ اپنے
 جد بزرگوارؑ کے روضہ اقدس سے ہمیشہ کے لیے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ
 آپ بے تابانہ انداز میں اندر جاتے اور گریہ و بکا کی حالت میں باہر تشریف لاتے
 اور پھر روضے پر جا کر ظلم و جور کی شکایت کرتے ہیں یا باہر آ کر گریہ و بکا فرماتے ہیں
 اور پھر اندر واپس چلے جاتے ہیں، آپ نے چند بار ایسا ہی کیا۔ محول کہتا ہے کہ مجھ
 سے نہ رہا گیا، میں نے حاضر ہو کر عرض کی، مولّا اضطراب کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا! اے
 بختانی! میں اپنے ناناؑ کے روضے سے جبراً جلاوطن کیا جا رہا ہوں مجھے اس کے بعد
 یہاں آنا نصیب نہ ہوگا، میں اسی مسافرت و غریب الوطنی میں شہید کر دیا جاؤں گا اور
 ہارون رشید کے مقبرہ میں مدفون ہوں گا اس کے بعد آپ دولت سرپر تشریف لائے،

اور سب اہل خانہ کو جمع کر کے فرمایا! میں تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہا ہوں۔ یہ سن کر گھر میں ایک کہرام برپا ہو گیا اور سب چھوٹے بڑے رونے لگے۔ آپ نے سب کو تسلی دی اور مدینے سے مکہ روانہ ہوئے اور وہاں طواف فرما کر خانہ کعبہ سے رخصت ہو کر بصرے کی طرف چل دیے چونکہ حضرت معصومہؑ یہ جانتی تھیں کہ اب بھائی دوبارہ واپس نہیں آئیں گے، لہذا ایک سال تک آپ نے اپنے بھتیجے کی سرپرستی فرمائی اور مدینے میں کارِ نبیؐ انجام دیتی رہیں اور اہل مدینہ کو بھائی کی روانگی کے مقصد سے آگاہ کرتی رہیں۔ بالآخر خود بھی مدینہ سے طوس کے لیے روانہ ہوئیں آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی جناب فضل، جناب جعفر، جناب ہادی، جناب زید اور چند بھتیجے اور خدام و خادماں بھی تھے، چند ماہ آپ نے بصرہ میں قیام فرمایا۔ پھر خرم شہر و شوستر اور دیگر علاقوں سے ہوتی ہوئی سادہ پہنچیں، راستے میں آپ مختلف شہروں میں قیام کرتی رہیں اور تبلیغ دین کے فرائض انجام دیتی رہیں اور عامۃ المسلمین کو بنو عباس کے مظالم سے آگاہ کرتی رہیں۔

یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ جب رمضان ۲۰۱ ہجری میں حضرت امام رضاؑ کا جشن ولایت ولی عہدی منعقد کیا گیا اس کی خبر مدینہ پہنچی، تو حضرت معصومہؑ اپنے بھائی کے پاس جانے کے لیے بیقرار ہو گئیں، قرین عقل بات یہ ہے کہ یہ خبر ایک دو ماہ میں مدینہ پہنچی ہوگی، آپ ۲۰۱ ہجری کے آخر میں مدینے سے روانہ ہوئیں، پھر چند ماہ آپ نے بصرہ میں قیام فرمایا، اس طرح آپ ۲۰۳ ہجری کے قریب سادہ پہنچیں، آپ مختلف قصبوں اور شہروں میں قیام کرتی ہوئی، سادہ پہنچی تھیں، لہذا ڈیڑھ سال کا عرصہ سفر اور قیام میں ضرور لگا ہوگا، جب آپ کا قافلہ ساوہ پہنچا، تو اہل ساوہ

جو دشمن اہل بیتؑ اور خاندان رسالتؑ مآب کے سخت مخالف تھے، آمادہ جنگ ہوئے اور اس جنگ میں تمام امام زادگان شہید ہو گئے۔

ان شہداء کی تعداد (۲۳) تیس بتائی جاتی ہے، جب اس جنگ کی خبر اہالیانِ قم کو پہنچی، تو اس وقت جنگ ختم ہو چکی تھی، اور ۲۳ افراد شہید ہو چکے تھے، اہل قم نے مامون رشید کے خوف سے اہل ساوہ سے بدلہ نہ لیا اور نہ جنگ کی، لیکن وہ حضرت فاطمہ معصومہؑ کو بڑے احترام سے دیگر خواتین کے ہمراہ قم لے آئے۔

جب آپ قم کے قریب پہنچیں، تو تمام شہر سو گوار نظر آیا، ہر شخص افسردہ و غمگین ملا، کیونکہ قم میں حضرت امام علی رضاؑ کی شہادت کی خبر دوسرے راستوں سے پہنچ چکی تھی اور اس کی خبر ان افراد کو بھی نہ تھی، جو حضرت معصومہؑ کو لینے ساوہ پہنچے تھے، حضرت معصومہؑ ساوہ کے مسلمانوں سے دل برداشتہ اور اپنے بھائیوں کی شہادت کے غم سے بھی نڈھال تھیں اور زہرنے بھی اثر دکھانا تھا، ان وجوہات کی وجہ سے کافی بیمار ہو چکی تھیں اور آپ کے لیے سفر کرنا بہت دشوار ہو چکا تھا، منزل بہ منزل آپ کی کمزوری اور نقاہت بڑھتی گئی، آپ بار بار ملازموں اور مومنین سے دریافت فرماتیں کہ اب شہر قم کتنا دور ہے، حاضرین نے کہا کہ اب فاصلہ کم رہ گیا ہے۔ حضرت معصومہؑ نے فرمایا جلدی سفر طے کرو تا کہ ہم جلد از جلد قم پہنچ جائیں کیونکہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ قم ہمارے شیعوں کا مرکز ہے۔ اہل قم آلِ سعد میں سے تھے، لہذا قم سے جو لوگ ساوہ آپ کو لینے کے لیے پہنچے تھے، ان میں موسیٰ بن خزر، بن سعد، قتی پیش، پیش تھے، آپ نے ساوہ میں پہنچ کر حضرت معصومہؑ سے ان کے بھائیوں کی شہادت کے سلسلے میں تعزیت کی اور درخواست کی کہ آپ قم

تشریف لے چلیں اور وہاں قیام فرمائیں، معظّمہ نے پوچھا، تم یہاں سے کتنی دور ہے، موسیٰ نے کہا یہاں سے دس فرسخ کا فاصلہ ہے، آپ کی سواری جب تم کے لیے روانہ ہوئی تو موسیٰ بن خزرج نے آپ کے ناتے کی مہار پکڑی اور آل سعد عقیدت اور احترام و تکریم و تعظیم کے ساتھ تم میں لائے، تم پہنچ کر آپ نے موسیٰ بن خزرج ہی کے مکان میں قیام فرمایا تھا، جس مکان میں آپ نے قیام فرمایا تھا، وہ محلّہ (میدان میر، چہل پنج متری) میں واقع ہے اور وہاں جناب معصومہؑ کی نماز ادا کرنے کی جگہ (محراب، بیت النور، اب اس مقام پر مسجد و امام بارگاہ اور مدرسہ قائم ہے) بھی موجود ہے، جناب معصومہؑ تم پہنچ کر حضرت امام علی رضاؑ کی شہادت کی خبر ملی، آپ کی اس ٹوٹ گئی اور جس بھائی کی زیارت و ملاقات کے اشتیاق میں آپ نے اتنا طویل و دشوار گزار سفر کیا تھا، وہ مقصد پورا نہ ہو سکا، آپ کا تم میں کل سترہ دن قیام رہا، اس کے بعد اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔

رحلتِ جاں سوز حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا:

بی بی معصومہؑ اس واقعے کے بعد سترہ دن زندہ رہیں اور اسی حالت بیماری میں عبادت انجام دیتی رہیں، بالآخر دس ربیع الثانی ۲۰۱ ہجری میں آپ نے رحلت پائی۔ (اگرچہ اس تاریخ پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، کیوں کہ ۲۰۰ ہجری میں امام علی رضاؑ کا مدینہ چھوڑنا ایک سال بعد بی بی کا مدینہ سے ہجرت اور بصرہ میں قیام اور راستے کی مدت سفر، ربیع الثانی ۲۰۱ ہجری میں بی بی کا قم میں رحلت کرنا قابل غور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ ربیع الثانی ۲۰۲ ھ میں قم تشریف لائیں اور رحلت فرما گئیں، جبکہ امام علی رضا علیہ السلام کی تاریخ شہادت ۲۲ ذی القعدہ ۲۰۳ یا آخر صفر ۲۰۳ ہے، گویا امام کی شہادت بی بی کی رحلت کے بعد ہوئی ہے۔) اور اپنے بھائی کی زیارت کی حسرت لیے ہوئے اس دنیا سے گزر گئیں۔ آپ کی رحلت پر قم کے تمام شیعہ سوگوار ہو گئے اور قم ماتم کدہ بن گیا۔

اہل قم نے پورے اہتمام کے ساتھ آپ کے جنازے کو تیار کیا اور اسی جگہ جہاں آج آپ کی ضريح مبارک موجود ہے، دفن کا ارادہ کیا۔ جب قبر کا انتظام ہو گیا تو مسئلہ پیش آیا کہ کون ہے جو قبر میں اترے اور بی بی کے جنازے کو دفن کرے۔ اس وقت قم کے بزرگوں میں مشورہ ہوا اور ”قادر“ نامی ایک بزرگ کا انتخاب ہوا اور ان کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا گیا تاکہ یہ متقی پرہیزگار آئیں اور اس کام کو انجام دیں۔

اس سے پہلے کہ وہ بزرگ تشریف لاتے، پروردگار کی قدرت و لطف و کرم سے دو اشخاص چہرے پر نقاب ڈالے ایک طرف سے آتے دکھائی دیے اور تیزی

کے ساتھ نزدیک آگئے، ایک نے جسد پاک کو اٹھایا دوسرے نے قبر میں اتر کر جسد کو تھاما اور اس طرح ان دونوں نے آپ سلام اللہ علیہا کو دفن فرمایا۔ دفن کرنے کے بعد کسی سے بھی کلام کیے بغیر وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اسی جانب چلے گئے جہاں سے آئے تھے۔ (۱)

جو لوگ آئمہ کی سیرت کو اچھی طرح جانتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ یہ ہستیاں جو بی معصومہ کے کفن دفن میں شریک ہوئیں یہ دو مقدس اشخاص امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام جواد علیہ السلام تھے۔

آپ دونوں بہ اعجاز امامت خراسان اور مدینے سے طئی الارض کر کے اس سرزمین پر تشریف لائے تھے۔ جب امام موسیٰ کاظم ایک مخلص مومنہ شیطہ کے جنازے میں بہ اعجاز امامت مدینے سے نیشاپور تشریف لے جاسکتے ہیں، اس کے کفن دفن کے مراسم میں شرکت کرتے ہیں۔ امام حسین کی قبر کی خاک اس کے جنازے پر ڈالتے ہیں تو مولاً اپنے شیعوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ وَ مِنْ حَجْرٍ مَّجْرٰی مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ لَا نُدَّ لَنَا مِنْ حُضُوْرٍ حَنَائِزِکُمْ فِیْ اٰیِّ نَلِدُ کُنْتُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَ اَحْسِنُوْا الْاَعْمَالَ لِیُعِیْنُوْنَا عَلٰی خَلَاصِکُمْ وَ فَاِکْ رِقَابِکُمْ مِنَ النَّارِ۔ ”میں اور میرے بعد جو بھی امام ہمارے اہلبیت سے ہماری جگہ پر آتے ہیں، وہ ہمارے جنازے میں شریک ہوتے ہیں، جس شہر میں بھی ہو۔ تم بھی تقویٰ اختیار کرو اور اپنے اعمال کو نیک بناؤ تاکہ ہم تمہیں آتش جہنم سے رہائی

دلوانے کے لیے مدد کریں۔“ (۱) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام اپنے مخلص شیعوں کے جنازے میں شرکت کرتے ہیں۔

البتہ یہ موضوع بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے لیے دوسروں کے مقابلے میں مختلف ہے۔

۱۔ وہ امام رضا علیہ السلام کی ایک ہی بہن ہیں اور اپنے والد کی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام جو کہ مخلص شیعوں کے جنازے میں شرکت فرماتے ہوں کیسے ممکن ہے کہ اپنی اکلوتی بہن جو کہ ان کی آنکھوں کا نور ہے کے جنازے میں شرکت نہ کریں؟

۲۔ بی بیؑ نے کئی سو میل کا فاصلہ اپنے بھائی کے دیدار کے لیے طے کیا، مدینے سے قم تک کا سفر کیا، اب جب کہ وہ ایک اجنبی شہر میں اپنے خاندان والوں سے دور ہوں، کیسے ممکن ہے، ان کے بھائی جو کہ حجت خدا ہیں اور زمین کا تمام اختیار بہ اذن خداوندان کے ہاتھ میں ہو اور وہ اپنی بہن کی ظاہری زندگی کے آخری لمحات میں بے اعتنائی فرمائیں اور آپ کے جنازے میں شرکت نہ کریں؟

۳۔ بی بی امام رضا علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق ”معصومہ“ ہیں۔ یہ لقب امامؑ نے ہی آپ کو عطا کیا تھا۔ اہلبیتؑ کے ضوابط فقہ میں ہے کہ معصوم کا جنازہ معصوم ہی کے ہاتھوں دفن ہو۔ جس طرح بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غسل و کفن و دفن حضرت علیؑ نے انجام دیا، حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غسل دیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

فصل دوم

حضرت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی کرامتیں

حضرت نبی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کی کرامتیں

وہ کام جو انسان کے بس سے باہر ہو اور انبیاء اور اولیاء علیہم السلام سے صادر ہو اُس کو کرامت یا ”معجزہ“ کہا جاتا ہے

”معجزہ“ مادہ ”اعجاز“ سے ہے اور ”اعجاز“ کے لغت میں معنی ہیں ”عاجز کرنا“ یا ”نا تو اں بنانا“ ناممکن بنانا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ایسا کام انجام دینا جس کو کسی بھی شخص نے انجام نہ دیا ہو اور اس کی نظیر نہ ہو۔

حضرت موسیٰؑ کے عصا کا اثر دہے میں تبدیل ہونا، حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کا زندہ کرنا، رسول اکرمؐ کے ہاتھوں پر سنگریزوں کا بولنا اور دوسرے بہت سے خارق العادہ کام جو کہ آپؐ سے صادر ہوئے، قرآن کریم نے بھی ان معجزات کی تصدیق کی ہے۔ پیغمبروں کے ادعائے نبوت کو سچ ثابت کرنے کے لیے معجزہ سب سے زیادہ محکم اور واضح دلیل ہے۔

معجزہ ہمیشہ مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔ معجزہ ہمیشہ نبوت کے دعوے کے ساتھ ہے۔ معجزہ ایک مقصد کے تحت کہا جاتا ہے اور پروردگار کی قدرت معجزے کے ساتھ ہے۔ معجزہ دکھانے کے لیے کسی سے تعلیم و تربیت حاصل نہیں کرنی پڑتی۔ خلاصہ یہ کہ جب کوئی ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک غیر معمولی کام انجام دے تو یہ معجزہ کہلاتا ہے۔ معجزہ اس لیے پیش کیا جاتا ہے تاکہ لوگ خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ و نبیؑ کو دوسرے نفلی دعویٰ نبوت کرنے والوں سے الگ پہچان لیں اور گمراہ نہ ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کی طرح آئمہ علیہم السلام نے بھی اپنی امامت کے اثبات کے لیے

معجزات پیش کیے،۔ کیونکہ پوری تاریخ پر اگر نظر ڈالیں تو واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہؐ کے بعد جھوٹے دعویدار خود کو رسول اکرمؐ کا جانشین ثابت کرنے کی سعی کرتے تھے اگر آئمہؑ اپنے معجزات پیش نہ کرتے تو اصلی اور نقلی جانشین رسولؐ کی پہچان کیسے ہوتی انبیاءؑ اور آئمہؑ نے اپنی زندگی میں بہت سے معجزات دکھائے۔ جن کی قرآن اور عقل نے تصدیق کی ہے۔

وہ عنایات اور معجزات جو انبیاءؑ اور آئمہؑ و اولیاء علیہم السلام کے روضوں پر ظاہر ہوئے ہیں، انہیں ”کرامت“ کا نام دیا جاتا ہے۔ معجزے اور کرامت میں فرق اتنا ہے کہ ”معجزہ“ دعویٰ نبوت و امامت کے ساتھ ہے اور مقابلے کی دعوت دینا ہے اور اس میں انسانوں کی ہدایت بھی مد نظر ہے۔ جب کہ ”کرامت“ میں ”مقابلہ“ اور دعویٰ نبوت و امامت کا نام نہیں ہے۔

حضرت معصومہ علیہا السلام جو کہ ”کریمہ اہلبیت“ کے لقب سے معروف ہیں، آپ کی کرامتوں کو اگر جمع کیا جائے تو ایک الگ ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ یہاں ہم بی بی کی بے شمار کرامتوں میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ سب کرامتیں مصنف علی اکبر مہدی پور نے اپنی کتاب ”کریمہ اہلبیت“ میں تحریر کی ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام واقعات انہوں نے معتبر ترین افراد سے سنے ہیں اور ان کی باوثوق علماء نے تصدیق بھی کی ہے۔

۱۔ چودہ سالہ لڑکی کو فالج سے شفایابی نصیب ہوئی:

مصنف کتاب کریمہ اہلبیتؑ، جب اس کتاب کا کام مکمل کر رہے تھے، اُس وقت یہ کرامت بی بی معصومہؑ کے حرم مطہر میں ہوئی اور سب لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی۔ بی بی کے صحن مطہر میں نقارے بجنے لگے اور ایک گزارش کی صورت میں کئی سو پرچے چھپے اور لوگوں میں تقسیم ہوئے۔ یہ واقعہ پیر کی رات تیسری ذی الحجہ کو ۱۴۱۴ ہجری میں پیش آیا۔ ایک لڑکی جو کہ ۱۴ سال کی تھی اس کا نام رقیہ تھا وہ آذر بائجان غربی سے تعلق رکھتی تھی۔ ۹۴ دن تک وہ پورے جسم کے فالج میں مبتلا تھی، سب ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ مایوس ہو گئے تھے۔ اس کو دو تکلیفیں تھیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ پیروں پر فالج اس طرح تھا کہ بالکل حرکت میں نہ تھے۔

(۲) دوسری یہ کہ سخت کھانسی کا شکار تھی اور کئی کئی گھنٹے کھانستی رہتی تھی۔

اُس کے گھر والے اُس کو اس اسپتال سے اُس اسپتال لیے پھر رہے تھے، یہاں تک کہ تہران کے ایک اسپشلسٹ سے وقت طے ہوا۔ یہ لوگ تبریز شہر سے ہوتے ہوئے قم آئے تاکہ دوسرے دن تہران جائیں۔ اس رات اس لڑکی نے خواب میں دیکھا بقول اس کہ ”جس شب جمعہ طے تھا کہ قم جائیں گے میں نے خواب میں دیکھا کہ چند خواتین سفید پوش سفید گھوڑے پر سوار تھیں اور ہم جہاں تھے وہاں سے ان کی سواری گزر رہی تھی۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا اور فرمایا: ”اے میری بیٹی میں حضرت معصومہؑ ہوں۔ تمہاری شفا و صحت یا بی میرے پاس ہے ضروری نہیں ہے کہ تم ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔“ رقیہ کہتی ہے کہ میں فوراً نیند سے جاگ گئی۔ میں نے اپنے گھر

والوں کو اپنا خواب سنایا۔ پس ہم سب کریمہ اہلبیتؑ کے حرم کی طرف روانہ ہوئے۔ مجھے دو عورتوں نے پکڑا ہوا تھا اور ضرتؑ کے نزدیک لائے۔ میں زیارت پڑھنے میں مصروف تھی۔ اسی اثنا میں مجھے آواز آئی۔ یہ آواز وہی آشنا آواز تھی بی بی مجھ سے فرما رہی تھیں۔ رقیہ کھڑی ہو جاؤ ”چلو“ میں نے تم کو شفا دے دی۔“ رقیہ نے کہا کہ میں زیارت نامہ پڑھتی رہی دوبارہ یہ آواز سنی یہاں تک کہ تیسری مرتبہ یہ آواز سنی کہ ”اٹھو چلو، میں نے تم کو شفا دی ہے میرے ساتھ جو عورتیں آئی تھیں وہ نماز میں مشغول تھیں۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی ایک خاتون نے کہا کہ صبر کرو گر جاؤ گی، ابھی تمہارے ساتھ والوں کی نماز ختم ہو جائے پھر اٹھنا۔ رقیہ کہتی ہے کہ میں خود اٹھی اور تیزی سے ضرتؑ کی طرف جانے لگی ضرتؑ سے لپٹ گئی۔ گریہ وزاری کر رہی تھی، بی بی کا شکریہ ادا کر رہی تھی سب زائرین خواتین جنہوں نے مجھے دیکھا تھا کہ مجھے دو عورتیں تھام کر لائی تھیں اور اب میں اپنے پیروں پر کھڑی ہوں۔ سب نے مجھے گھیر لیا۔ مجھے میری رشتے دار عورتوں نے بمشکل اس رش سے جدا کیا، یہ وہ عظیم منظر تھا کہ جس کو سب عورتوں نے آنکھوں سے دیکھا اور عظمت بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا مشاہدہ کیا۔

۲۔ مشہد مقدس سے قم کی طرف شفا کے لیے دعوت

یہ بالکل نئی کرامت بی بی معصومہؑ ہے جس کے بیان کرنے والے کی ویڈیو آستانہ قم المقدس میں موجود ہے۔

ایک شخص بنام ابوالفضل مازندران کا رہنے والا ہے، تین سال سے شہر مشہد میں مقیم تھا، اس کی کمر میں سخت درد تھا، دونوں پیروں پر فالج تھا۔ اسی وجہ سے ویل، چیئر استعمال کرتا تھا، ان تین برسوں میں اس نے کئی اسپتالوں میں علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضے پر آیا اور کہنے لگا۔ اے مہربان امامؑ میں ہر طرف سے مایوس ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں، حضرت امام حسینؑ کی ولادت کی شب تھی، پوری رات میں نے اس جشن میں شرکت کی، امام علی رضاؑ سے توسل کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا، جب حرم مطہر سے باہر آیا تو میں نے آقا سے فریاد کی یا امامؑ آپ تو غیر مسلموں کی حاجت روائی کرتے ہیں، مجھ پر عنایت کیوں نہیں کی، میں تو آپ کا شیعہ ہوں اور آپ کے شہر کا رہنے والا ہوں۔ گھر واپس آیا اور ارادہ کیا کہ اب جب امامؑ کے حضور جاؤں گا تو ان کی بہن حضرت معصومہؑ کو شفع قرار دوں گا، امامؑ کو ان کی بہن کی قسم دوں گا۔ چار شعبان تھی، میں نے خواب دیکھا کہ ”بی بی معصومہؑ میرے گھر تشریف لائی ہیں، فرماتی ہیں کہ ”قم آؤ تاکہ تمہیں شفا دوں۔“ میں خواب سے بیدار ہوا تو گھر والوں کو خواب سنایا، چند دن گزرے دوبارہ بی بی کو اسی کامل حجاب کے ساتھ دیکھا، فرماتی ہیں ”قم کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کی، بی بی اس حال میں جب کہ دونوں پیروں مفلوج ہیں قم کیسے آؤں، مجھے یہیں پر شفا دے دیں فرمایا: ”قم آؤ“ جیسے ہی نیند سے بیدار ہوا، اس نے قم کے لیے ارادہ کیا۔

دو افراد کو جو رشتے دار تھے ساتھ لیا اور قلم آگئے۔

مجھے ضرر تح کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ دعا، توسل اور گریہ و زاری کے بعد مجھے نیند آگئی خواب میں بی بی کو دیکھا کہ سر تاپا حجاب میں نورانی ہیں اور ایک پیالی آگے بڑھ کر مجھ سے فرماتی ہیں، یہ چائے پی لو اور کھڑے ہو جاؤ، تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے۔ خواب سے بیدار ہوا اور مجھے احساس ہوا کہ میرے پیروں میں جان آگئی ہے اور مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ خود کو ضرر تح سے لپٹا لیا اور فریاد کرنے لگا کہ ”مجھے بی بی نے شفا دے دی ہے۔“ (۱)

۳۔ آیت اللہ عبد اللہ مجد فقہی کی بیٹی کی زندگی لوٹ آئی

آیت اللہ عبد اللہ مجد فقہی جو قرآن و عترت ”ہاسٹل“ کے بانی ہیں، اس کرامت کو سب کے لیے ایک محفل میں بیان کرتے ہیں کہ ”جب ہم قم میں نئے نئے ساکن ہوئے تو میری چھوٹی بچی بیمار ہو گئی، بہت علاج کرایا، لیکن افاقہ نہ ہوا، بستر مرگ پر آ گئی، دفن کے انتظامات ہونے لگے، میں ایک ڈاکٹر کے پاس گیا تاکہ وہ آکر اس کو چیک کر کے بتائے کہ وہ اب زندہ ہے یا نہیں ہے۔

راستے میں حرم مطہر نظر آیا، جیسے ہی گنبد پر نظر پڑی، بی بی سے عرض کی اے بی بی دو عالم ہم آئے تھے آپ کی پناہ میں کہ آپ کے نزدیک زندگی گزاریں، آپ کیسے راضی آئی کہ ہم شروع زندگی میں غمگین ہو جائیں۔ اور یہ دکھ لگالیں۔“ یہ دل میں کہتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا ڈاکٹر سے ڈیڑھ ٹھٹھٹھ لیا، گھر کی طرف چل دیا، گھر جا کر دیکھا تو بچی کی زندگی دوبارہ لوٹ آئی تھی، اس کے چہرے سے موت کے آثار بالکل ختم ہو گئے تھے۔ وہی بچی آج ماشاء اللہ شادی شدہ ہے اور دو بچوں کے ساتھ خوش و خرم، تندرست و شاداب زندگی گزار رہی ہے۔ (۱)

۴۔ بی بی مہمان نوازی کریں:

ایک مجتہد تقلید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کربلا سے آیا، اس نے یہ واقعہ ان مجتہد سے بیان کیا کہ جب یہ لوگ کربلا سے ایران (قم) آئے، چھ یا پانچ مہینے ہو گئے تھے گھر کا کوئی انتظام نہیں تھا، وہ بہت پریشان تھا۔ کہتا ہے کہ میں حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم آیانا میں نے سلام کیا نہ زیارت نامہ پڑھا اور ضریح کو بھی بوسہ نہیں دیا دروازے کے کنارے کھڑا ہو گیا اور کہا، ”اے دختر موسیٰ بن جعفر“ کیا مہمان نوازی یہی ہوتی ہے۔“ یہ کہہ کر حرم سے باہر آ گیا، ابھی حرم کے بیچ صحن میں نہیں پہنچا تھا کہ ایک جاننے والے کو دیکھا کہ بہت تیزی سے میری طرف آ رہا ہے، کہنے لگا۔ ”تم نے فلاں کو گھر کے لیے کہا تھا، کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ابھی کچھ پتا نہیں چلا۔ اس نے کہا کہ مجھے ایک گھر کا پتا ہے اگر تمہیں پسند آئے تو چل کر دیکھ لو، معاملہ کر لو۔“ ہم گئے، دیکھا، پسند آ گیا۔ یہ بی بی کے وجودِ بابرکت کی وجہ سے ہوا کہ اسی دن اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے۔ (۱)

۵۔ گناہوں سے پاک کرنا:

حجۃ الاسلام والمسلمین آقا شیخ حاج اسماعیل حسین زادہ جو کہ بلند درجے کے علماء و فضلاء میں شمار ہوتے ہیں، مرحوم حاج میرزا تقی سے جو کہ حوزہ علمیہ قم کی بڑی شخصیت ہیں، نقل کرتے ہیں کہ ہم صحن حضرت معصومہؑ میں بیٹھے تھے کہ آقا میرزا تقی مرحوم نے کہنا شروع کیا کہ ”ایک دن میں یہیں بیٹھا تھا، حالتِ مکاشفہ تھی مجھے کچھ محسوس ہوا دیکھا کہ ایوانِ طلاء میں بہت سی جگہ نہانے کی بنی ہے جیسے پانی کے نیچے سے نکلا جائے، میں نے دیکھا کہ حرمِ مطہر سے جو زوار بھی نکلتا ہے اس پانی کے نیچے سے مکمل دوش لے کر صاف ستھرا ہو کر اپنی راہ پر جاتا ہے اور کوئی بھی زائر بغیر غسل کے نہیں رہتا، سب اس پانی سے پاک و صاف ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔“ میری یہ حالت دس سے پندرہ منٹ رہی، پھر آنکھیں وہی نارمل دیکھنے لگیں۔

”یعنی بی بی کے روضے سے ہر شخص گناہوں سے دُور، پاک و صاف ہو کر جاتا ہے۔“ (۱)

۶۔ گناہوں سے پاکی کا ایک اور مکاشفہ:

حجۃ الاسلام آقا صادق نصیری سرابی مؤثق اور معتبر عالم تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ”میں حرم مطہر میں بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کے سر ہانے بار بار عالم مکاشفہ میں گیا اور دیکھا کہ بی بی کے زائرین کے سروں پر پانی ڈالا جاتا ہے۔“ یہ حقیقت ہے کہ بی بی شفیعہ روز جزا ہیں جو بھی بی بی کی زیارت کو آتا ہے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور یہ امر بھی بخوبی واضح روشن ہے کہ جو بھی بہشتی ہو گا وہ چونکہ پہلے گناہ گار ہے، جنت میں جانے سے پہلے اس کو یہ غسل کرنا ضروری ہے۔“ (۱)

۷۔ بی بی کی نیابت میں مدد کرنا:

آیت اللہ باقر آلطی جو مدرسۃ الامام المہدی کے بانی ہیں، بی بی کی بہت سی کرامات کے عینی شاہد ہیں، فرماتے ہیں کہ ”میں جمعہ کی شام کو حرم مطہر نہیں جاتا تھا، سوچتا تھا کہ میں تو ہمیشہ یہاں ہوتا ہوں، عصر جمعہ کو زائرین زیادہ ہوتے ہیں وہ آرام سے زیارت کر لیں۔ کیوں ان کے لیے جگہ تنگ کروں؟ ایک دن جمعہ کی شام کو حرم مطہر چلا گیا دل میں خیال آیا کہ یقیناً اس کام میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے کہ آج میرے قدم خود بخود حرم آگئے۔ میں نے بی بیؑ کے حضور عرض کی کہ میرے دل میں ہے کہ آج آپ اپنے کسی حاجت مند کو میری طرف راہنمائی کریں تاکہ کچھ رقم میرے پاس ہے، میں اُس کی حاجت روائی کروں۔ یہ کہہ کر میں حرم کے ایک کونے میں چلا گیا۔ کوئی خبر نہ تھی کہ کوئی میرے پاس آئے حرم میں ادھر ادھر گیا، نظر دوڑائی، کوئی حاجت مند نہیں آیا۔ بس بی بیؑ سے عرض کہ کہ آج آپ سے ایک تمنا کی تھی لیکن پوری نہ ہوئی۔“ ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ ایک بڑے عالم جو کہ ایک شہر میں امام جماعت تھے، میری طرف آتے دکھائی دیے۔ ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے، بس میں سمجھ گیا خود آگے بڑھا اور ان سے پوچھا، کیا کوئی پریشانی ہے؟ کہنے لگے آج ضروری کام سے تہران جانا تھا، صبح سے پریشان تھا کہ پیسوں کا انتظام کیسے کروں پھر حرم مطہر آ گیا، بی بیؑ سے متوسل ہوا تاکہ میری مدد کریں۔“ ان کی بات سننے کے بعد میں نے کہا کہ یہ پیسے لیں قبول کیجیے، میں نے اسی کام کے لیے رکھے تھے۔“ میں نے بی بیؑ کا شکریہ ادا کیا کہ مجھے آج اپنا نائب قرار دیا۔ (۱)

۸۔ بی بی نے آپریشن سے نجات دلوائی:

آقائے اطہی جن سے گزشتہ واقعہ نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ آقا سید احمد وضائی کی بہن بیمار تھیں اور ڈاکٹر نے آپریشن کا کہا تھا، یہ بات طے تھی کہ بدھ کو آپریشن ہو۔ یہ خاتون شب جمعہ کو بی بی کے حرم مطہر میں بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا سے توسل کرتی ہیں کہ ”اے بی بی دو عالم، آپ جانتی ہیں کہ ایک عورت کے لیے کتنا سخت ہے کہ وہ نامحرم مردوں کے آگے آپریشن کرائے، بی بی آپ کیسے راضی ہوں گی کہ میں اس روجی رنج کو اٹھاؤں اور نامحرموں کے سامنے جاؤں۔“ اتنا کہہ کہ یہ حرم سے باہر آ گئی۔

جس دن طے تھا کہ یہ تہران جائیں ڈاکٹر نے چیک اپ کرنے کے بعد ٹیسٹ کروایا اور کہا کہ تم کو آپریشن کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اسی دن گھر واپس آئیں اور بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا کا شکریہ ادا کیا۔ (۱)

۹۔ تم مقدس کی زیارت مشہد مقدس کی زیارت کے مساوی ہے:

ایک خاندان مشہد سے تم ہجرت کر کے آیا، اس خاندان کی خاتون بہت مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ کہتی ہیں کہ میں ہر وقت امام علی رضا علیہ السلام کے حرم کے لیے گریہ کرتی تھی اور بہت غمگین رہتی تھی۔

ایک دن روتے روتے آنکھ لگ گئی خواب میں دو نقاب پوش نورانی خواتین کو دیکھا وہ مجھے تسلی دینے لگیں اور مجھ سے پوچھا کہ ”کیوں غمگین ہو؟“

میں نے جواب دیا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے دل اُداس ہے۔ ان میں سے ایک خاتون نے فرمایا کہ ”تم اب تم میں رہتی ہو، تم کو چاہیے کہ روزانہ حرم مطہر جاؤ، یہ اسی طرح ہے جسے مشہد مقدس ہے، یہاں اور وہاں میں کوئی فرق نہیں۔“

اس عورت نے کہا کہ ”بی بی آپ کون ہیں۔“ انہوں نے فرمایا ”میں حضرت معصومہ ہوں۔“

اس وقت انہوں نے چہرہ سے نقاب اٹھایا جس سے میرا گھر روشن ہو گیا۔ میں نے پوچھا یہ دوسری خاتون کون ہیں۔

آپ نے فرمایا ”یہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔“ (۱)

۱۰۔ بی بیؑ کی پناہ میں:

سید جعفر میر عظیمی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ مجھے محترم آقا جانی نے بتایا کہ میں سات سال کا تھا جب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک اونٹ میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور میں اس کے ڈر سے حرم معصومہ سلام اللہ علیہا میں جا کر پناہ لیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ خواب دیکھنے کے کچھ دن بعد مجھے سانس کی تکلیف ہو گئی اور ڈاکٹر نے مجھے لا علاج قرار دے دیا۔ میرے والدین بہت پریشان تھے، ایک دن میری والدہ بہت پریشانی میں بی بی معصومہ کے حرم چلی گئیں اور بی بی سے توسل کیا ان کو امام جواد علیہ السلام کا واسطہ دیا، خدا نے بی بی کے صدقے میں شفا عنایت فرمائی، تب مجھے اُس خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی۔ (۱)

۱۔ معذور کو شفا مل گئی:

حجۃ الاسلام آقا شیخ محمود علمی متوفی ۱۳۵۵ھ جو مرحوم آیت اللہ حائری یزدی کے ہم عصر تھے، ان سے یہ بات نقل ہے کہ وہ ایک دن حرم کی طرف آرہے تھے، ایک شخص کو دیکھا وہ زمین پر گھسٹ گھسٹ کو ہاتھوں کی مدد سے چل رہا تھا اور حرم کی طرف جا رہا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں اس کے قریب گیا اور پوچھا کہ کیا میری مدد کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا، دعا کریں میں قفقاز (قدیم روس) سے آیا ہوں تاکہ دختر باب الحوائج سے شفا لے کر جاؤں۔

آقائے علمی کہتے ہیں دوسرے دن حرم میں اعلان ہو رہا تھا، حضرت معصومہؑ نے ایک اپانچ کو شفا عطا فرمائی ہے، میں نے توجہ نہ کی۔ اس کے دوسرے دن ہمیں قافلے کے ساتھ کر بلا جانا تھا، جب ہم عراق سے چند فرسخ کے فاصلے پر تھے، کیا دیکھتا ہوں وہی شخص اپنے پاؤں پر چل رہا ہے میں اُس سے جا کر ملا، اُس نے بتایا کہ بی بی معصومہؑ کے صدقے میں مجھے شفا مل گئی ہے۔ (۱)

۱۲۔ خادم حرم کی بے احترامی کی سزا:

خادم حرم آقائی علی عبدی اپنی ڈیوٹی کے سلسلے میں حرم میں کام کر رہا تھا، اس نے دیکھا کہ ایک خاتون جو بے پردہ ہے حرم میں بیٹھی ہوئی ہے، یہ ان کے نزدیک گیا اور کہا محترمہ حرم کا احترام کریں۔ معظمہ کے سامنے بے پردگی مناسب نہیں ہے۔ ابھی بات ہو رہی تھی کہ اس کا شوہر وہاں پہنچ گیا، اُس نے اپنی بیوی سے سوال کیا کہ کیا بات ہے بیوی نے بے اعتنائی سے جواب دیا کہ یہ تنگ کر رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ اس کے شوہر نے ایک زوردار طمانچہ اس خادم کو دے مارا اس خادم نے اس شخص کو کچھ نہ کہا اور سیدھا بی بی کی ضرورتِ اقدس پر جا کر رونا شروع کر دیا اور اس شخص کی شکایت کرنے لگا کہ ”بی بی“ میں تو آپ کے احترام میں اس کو امر بالمعروف کر رہا تھا۔“ ابھی اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس خاتون کے چیخنے کی آواز بلند ہوئی۔ اسی وقت ایک عقرب بچھو نے اس کو ڈس لیا تھا، اس کا شوہر آگے بڑھا، عقرب کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل دیا لیکن عقرب اپنا کام کر چکا تھا۔ حرم کے خادمین نے اس کو ایک قالین میں لپیٹا اور نزدیک ایک اسپتال لے گئے۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ ایک فوجی کرنل کی بیوی تھی۔ بعد ازاں اس کا شوہر فوراً متوجہ ہوا، اس نے حرمِ معصومہ میں حاضری دی اور بی بی سے معافی مانگی، پھر اس خادم کے گھر جا کر اس معذرت طلب کی، اس کو ہر مہینے پندرہ سو تومان دینے کا وعدہ کیا اور جب تک زندہ رہا، دیتا رہا (۱)

۱۳۔ حضرت معصومہؑ اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف:

حجۃ الاسلام سید احسان بنز واری تو یسر کانی سے حجۃ الاسلام علی اکبر مہدی پور نقل کرتے ہیں کہ ان کے دوست نے یہ خواب ان سے نقل کیا ہے کہ ایک رات میں حرم معصومہؑ میں تھا اور دیوار کے ساتھ بیٹھ کر دعا مانگ رہا تھا، اسی دوران اونگھ آگئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک سید بزرگوار نماز پڑھ رہے ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ امام زمانہؑ تشریف لائے ہیں، میں بھی نزدیک گیا، حضرت اسی دوران ضریح کے نزدیک چلے گئے میں نے وہاں جا کر اپنی حاجت اُن سے طلب کی تو آپ نے فرمایا: لَا اَنَا مَا اجاسر علی عمتی۔ میں اپنی پھوپھی کے ہوتے ہوئے جسارت نہیں کر سکتا۔ (یعنی ان معصومہؑ سے حاجت طلب کرو)

۱۲۔ امام زمانہؑ کی بی بی معصومہؑ سے گفتگو:

مرحوم کا تو زیارتہرانی تحریر کرتے ہیں کہ ہم میں ایک جید عالم سید عبدالرحیم نے خود یہ واقعہ ان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں مزار شیخان جو حرم کے باہر ہے، وہاں سے گزر رہا ہوں، ایک گھوڑے سوار کوچہ گزر خاں کی طرف سے باہر آئے جو نورانی بہت نورانی صورت والے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک شخص نے آواز دی کہ حضرت حجتؑ تشریف لے آئے اور مجھے میرے نام سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ گھوڑے کی لگام تھامے رکھو کہ میں اپنی پھوپھی کی زیارت کر لوں۔ اصحاب حضرت حجتؑ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ سب حرم میں داخل ہوئے، حرم میں کوئی خادم موجود نہیں تھا، حضرتؑ اندر تشریف لے گئے، میں حضرتؑ کو دیکھ رہا تھا، کوئی دیوار حضرتؑ کے دیدار میں مانع نہ تھی، پھر آپؑ نے حضرت معصومہؑ سے کچھ باتیں کیں، لیکن میں سمجھ نہیں سکا۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے، کس طرف گئے میں نے نہیں دیکھا۔ (۱)

۱۵۔ امام زمانہ اور زیارت معصومہ:

مرحوم شیخ محمد علی انصاری مولف کتاب کریمہ اہل بیت آقائے مہدی پور کو اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں معصومہ کے حرم میں ہوں کہ آواز بلند ہوئی، امام زمانہ تشریف لائے ہیں، اُن کے قدم مبارک زمین پر نہیں تھے۔ بلکہ ہوا میں تھے۔ آقائے انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت حجت بی بی معصومہ کے حرم میں زیارت کرنے کے بعد مدرسہ آقائے گلپایگانی تشریف لے گئے، اس کے بعد خیابان آذرکار رخ کیا اور حضرت موسیٰ بن مرقع کے روضے میں تشریف لے گئے۔

(موسیٰ مرقع حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بلا فصل فرزند ہیں، جنہوں نے قم میں چالیس سال تک زندگی بسر کی اور سن ۲۹۶ ہجری ۲۲ جمادی الثانی کو اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔)

۱۶۔ بی بی کی نصیحت

حجت الاسلام شیخ عبدالکریمی شند آبادی بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک متحدین دوست جو عالم دین تھے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت معصومہ کے حرم کے دروازے پر ہوں وہاں آواز بلند ہوئی، امام عصر تشریف فرما ہو رہے ہیں وہ کہتے ہیں۔ میں رک گیا۔ جب حضرت باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت سے عرض کی، آٹا ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ حضرت میری طرف دیکھ کر سر جھکا کر فرمانے لگے، ہم تمہارے ہاں ضرور آتے تم ہمارے ماننے والوں میں سے ہو لیکن تمہارے گھر میں ہمارے دشمنوں کی کتابیں موجود ہیں اور تمہارے گھر کے قالین پر ایسے نقش و نگار ہیں، جن کو مومن کے گھر میں نہیں ہونا

چاہیے۔ آقائے کریمی کہتے ہیں جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا ویسے ہی میرے گھر میں تھا۔

۱۷۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؑ اور زیارت حضرت بی بی معصومہؑ:
شیخ صاحب الزماني نے عالم خواب میں دیکھا کہ حرم حضرت بی بی معصومہؑ کے دروازے پر لوگ جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے نہیں دیتے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو خدا مومن نے کہا کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؑ تشریف لائی ہیں۔ وہ حضرت معصومہؑ کے ساتھ جو گفتگو ہیں۔

۱۸۔ معصومہؑ کے پاس جاؤ:

حضرت آیت اللہ بہجت کے بارے میں مرقوم ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے حاجت طلب کی تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ حضرت معصومہؑ کے پاس جاؤ۔ میں وہاں گیا تو انہوں نے میری حاجت روائی کی۔ (۱)

۱۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام اور زیارت حضرت معصومہؑ:

سیدہ فاطمہ طباطبائی مشہور بی بی اعلاء بہت ہی نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں حضرت معصومہؑ کی زیارت کے لیے گئی تو اندر جانے نہیں دیا گیا، بہت رش تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے بتایا گیا کہ امام جواد علیہ السلام اپنی پھوپھی کی زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ (۲)

jabir.abbas@yahoo.com

فصل سوم

بی بی معصومہ کی زیارت کے آداب و فضائل

لفظ ”زیارت“

لفظ ”زیارت“ کے مختلف معنی ہیں، من جملہ دیدار پیشوا، رغبت، سفر کے لیے آمادہ ہونا، پلٹنا، تیز سواری، گوشہ چشم، اپنے مقصد کی طرف روانگی، اپنے نفس کی اصلاح، سینہ، مہمان کی عزت وغیرہ۔ (۱)

بہت دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تمام معنی زائرین کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں کیونکہ ہر زائر مقامات مقدسہ کے دیدار کا مشتاق ہوتا ہے۔ ہر شخص حرم الہی میں جانے کا خواہش مند ہے۔ اپنے کاروبار و تجارت، ملازمت کی طرف سے آنکھیں پھیر کے سفر کی مشکلات کی پروا کیے بغیر سفر کی تیاری کرتا ہے۔

دور دراز کے راستے پر جانے کے لیے سفر کے سامان فراہم کرتا ہے تیز ترین سواری کا انتخاب کرتا ہے، اپنے محبوب سے اس امید پر ملنے کی تمنا کرتا ہے کہ شاید وہ ایک لمحہ اسے دیکھ لے اور اس کے آنے کو قبول کر لے۔

سب سے اہم قدم جو زائر زیارت کے لیے اٹھاتا ہے، وہ معنویت کا ہے جو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اُس کی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اس سفر میں اپنے عاشق کے حضور حاضر ہو

اپنے گھر والوں کو خدا حافظ کہہ کر جنگل و بیابان کے درمیان سے گزرتا ہوا خود کو سب سے دور کرتا ہوا اپنے عاشق سے ملنے کے شوق میں بے قرار ہوتا ہے۔

اپنے گناہوں کے بوجھ کو غسلِ توبہ اور غسلِ زیارت سے کم کرتا ہوا یہ کوشش کرتا ہے کہ اب کبھی گردِ گناہ بھی اس پر نہ پڑے۔

سیلاب کی مانند اس کے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں حرم اور بارگاہ ملکوتی معصوم کو دیکھ کر روشن ہو جاتی ہیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، عشق کی آگ بڑھ جاتی ہے، وہ چاہتا ہے فوراً ضرتِ اقدس کے نزدیک پہنچ جائے۔

وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنی صورت کو ضرتِ کی جالی سے مَس کر دے، کیونکہ اسے امید ہوتی ہے کہ جب اُس کی گناہ آلود صورت اس جالی سے مَس ہوگی تو یقیناً اس کی بخشش کا انتظام ہوگا۔ وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر شکر کرتا ہے کہ اس نے اپنے اس مقدس مقام کی زیارت نصیب کی۔

ایک امید کے ساتھ اشکِ ندامت بہاتا ہے اور مکمل ارادہ کرتا ہے کہ وہ اب گناہ نہیں کرے گا۔ پھر اپنے محبوب کی عنایت کا منتظر ہو جاتا ہے کہ وہ مہمان ہے اور یہ صاحبِ کرامت میزبان ہیں۔ (۱)

آدابِ زیارت:

اس سے پہلے کہ خاندانِ عصمت و طہارت کی زیارت کے لیے جائیں، بہتر ہے کہ چند نکات کی طرف توجہ ہو، جنہیں ہم آدابِ زیارت کے عنوان سے ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

۱۔ زیارت کے پورے سفر میں گناہوں اور بے ہودہ کاموں سے سختی سے پرہیز کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ یہ مانع قبولیتِ زیارت اور دوسرے اعمال بن جائیں۔

۲۔ مظلوم کربلا سید الشہداء حضرت امام حسین کی زیارت کے سوا باقی تمام

- زیارتوں پر جانے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔
- ۳۔ زیارت پر جانے سے پہلے وضو ضرور کرے۔
- ۴۔ نیا لباس یا پاکیزہ لباس پہنے۔
- ۵۔ خود کو معطر کرے، یعنی خوشبو لگائے۔
- ۶۔ حرم میں جانے سے پہلے ایسے کھانوں سے پرہیز کرے، جن میں خاص بو ہو اور اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔
- ۷۔ روایات کے مطابق اگر کوئی زیارت کا غسل کرے تو رات کا غسل صبح تک کے لیے اور دن کا غسل رات تک کے لیے کافی ہے۔
- ۸۔ حرم کے دروازے پر کھڑے ہو کر اذن دخول پڑھے اور جب رقت پیدا ہو، اشک شوق جاری ہوں سمجھ جائے کہ اجازت مل گئی ہے، پھر حرم میں داخل ہو۔
- ۹۔ چونکہ حرم مطہر انبیاء اور فرشتوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے لہذا مکمل خضوع اور خشوع کے ساتھ حرم میں داخل ہوا جائے۔
- ۱۰۔ باطنی خشوع کے ساتھ ہاتھ ظاہری ادب کا بھی لحاظ رکھا جائے۔
- ۱۱۔ جب کوئی کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے تو کتنا اپنے لباس کا، چلنے کا اور بولنے کا خیال رکھتا ہے، جب کہ حرم اہلیت جو کہ بادشاہوں کے بھی داخلے کی جگہ ہے اور ہم سب ان کے در کے غلام ہیں، بس جتنی بھی رعایت کی جائے کم ہے۔
- ۱۲۔ حرم میں داخل ہوتے وقت پیشانی کو زمین پر نہ رکھا جائے تاکہ دشمنان اہلیت ہم پر سجدہ کرنے کی تہمت نہ لگائیں، اور سجدہ صرف خدا کے لیے ہے۔
- ۱۳۔ حرم میں بلند آواز سے گفتگو نہ کی جائے۔

۱۴۔ دوسرے زاثرین کے لیے کسی قسم کی کوئی پریشانی پیدا نہ کی جائے۔

۱۵۔ اگر کسی زاثر کو کوئی بات سمجھانی ہو تو موڈ بانہ لہجے میں اچھے انداز سے سمجھائی جائے۔

۱۶۔ معصومین کے حرم میں قبلے سے ہٹ کر اور ضریح کی طرف رخ کر کے زیارت پڑھیں۔ لیکن امام زادوں کے حرم میں بالائے سر قبلے کی طرف رخ کر کے زیارت پڑھیں۔

۱۷۔ پوری کوشش کریں کہ زیارتِ ماثور کو توجہ اور تلفظِ کامل کے ساتھ مع ترجمے کے پڑھیں۔

۱۸۔ زیارت کے بعد دو رکعت نماز بالائے سر ضریح یا حرم سے متصل مسجد میں ادا کریں۔

۱۹۔ زیارت کی دو رکعت نماز میں بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ مبارکہ الیٰس پڑھیں اور دوسری میں الحمد کے بعد سورہ مبارکہ الرحمن پڑھیں۔

۲۰۔ نمازِ زیارت کے قنوت میں اپنی اور مومنین کی پریشانیوں کے دور ہونے کی دعا کی جائے۔

۲۱۔ زیارت اور نماز کے بعد دعائیں اور مناجات پڑھی جائیں، جن میں دعائے ”مکارم الاخلاق“ اور ”عالیہ المضامین“ کے پڑھنے میں غفلت نہ کی جائے۔

۲۲۔ خداوند تعالیٰ کو ان امام یا امام زادہ کہ جن کی زیارت گوارہ ہے، ان کے حق کی قسم دے کر دعا کی جائے، ان کی شفاعت سے ہمیں مجرم نہ فرمائے۔

۲۳۔ تمام حاجتوں کے ساتھ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کی دعا

کی جائے۔

۲۴۔ نماز زیارت اور دعا کے ساتھ دوسروں کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے (کہیں ایسا نہ ہو کہ زائرین کے پیر پیکل جائیں یا دھکے لگ جائیں) آہستہ آہستہ خود کو ضریح مقدس سے مس کرے اور اپنے خدا سے راز و نیاز کرے۔

۲۵۔ ماں باپ، بہن بھائی، رشتے دار، دوست احباب، پڑوسی اور جنہوں نے التماس دعا کیا تھا، ان سب کی نیابت، امیر المومنین علیہ السلام کے تمام شیعوں کی نیابت میں زیارت کرے۔

۲۶۔ حرم مطہر میں قرآن کریم کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب صاحب حرم کو ہدیہ کر دے۔

۲۷۔ معصومین علیہم السلام کے حرم میں نماز واجب یا مستحب کو ایسی جگہ نہ پڑھا جائے کہ معصوم کے آگے حساب ہو، یعنی اس بات کو سختی سے منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ ضریح کے برابر بھی نہ پڑھیں چونکہ حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداہ نے اپنی توفیق شریف میں فرمایا ہے ”نماز معصومین کے حرم میں امام کے پیچھے کی طرف پڑھی جائے اگر قبر کے آگے نماز پڑھی جائے تو ہرگز جائز نہیں ہے کہ امام کے آگے یا دہنی طرف الٹی طرف یا پڑھی جائے، بلکہ قبر سامنے ہو اور نمازی پیچھے۔“ (۱)

۲۸۔ امام زادوں کے حرم میں بھی ادب کا تقاضا ہے کہ ان کی قبور کے آگے نماز نہ پڑھی جائے بلکہ ان کے محل دفن سے کچھ دور کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے۔

۲۹۔ مستحی نماز کے دوران اگر نماز جماعت شروع ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس نماز

کو چھوڑ کر نماز جماعت ادا کرے۔

۳۰۔ حرم سے باہر نکلتے وقت ضرتح کی طرف پشت کرتے ہوئے نہ نکلے۔

۳۱۔ کوشش کرے کہ حرم میں جتنی دیر بھی رکے خضوع و خشوع کے ساتھ رہے۔

۳۲۔ جتنے دن زیارت کی غرض سے شہر میں مقیم ہو، کوشش کرے کہ ہر روز حرم مطہر

کی زیارت کرے اور اپنی نمازوں کو حرم مطہر میں ادا کرے اور اگر ممکن ہو تو نماز جماعت میں شرکت کرے۔

۳۳۔ زیارت گاہوں پر جتنے دن بھی قیام کرے، اپنی تمام قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اصلاح نفس کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

۳۴۔ تمام مرحومین کی نیابت میں زیارت کرے۔

۳۵۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہم کی نیابت میں زیارت کرے۔ اس طرح انسان کے اندر معنویت پیدا ہوتی ہے اور زائر اور زیادہ ادب کی رعایت کرتا ہے۔

۳۶۔ زیارت وارثہ، زیارت عاشورہ، زیارت امین اللہ اور زیارت جامعہ کبیرہ کو حتی المقدور پڑھا جائے۔

۳۷۔ زیارت حضرت معصومہ علیہا السلام کرتے وقت تمام معصومین علیہم السلام کو حاضر و ناظر جان کر سلام کیا جائے، کیونکہ حرم معصومہ کو حرم آئمہ طاہرین کا درجہ حاصل ہے

۳۸۔ حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم میں اہلبیت اطہار کے خاندان کی کچھ خواتین بھی دفن ہیں، ان کی زیارت میں غفلت نہ کی جائے، کم از کم سب کی زیارت کی نیت سے ایک سلام اس طرح ضرور کیا جائے۔

”الْسَّلَامُ عَلَيْنَا يَا بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“

(سلام ہو آپ (سب) پر اے رسول اللہ کی بیٹیوں)

وہ خواتین جو حرم مطہر معصومہ میں دفن ہیں :

۱۔ میمونہ دختر موسیٰ مبرقع امام جوادی کی پوتی۔

۲۔ ام محمد دختر موسیٰ مبرقع امام جوادی کی پوتی

۳۔ ام قاسم دختر علی کوکی

۴۔ ام اسحاق محمد فرزند موسیٰ مبرقع کی کنیز (جاریہ)

۵۔ ام حبیب۔ ابوعلی امام رضا کے پوتے کی کنیز (جاریہ) (۱)

۳۹۔ حرم مطہر سے آخری مرتبہ واپسی پر زیارت و وداع پڑھی جائے اور خداوند

تعالیٰ سے دوبارہ زیارت کے لیے آنے کی توفیق طلب کی جائے۔

۴۰۔ زیارت سے واپسی پر پوری کوشش کرے کہ زیارت کا نور اس کی پیشانی پر

باقی رہے اور گناہ کرنے سے اس نور کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

حضرت معصومہؑ کی زیارت کی فضیلت پر دس احادیث

چودہ معصومین علیہم السلام کی زیارات کے بعد کسی نبی علیہ السلام یا اولیاء اللہ کی زیارت کی اتنی تاکید و ترغیب اور سفارش نہیں کی گئی، جتنی حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے لیے حکم ہے۔ معتبر روایت کے مطابق تین معصومین علیہم السلام نے آپ کی زیارت کی ترغیب اور تشویق فرمائی ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تاکیدوں میں وہ روایت بھی شامل ہیں جو آپ معظمہ، شفیعہ روز جزا کی ولادت سے پہلے بیان کی گئی تھیں۔ ان ہی روایات میں ایک وہ روایت بھی شامل ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے تب ارشاد فرمائی جب کہ آپ کے فرزند موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔

آپ کی زیارت کی فضیلت اور اس کا اجر و ثواب تین معصوم زبانوں نے ”جنت“ معین فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں اسی ضمن میں کچھ اور عنوان درج ذیل ہیں۔ آپ کی زیارت کرنے والا:

۱۔ اہل بہشت سے ہوگا۔

۲۔ بہشت اُسی کے لیے ہے

۳۔ اُس پر جنت واجب ہے

۴۔ آپ کی زیارت جنت کے برابر ہے۔

۵۔ آپ کی زیارت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے برابر ہے۔

چند وہ احادیث جو کہ آپ کی زیارت کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں:

حدیث اول:

شیعہ محدثین کے پیشوا شیخ صدوق علیہ الرحمہ معتبر سند کے ساتھ امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا:

”مَنْ زَارَهَا فَلَهُ الْحَنَّةُ...“

”جو کوئی اس (معصومہؑ) کی زیارت کرے جنت اس کے لیے ہے۔“ (۱)

حدیث دوم:

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ متوفی ۳۶۷ ہجری۔ بہت قابل احترام و اعتماد کتاب ”کامل الزیارات“ میں معتبر سند سے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

”مَنْ زَارَ عَمَّتِي بِقُمْ فَلَهُ الْحَنَّةُ“ جو کوئی میری پھوپھی (معصومہؑ) کی قم میں زیارت کرے گا، جنت اسی کے لیے ہے۔ (۲)

حدیث سوم:

ابوعلی حسن بن محمد حسن قمی اپنی کتاب تاریخ قم (جو کہ ۱۲۰ ابواب پر مشتمل ہے اور ۸۷۳ ہجری میں تالیف کی گئی) میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حیرت انگیز حدیث نقل کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”اہل رے کے کچھ لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا ہم اہل رے ہیں، امامؑ نے فرمایا ”مَرْحَبًا بِأَخَوَانِنَا مِنْ أَهْلِ قُمْ“

مرحبا ہمارے بھائی اہل قم کے لیے، انہوں نے کہا۔ مولاً ہم شہر رے کے رہنے والے ہیں۔ امام نے وہی جملہ پھر تکرار فرمایا اور چند مرتبہ یہی فرمایا۔ جماعت نے وہی جملہ تکرار کیا پھر آپؑ نے فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ حَرَمًا وَهُوَ مَكَّةُ وَلِرَسُولِهِ حَرَمًا وَهُوَ الْمَدِينَةُ وَلَا مِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَرَمًا وَهُوَ الْكُوفَةُ وَلَنَا حَرَمًا وَهُوَ قُمْ وَسَتُدْفَنُ فِيهِ امْرَأَةٌ مِنْ وَلَدِي تُسَمَّى فَاطِمَةُ مَنْ زَارَهَا وَجَسَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔

خدا کا ایک حرم ہے، وہ مکہ ہے اور رسول خدا کا ایک حرم ہے وہ ہے مدینہ، اور امیر المؤمنین کا ایک حرم ہے وہ ہے کوفہ، اور ہم اہلبیت کا حرم شہر قم ہے۔

عنقریب اس شہر میں میری اولاد میں سے ایک خاتون جس کا نام فاطمہ ہوگا، دفن ہوگی۔ جو شخص اُس کی زیارت کرے گا اس پر جنت واجب ہوگی۔“

راوی کا یہ کہنا ہے کہ جب حضرت یہ حدیث بیان فرما رہے تھے اس وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی دنیا میں نہیں آئے تھے۔“ (۱)

حدیث چہارم:

صاحب تاریخ قم ہی ایک اور معتبر سند سے امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: إِنَّ زِيَارَتَهَا تُعَادِلُ الْجَنَّةَ۔

بے شک اس (معصومہؑ) کی زیارت جنت کے برابر ہے۔“ (۲)

حدیث پنجم:

نصیر الدین ابوالرشید عبدالجلیل رازی قزوینی چھٹی صدی ہجری کے بزرگ علماء

میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے کتاب ”بعض مطالب النواصب“ تالیف کی اس میں ایک تفصیلی بحث حضرت معصومہؑ کی شخصیت سے متعلق بیان کی ہے یہ روایت امام جعفر صادقؑ سے معتبر اسناد کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

تُذْفَنُ فِيهَا امْرَأَةٌ هِيَ مِنْ وَلَدِي وَاسْمُهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُوسَى تَدْخُلُ بِشَفَاعَتِهَا شَيْعَتُنَا فِي الْجَنَّةِ أَجْمَعِينَ۔“

”تم میں ایک خاتون میرے فرزندوں سے ہوگی، اس کا نام فاطمہ دختر موسیٰ ہے (وہاں) رحلت کرے گی۔ اس کی شفاعت سے ہمارے تمام شیعہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (۱)

حدیث ششم:

قاضی نور اللہ شوستری کتاب ”احقاق الحق“ لکھنے کی بنا پر ۱۰۱۹ ہجری میں ہندوستان میں شہید کر دیے گئے اور آپ کا مرقد آگرہ (اکبر آباد ہند) میں لوگوں کی زیارت کا مرکز ہے، اپنی کتاب ”مجالس المؤمنین“ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے اپنے صحابی سعد بن سعد احزم سے فرمایا: يَا سَعْدُ مَنْ زَارَهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ أَوْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اے سعد جو کوئی بھی اس کی زیارت کرے گا، جنت اس کے لیے ہے ”یا“ وہ اہل بہشت ہے۔ (۲)

حدیث ہفتم:

میرزا محمد تقی پسر کتاب ”زندگانی امام کاظمؑ سے جو جلد ناخ التواریخ سے ہے، امام علی رضا علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا

”مَنْ زَارَ الْمَعْصُومَةَ بِقَمٍّ زَارَنِي“

جس نے معصومہ کی زیارت قم میں کی، مثل اس کے ہے کہ جس نے میری زیارت کی ہو۔ (۱)

حدیث ہشتم:

مولانا حیدر خوانساری کتاب زبدۃ التصانیف“ میں امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”جو کوئی میری زیارت کو نہیں آ سکتا میرے بھائی کی شہر رے میں یا میری بہن کی قم میں زیارت کرے گا اسے میری زیارت کا ثواب ملے گا۔“ (۲)

حدیث نہم:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”مَنْ زَارَهَا عَارِفًا بِحَقِّهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ“ جو کوئی بھی اس کی زیارت کرے اس طرح کہ اس کے حق کو پہچانتا ہو، اس کے لیے جنت ہے۔ (۳)

حدیث دہم:

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ اشْفَعِي لِي فِي الْجَنَّةِ فَإِنَّ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ شَلَانًا مِنَ الشَّانِ ”اے فاطمہ معصومہ میری جنت میں جانے کی شفاعت کریں کہ آپ کا مقام پروردگار کے نزدیک بہت بلند ہے۔“ (۴)

۱۔ تاریخ التواریخ ج ۳ ص ۴۸ - ۲۔ زبدۃ التصانیف جلد ۴ ص ۱۵۹ - ۳۔ جامع احادیث الشیعہ -

۴۔ مستدرک الوسائل جلد ۱ ص ۳۶۸، بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۶۵ (۲۶۵)۔



jabir.abbas@yahoo.com

فصل چہارم

ترجمہ و شرح زیارت نامہ
بی بی معصومہ سلام اللہ علیہا

زیارت نامہ حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا

السلام علی آدم صفوة الله سلام ہوا آدم پر جو خدا کے برگزیدہ ہیں

السلام علی نوح نبی الله سلام ہوا نوح پر جو خدا کے نبی ہیں

السلام علی ابراہیم خلیل الله سلام ہوا ابراہیم پر جو خدا کے دوست خاص ہیں

السلام علی موسیٰ کلیم الله سلام ہوا موسیٰ پر جو خدا کے کلیم ہیں

السلام علی عیسیٰ روح الله سلام ہوا عیسیٰ پر جو روح خدا ہیں

السلام علیک یا رسول الله آپ پر سلام ہوا اے خدا کے رسول

السلام علیک یا خیر خلق الله آپ پر سلام ہو کہ آپ خلق خدا میں بہترین ہیں

السلام علیک یا صفی الله آپ پر سلام ہوا اے خدا کے پسند کردہ

السلام علیک یا محمد بن عبد الله آپ پر سلام ہوا اے محمد بن عبد اللہ کہ آپ

نبیوں کے خاتم ہیں، خاتم النبیین،

السلام علیک یا امیر المؤمنین سلام ہوا آپ پر اے امیر المؤمنین علی ابن

ابی طالب رسول خدا کے وصی

علی بن ابی طالب، وصی رسول الله،

السلام علیک یا فاطمة سیدة عالم کی سردار ہیں

نسائ العالمین،

السلام عَلَيْكُمَا يَا سِبْطَي نَبِيِّ
الرَّحْمَةِ، وَ سَيِّدَي شَبَابِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ ،

سلام ہو آپ دونوں پر کہ آپ نبی رحمت
کے دونوں سائے اور جوانان اہل جنت کے دو
سید و سردار ہیں

السلام عَلَيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ
الْحُسَيْنِ، سَيِّدَ الْعَابِدِينَ وَ قُرَّةَ
عَيْنِ النَّاطِرِينَ،

آپ پر سلام ہو اے علی بن الحسین کہ آپ
عبادت گزاروں کے سردار اور اہل بصیرت
کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

السلام عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ
عَلِيٍّ، بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ،

سلام ہو آپ پر اے محمد بن علی کہ آپ بعد از
نبی علم پھیلانے والے ہیں

السلام عَلَيْكَ يَا جَعْفَرَ بْنَ
مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ الْبَارِّ الْأَمِينِ،

آپ پر سلام ہو اے جعفر بن محمد کہ آپ
راست گو، خوش کردار امانت دار ہیں

السلام عَلَيْكَ يَا مُوسَى بْنَ
جَعْفَرِ الطَّاهِرِ الطُّهَرِ،

آپ پر سلام ہو اے موسیٰ بن جعفر کہ
آپ پاک ہیں پاک شدہ ہیں

السلام عَلَيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ
مُوسَى الرِّضَا الْمُرْتَضَى،

آپ پر سلام ہو اے علی بن موسیٰ کہ آپ
رضا والے پسندیدہ ہیں

السلام عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ
عَلِيٍّ التَّقِيِّ

آپ پر سلام ہو اے محمد بن علی کہ آپ
پرہیزگار ہیں

آپ پر سلام ہواے علی بن محمدؑ کہ آپ
باصفا خیر خواہ امانتدار ہیں

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ
مُحَمَّدٍ النَّقِيُّ النَّاصِحَ الْأَمِينِ،

آپ پر سلام ہواے حسن بن علیؑ
اور سلام ہواے امام پر جو ان کے قائم مقام ہے

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ
السَّلَامُ عَلَى الْوَصِيِّ مِنْ بَعْدِهِ

اے معبود اپنے نور پر رحمت فرما جو ترے
چراغ تیرے ولی کے وارث تیرے وصی
کے جانشین اور تیری مخلوق پر رحمت ہیں

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نُورِكَ وَ
سِرَاجِكَ وَوَلِيِّ وَلِيِّكَ وَ
وَصِيِّكَ وَحُجَّتِكَ عَلَى
خَلْقِكَ

آپ پر سلام ہواے رسول خداؐ کی دختر
آپ پر سلام ہواے فاطمہ زہراؑ خدیجہ
الکبریٰؑ کی دختر

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ
السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ
وَ خَدِيجَةَ،

آپ پر سلام ہواے مومنوں کے امیرؑ کی
دختر

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ،

آپ پر سلام ہواے حسن و حسینؑ کی دختر

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ الْحَسَنِ
وَالْحُسَيْنِ

آپ پر سلام ہواے ولی خداؐ کی دختر

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ وَلِيِّ اللَّهِ،

آپ پر سلام ہواے ولی خداؐ کی ہمیشہ

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أُخْتَ وَلِيِّ

اللَّهِ،

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّةَ وَلِيِّ اللَّهِ،
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ مُوسَى
 دختِ خدا کی رحمت ہو اور اس کی برکات ہوں
 بَرَكَاتُهُ .

السَّلَامُ عَلَيْكَ، عَرَفَ اللَّهُ
 بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ فِي الْجَنَّةِ،
 وَحَشَرْنَا فِي زُمُرَتِكُمْ، وَ
 أَوْرَدْنَا حَوْضَ نَبِيِّكُمْ،
 وَ سَقَانَا بِكَأْسِ جَدِّكُمْ مِنْ يَدِ
 عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ،

صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، أَسْأَلُ
 اللَّهَ أَنْ يُرِينَا فِيكُمْ السُّرُورَ
 وَالْفَرَجَ، وَأَنْ يَجْمَعَنَا وَ
 إِيَّاكُمْ فِي زُمَرَةِ جَدِّكُمْ مُحَمَّدٍ،
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

وَأَنْ لَا يَسْلُبَنَا مَعْرِفَتَكُمْ، إِنَّهُ
 وَلِيُّ قَدِيرٍ .

آپ پر سلام ہو اے ولی خدا کی پھوپھی
 سلام ہو آپ پر اے موسیٰ بن جعفر کی
 دختِ خدا کی رحمت ہو اور اس کی برکات ہوں

آپ پر سلام ہو کہ خدا جنت میں ہمارے اور
 آپ کے درمیان شناسائی کرائے
 ہمیں آپ کے گروہ میں اٹھائے ہمیں آپ
 کے نبی کے حوض کوثر پر وارد کرے

اور ہمیں آپ کے نانا کے جام کے ساتھ علی
 بن ابی طالب کے ہاتھوں سیراب فرمائے

آپ پر خدا کی رحمتیں ہوں خدا سے سوال
 کرتا ہوں کہ وہ ہمیں آپ لوگوں میں

مست و خوشحالی دکھائے اور یہ کہ ہمیں اور
 آپ کو آپ کے نانا محمد کے گروہ میں اکٹھا
 کرے

اور ہم سے آپ کی معرفت واپس نہ لے لے کہ
 وہ حاکم ہے قدرت والا۔

میں قرب الہی چاہتا ہوں آپ کی محبت اور
آپ کے دشمنوں سے بیزاری کے ذریعے

اتَّقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ بِحُبِّكُمْ وَ
الْبِرِّ آتِيَةً مِنْ أَعْدَائِكُمْ،

ہم خدا کی رضا پر راضی ہو کر بغیر دل تنگ
ہوئے اور تکبر کے اور اس چیز پر یقین سے
جو محمدؐ لائے

وَالْتَّسْلِيمِ إِلَى اللَّهِ، رَاضِيًا بِهِ
غَيْرِ مُنْكَرٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ وَعَلَى
يَقِينٍ مَا أَتَى بِهِ مُحَمَّدٌ وَبِهِ رَاضٍ،

اور اس پر خوش رہ کر اس طرح ہم تیری توجہ
چاہتے ہیں اے ہمارے آقا

نَطْلُبُ بِذَلِكَ وَجْهَكَ يَا
سَيِّدِي،

اے معبود میں تیری رضا اور آخرت کی
بہتری چاہتا ہوں

اللَّهُمَّ وَرِضَاكَ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ

اے فاطمہؑ حصولِ جنت میں میری سفارش
کریں

يَا فَاطِمَةُ اشْفَعِي لِي فِي الْجَنَّةِ

کیونکہ آپ خدا کے ہاں بڑی عزت و شان
رکھتی ہیں

فَإِنَّ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ شَأْنًا مِنَ
الشَّانِ

اے معبود میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ میرا
انجام خوش بختی پر فرما

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تَخْتِمَ
لِي بِالسَّعَادَةِ،

میں جس گروہ میں ہوں اسی میں رہنے دے
نہیں کوئی حرکت و قوت مگر وہ جو خدائے بلند
و بزرگ سے ملتی ہے

فَلَا تَسْلُبْ مِنِّي مَا أَنَا فِيهِ،
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ .

اے معبود ہماری دعائیں منظور و مقبول فرما
اپنی بزرگی اپنی عزت
اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا، وَ تَقَبَّلْهُ
بِکَرَمِکَ وَ عِزَّتِکَ،

اپنی رحمت اور اپنی پناہ کے واسطے سے خدا
حضرت محمدؐ اور ان کی ساری آلؑ پر درود بھیجے
اور سلام بھیجے بہت بہت سلام اے سب
سے زیادہ رحم کرنے والے۔
وَ بِرَحْمَتِکَ وَ عَافِیَّتِکَ، وَ
صَلِّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ
اَجْمَعِیْنِ، وَ سَلِّمْ تَسْلِیْمًا یَا
اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔



شرح زیارت نامہ

”السَّلَامُ عَلَىٰ آدَمَ صَفْوَةِ اللَّهِ“ (۱)

دین اسلام کی رو سے حضرت آدمؑ سب سے پہلے پیغمبر ہیں۔ ان کی خلقت اور اس عظیم پیغمبر سے مربوط دوسرے معاملات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ قرآن مجید میں ۲۵ مرتبہ اس عظیم ہستی کا اسم مبارک ذکر ہوا ہے اور معصومینؑ نے بہت ساری روایتوں میں حضرت آدمؑ سے متعلق کاموں کی وضاحت فرمائی ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار، جلد ۱۱ میں دو سو (۲۰۰) احادیث حضرت آدمؑ کے بارے میں ذکر کی ہیں۔ (۲)

متعدد القابات میں سے ایک لقب حضرت آدمؑ کا ”صفی اللہ“ ہے۔ یہ لقب حضرت آدمؑ کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ حضرت نوحؑ اور حضرت رسول اکرمؐ اور بہت سے انبیاءؑ کے لیے بھی یہ لقب استعمال ہوا ہے۔ مگر حضرت آدمؑ کا لقب صفی اللہ اس لیے ہے کہ آپؑ خصوصی عزت و اکرام اور بلند مرتبہ کے مالک ہیں۔ (صفو) لغت میں کسی چیز کے خالص ہونے کو کہتے ہیں جیسے اصل پتھر، اصلی شہد وغیرہ۔

۱۔ رواق عصمت۔ مفردات راغب ماوہ (الصفو) قاموس قرآن، جلد ۴، ص ۱۴۶، ترتیب العین، جلد ۷، ص ۱۶۳، ۱۶۴

۲۔ بحار الانوار، جلد ۹، ص ۳۰۵، جلد ۱۰، ص ۷۶، جلد ۶۳، ص ۸۴، ص ۱۱۰، جلد ۶، ص ۳۶، جلد ۳۵۴، جلد ۵۷، ص ۹۴، جلد ۶۰، ص ۴۴۴، جلد ۶۲، ص ۶۰، جلد ۵، ص ۲۷، جلد ۱۳، ص ۴۲، ص ۳۳۷، ۳۵۴

اور خالص شہد کہ اس میں کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو صاف ستھرا شہد کہا جاتا ہے شہد کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے ”وَأَنهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى“ (۱) بنا بریں ”اصطفا“ خالص اور صاف ستھری چیز کے انتخاب کے معنی میں آیا ہے۔ قرآن مجید میں خداوند متعال فرماتا ہے (۲) بے شک اللہ نے حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ اور خاندانِ عمرانؑ کو تمام عالمین میں سے چنا۔ (إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ)۔

پس خداوند عالم نے جب زمین کو پھیلا کر آمادہ کیا تو خلقت کے لیے اپنا حکم جاری فرمایا اور اس کام کے لیے حضرت آدمؑ کو چنا: ”فَلَمَّا مَهَّدَ أَرْضَهُ وَانْقَدَّ أَمْرُهُ اخْتَارَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَيْرَةَ مَنِ خَلَقَهُ“ (۳)

بہت ساری آیات اور بے شمار روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ ”صفی اللہ“ ہیں۔ اور کئی زیارتوں میں بھی یہ صفت پروردگار عالم کے اس برگزیدہ نبی کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ ان آیات و روایات میں غور و فکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”صفوة اللہ“ کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کی خلقت کو دیگر مخلوقات کے مقابلے میں جس طرح پہلے سے ممتاز رکھا ہے اسی طرح ان کو تمام مخلوقات پر برتری بھی عنایت فرمائی۔ اس بنا پر یہ آیت اور دیگر آیات کی رو سے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو دوسری مخلوقات پر خداوند متعال نے برتری عنایت کی ہے۔

۱۔ سورۃ محمد آیت ۱۵

۲۔ سورۃ آل عمران، آیت ۳۳

۳۔ منہج البلاغہ فیض الاسلام، حصہ ۱، اشاح ۲۶۳۔

(۱) کیونکہ خداوند متعال نے اپنی روح کو حضرت آدمؑ میں پھونکا ہے۔ (۲) اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ نَّشْرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ (اور انہیں اپنا جان نشین بنایا۔ (۳) اور زمین پر اپنا جان نشین بنایا ہے۔ اور ان کو اختیار دینے کے ساتھ ساتھ ہدایت کی راہ میں کامیابی کے لیے زینہ فراہم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان مکمل طور پر خدا کی طرف سے چنا ہوا اور دیگر مخلوقات سے برتر ہے۔ (وَلَقَدْ کَرَّمْنَا نَبِیَّ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاہُمْ فِی الْاَرْحِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰہُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰہُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (۴) اور خاص طور سے حضرت آدمؑ صفیٰ خدا ہیں۔ (۵) کیونکہ وہ سب سے پہلے انسان ہیں کہ جنہیں خداوند متعال نے زمین میں اپنا جان نشین بنایا۔ (۶) آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جن کے لیے خدا نے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔ (۷) آپ وہ پہلے فرد ہیں کہ خدا نے ان کے لیے دین ایجاد کیا۔ مطلب یہ کہ خلاصہ وہی ہے جو امیر المومنینؑ نے منہج البلاغہ میں فرمایا ہے۔

۱۔ طبیعت محیط وزیت از دید گاہ اسلام، ص ۳۱، ۳۶۔

۲۔ سورہ ص، آیات ۷۱، ۷۲۔

۳۔ سورہ انعام، آیت ۱۶۵۔ سورہ ص، آیت ۲۶۔ سورہ یونس، آیت ۱۲، سورہ فاطر، آیت ۳۹،

سورہ بقرہ، آیت ۳۰۔ سورہ اسراء، آیت ۷۰۔

۵۔ المیزان، جلد ۳، ص ۱۶۵، تفسیر نمونه، جلد ۲، ص ۵۱۸۔

۶۔ سورہ بقرہ، آیت ۳۰۔ المیزان، جلد ۳، ص ۱۶۵۔

۷۔ سورہ طہ، آیت ۱۲۳۔

آپ فرماتے ہیں: جب خداوند متعال نے زمین کو بنایا اور اسے انسان کے رہنے کے لیے آمادہ کیا تو حضرت آدمؑ کو اپنے مخلوقات میں چنا اور ان کو تمام مخلوقات پر برتری دی۔

اس بنا پر مناسب یہ ہے کہ حضرات معصومینؑ اور اولیاء اللہ کی زیارات پڑھتے وقت خداوند عالم کی جانب سے ممتاز کردہ پہلے پیغمبر اور خدا کے پہلے خلیفہ حضرت آدمؑ پر بھی سلام بھیجیں۔ زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں جو سلام حضرت آدمؑ کے لیے آیا اس طرح سلام دینے کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ حضرت آدمؑ پر سلام جو خدا کی سے بھیجے گئے ہیں کیونکہ خدا کے چنے ہوئے اور آلودگیوں اور فساد و فتنے سے پاک و صاف ہیں اور خدا نے ان کو پیغمبر معصوم اور زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ (واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) (۱)

اس سلام کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کو چاہیے کہ حضرت آدمؑ کو پیغمبر معصوم ہونے اور روئے زمین پر خدا کا خلیفہ ہونے کی بنا پر اپنا نمونہ قرار دیں اور سعادت کی راہ میں آگے بڑھیں۔



”الْسَّلَامُ عَلٰی نُوحٍ نَبِيِّ اللّٰهِ“

انبیاء کی نبوت کا دوسرا مرحلہ حضرت نوحؑ سے شروع ہوتا ہے، ان کی زندگی مخلصانہ کوشش قرآن مجید کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کا نام قرآن مجید کے ۲۸ سوروں میں ۳۴ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ (۱)

چہارہ معصومین سے ان آیات و ہدایات کی روشنی میں ان کی زندگی کے مختلف واقعات ملتے ہیں جو عبرت انگیز بھی ہیں اور فائدہ مند بھی۔ (۲) یہاں ان تمام واقعات کی تفصیل مناسب معلوم نہیں ہوتی، اس عظیم پیغمبر نے خدا کے احکام پہنچانے کی راہ میں عدل و انصاف قائم کرنے اور اس کے پھیلانے میں بہت زحمات برداشت کیں۔ اس راہ میں صبر و شکر اور اپنی وسعتِ قلبی کے ساتھ خدمات انجام دیتے رہے۔

خدا پرست انسانوں کے لیے جو فضیلت و شرف لازم و ملزوم ہوتا ہے، اس ضمن میں آپؑ نمونہ قرار پاسکتے ہیں (۳)۔ خداوند عالم نے ان کی دل کو وسعت دی: (۴) اور ٹیٹھی زبان (۵) کاموں میں اصلاح کی صلاحیت، (۶) دوسروں پر احسان

۱۔ قاضی قرآن، جلد ۷، ص ۱۲۴، سورہ نوح، آیت ۲۶ بھی آپؑ کے بارے میں ہے۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، ص ۳۴۲ تا ۳۴۵۔ ۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۱، ص ۳۴۲ تا ۳۴۵۔

۴۔ سورہ اعراف، آیات نمبر ۶۰، ۶۱۔ ۵۔ سورہ اعراف آیات ۶۰-۶۱۔

۶۔ سورہ اعراف، آیات نمبر ۶۰-۶۱، سورہ ہود، آیت ۶۲۔

۷۔ سورہ صافات، آیات ص ۷۹، ۸۰۔ ۸۔ سورہ اسراء، آیت ۳، سورہ عنکبوت، آیت ۱۲، سورہ

نوح، آیات ۱-۱۰۔

(۷) منزل تک پہنچنے کی ہمت و جرأت (۸) دوسروں کی خیر خواہی (۱) یہ وہ فضیلتیں ہیں جو خداوند متعال نے دیگر انبیاء کے حضرت نوح کے لیے خصوصی طور پر عطا فرمائی ہیں، حضرت نوحؑ خداوند متعال کا بہت شکر گزار بندے تھے: عَبْدًا شَكُور (۲) حضرت نوحؑ خداوند متعال کے خاص مومن بندوں میں تھے۔ ”إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ“ (۳) آپ ان لوگوں میں سے تھے جو خصوصی طور پر خدا کی نعمتوں سے مالا مال تھے۔ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ (۴) اور انہیں خدا نے عالمین پر فضیلت اور برتری دی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (۵) اس عظیم پیغمبر کو خداوند متعال نے خصوصیت کے ساتھ کثرت سے بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا ہے اس سے حضرت نوح کے بارے میں تین اہم نکتے نکلتے ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں۔ (۶) ۱۔ حضرت نوح اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ اور آپ پر اپنی قوم کو گمراہی سے نکال کر خوشنہی کے راستے پر لانے کی بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اس بنا پر قرآن کریم کی متعدد آیات اور مختلف روایات میں آپؑ کو اولوالعزم پیغمبر سے یاد کیا گیا ہے اس لیے آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ (۷)

۱۔ سورۃ اعراف، آیت ۶۲، سورۃ ہود، آیت ۳۲۔

۲۔ سورۃ اسراء، آیت ۳۔ بحار الانوار، جلد ۱، ص ۲۹۰، مجمع البیان، جلد ۶، ص ۳۹۶۔

۳۔ سورۃ صافات، آیت ۸۱۔ ۴۔ سورۃ مریم، آیت ۵۸۔ ۵۔ سورۃ آل عمران، آیت ۳۳۔

۶۔ سورۃ انبیاء، آیت ۱۶۳ سورۃ نوح، آیت ۱، سورۃ حدید، آیت ۲۶ سورۃ عنکبوت، آیت ۱۴، سورۃ مومنون

آیت ۲۳۔

۷۔ الخیزان فی تفسیر قرآن، جلد ۲، ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵۔

دعاؤں میں ان کی رسالت کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے۔ دوسرے الفاظ میں نوح رسول اللہ کے بچا۔ نوح بنی اللہ ذکر ہوا ہے۔ لوگوں کی نافرمانی اس قدر تھی کہ رسالت کے کام انجام دینے سے رہ گئے۔ اس بنا پر انہیں نبی اللہ کہا جاتا ہے، رسول اللہ نہیں کیا جاتا۔

ان تمام خصوصیات اور امتیازات کی بنا پر حضرت نوحؑ کا نام ہمیشہ باقی رہنا چاہیے ارشاد ہوتا ہے: نُوْحٌ كُنَّا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ..... (۱)

ان کے نیک نام کو آئندہ لوگوں کے درمیان رکھ دیا گیا ہے۔ اور ان پر سلام کرنا چاہیے کیونکہ خداوند متعال نے ان پر درود و سلام بھیجا ہے (سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ نوح پر درود و سلام ہو جو تمام عالمین کے درمیان ہے۔) (۲) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت نوحؑ کا نام ہمیشہ باقی رکھتے بہترین راستہ چارہ معصومین کی زیارات ہیں۔ (مثلاً زیارت وارثہ وغیرہ) یہ سلام درحقیقت زندہ انسانوں کی طرف سے ان کے نام کو زندہ رکھتا ہے اور ان پر سلام بھیجنا، ان دونوں نکتوں کو خداوند متعال نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت ان دونوں نکتوں کو چار چاند لگاتی ہے۔

آخری مطلب یہ ہے کہ کس طرح انہیں سلام کریں اور کن صفات سے انہیں یاد کریں؟

ان سوالات کے جوابات حضرت نوحؑ کی خصوصیات کے بارے میں تین نکتوں

۱۔ سورہ صافات آیت ۷۸۔

۲۔ سورہ صافات آیت ۷۸۔

میں بیان ہوا۔ ان نکات کی رو سے حضرت نوحؑ کو رسول اللہ، نبی اللہ اور شیخ الانبیاء اور اولوالعزم پیغمبر کہا جاتا ہے اور آپ سب سے پہلے پیغمبر ہیں جو کتاب اور شریعت رکھتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں وہ آنے والے انبیاء کے باپ اور مومنوں کی نئی نسل جن کو اپنی کشتی میں جگہ دی تھی، تاکہ ان کی نسلوں کی حفاظت ہو جائے، ان کے پیغمبر ہیں۔ لہذا ان عظیم پیغمبر پر سلام کرنے کا مناسب ترین طریقہ یہ ہے کہ کہیں: السَّلام علیٰ نُوح نبی اللہ۔



اَلسَّلَامُ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ خداوند متعال کی وحدانیت پر مکمل ایمان رکھنے والوں کی صفِ اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ پیغمبر جو خدا کے عاشق اور بندہ مخلص تھے اور ان کی سوچ اور فکر صاف ستھری اور روشن ہے۔ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ بہترین اور خلوص سے عبادت کرنے والے تھے، اس زمانے کے جھوٹے خداؤں اور شرک کی دلدل پر یقین رکھنے والوں کے ساتھ خوبصورت طریقے سے معاملات طے کیے کہ تمام خدا پرست اور طالبانِ حق کے لیے ایک خدا پر ایمان کامل اور ہدایت و ارشاد کے ذریعے اس حقیقت کو سعادت کی روشنی میں تبدیل کرنے کا ذریعہ اور نمونہ تاریخ بنے۔ اور حضرت ابراہیمؑ اس مقام پر جا پہنچے کہ خداوند متعال نے اپنے آخری پیغمبر کو حکم دیا کہ صاف الفاظ میں کہو کہ میں دینِ حنیف (سیدھا دین) اور دینِ ابراہیمؑ کی پیروی کرتا ہوں۔ (۱)

توحید الہی کے یہ بے باک رہبر و رہنما ان چار پیغمبروں میں سے ایک ہیں جن کا ذکر خصوصیت سے ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے۔ اور سلسلہ انبیاء میں سے آپؐ صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہیں۔ ان کے دور کے دوسرے انبیاء مثلاً حضرت لوطؑ آپؐ کے دین کی تبلیغ فرماتے تھے۔ (۲) اور آپؐ انبیاء الہی میں الگ گروہ کے رہبر و رہنما تھے، قرآن کریم میں ۶۹ اہمتر مرتبہ آپؐ کا نام آیا ہے۔

۱۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۳، سورہ آل عمران، آیت ۹۵، سورہ بقرہ، آیت ۹۵۔

۲۔ منشور جاوید قرآن، جلد ۱، ص ۲۸۲۔

ان آیات اور متعدد روایات میں اس وحدانیت الہی کے علمبردار کی زندگی کے مختلف واقعات بیان ہوئے ہیں، جن میں اہم نکات، عبرتیں، اور فائدہ مند باتیں اثر پذیر ہیں۔ یہ اہم واقعات عاشقان الہی کے لیے کلام الہی اور معصومین کے کلمات مبارکہ سے لیے گئے ہیں۔ اس جگہ اللہ کے ممتاز کردہ اور بے نظیر انسان کے اوصاف میں ایک صفت ”خلیل اللہ“ ہے کہ یہ اس اولوالعزم پیغمبر کے شائستہ ترین اوصاف میں سے ایک ہے۔

قرآن مجید میں حضرات ابراہیمؑ کی خصوصیات:

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات میں ملتا ہے کہ جب آپ نے اس دنیا میں قدم رکھا تو ان کی ماں ستمگر حاکم کے سپاہیوں کے ڈر سے کہیں وہ آپ کو قتل نہ کر دیں، میدانوں اور پہاڑوں کی طرف نکل گئیں۔ اور وہیں کسی غار میں ابراہیمؑ پیدا ہوئے دودھ پلانے کے بعد آپ کو اسی غار میں چھپا دیا تاکہ کسی کی نظر نہ لگے اور ان کی ماں لوگوں سے چھپ چھپ کر آتیں اور اپنے جگر گوشے کو دودھ پلاتیں (۱)۔

حضرت ابراہیمؑ اس غار اور ارد گرد کے ماحول میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے، خداوند متعال کی جانب سے خصوصی عنایات و اکرام کو آپؑ نے ملاحظہ کیا اور معرفت پروردگار حاصل کی اور قدرو منزلت کے مقام پر فائز ہوئے، (۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا

إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ۔

۱۔ دائرہ معارف تشیع، جلد ۱، ص ۲۶۴۔

۲۔ سورہ انبیاء، آیت ۵۱۔

القابات اور اوصاف:

حضرت ابراہیم کو قرآن مجید میں بڑی اہمیت کے حامل القابات اور اوصاف سے نوازا گیا ہے۔

ان آیات کی رو سے وہ خدا کا شانستہ ترین بندہ ہے۔ **وَإِنَّهُ فِي الْأَحْزَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (۱)**

نیکی اور احسان کرنے والوں میں سے ہیں، **سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۲)**

قلب سلیم کے مالک ہیں۔ **إِذْ حَاءَ رَبُّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (۳)**

اپنے پروردگار کے اطاعت گزار ہیں۔ **فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (۴)**
 پروردگار کے سامنے عاجزی سر جھکنے اور رونے والا۔ **إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۵)**
 شکر گزار بندہ۔ **شَاكِرًا لِّأَنْعَمِهِ (۶)**

اللہ کا سچا بندہ: **إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا (۷)**

انتہائی صبر و تحمل کرنے والا (۱۲) **(إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (۷) إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ (۸))**

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۳۰۔ ۲۔ سورہ صافات، آیات ۱۰۹، ۱۱۰۔ ۳۔ سورہ صافات، آیت ۸۴۔

۴۔ سورہ صافات، آیت ۱۰۳۔ ۵۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۰۔ ۶۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۱۔

۷۔ سورہ مریم، آیت ۴۱۔ ۸۔ سورہ توبہ، آیت ۱۱۲۔

۸۔ سورہ ہود، آیت ۷۵۔

خدا کی بارگاہ میں بہت توبہ واستغفار کرنے والا: اَوَّاهٌ مُنِيبٌ (۱)

ہمیشہ خوفِ الہی میں دھڑکنے والا دل، اَوَّاهٌ مُنِيبٌ (۲)

دینِ حنیف (سیدھا دین) رکھنے والا۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (۳)

مقامِ نبوت و امامت پر فائز ہونے والا۔ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا (۴)

آپؐ نے خدا کی خوشنودی کے لیے سفر اور ہجرتیں کیں۔ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ (۵) انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کو خداوند متعال کے حکم سے لے جا کر ایک چٹیل میدان میں چھوڑ دیا اور اللہ کی ذات پر توکل کیا۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (۶) اور تن و تنہایت پرستی، معاشرے کی خرابیوں اور غلط عقیدوں سے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے (۷)۔

آپؐ بہت مہمان نواز اور عفو و درگزر کرنے والے تھے (۸)

۱۔ سورہ ہود، آیت ۷۵۔

۲۔ سورہ ہود، آیت ۷۵۔

۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۹۵۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۳۔

۵۔ سورہ صافات، آیت ۹۹، ردک المفسر جلد ۱، ص ۲۵۵، ۲۱۷۔

۶۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۶، سورہ ابراہیم، آیت ۳۷، یہ بات آپؐ کے غلیل ہونے کی دلیل بھی ہے۔

۷۔ سورہ انبیاء، آیات ۵۲ تا ۵۴، سورہ شعراء آیات ۶۹ تا ۸۲، سورہ عنکبوت، آیات ۱۶، ۱۷، ۲۶، سورہ

زحرف، آیات ۲۶، ۲۷۔

۸۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۴۔

دن رات میں جب بھی فرصت ملتی تھی، اپنے خالق کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں شروع کرتے تھے۔ اِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (۱)۔

احکام الہی کو جاری کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے تھے اور آپ اہل یقین میں سے تھے۔ وَلَيَكُونَنَّ مِنَ الْمُوفِينَ (۲)۔

خلوص سے اپنے پروردگار کو یاد کرتے تھے وَادْكُرْ عِبَادَنَا اِبرَاهِيمَ... (۳) خداوند متعال نے انہیں خاص طور سے طاقت و ہمت عطا کی۔ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا (۴)۔ اور انہیں اپنے چنے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں میں قرار دیا۔ اِنَّهُ كَانَ

صِدِّيقًا نَّبِيًّا (۵)۔ اور ان پر آسمان سے کتاب اتاری اور اس کے ذریعے سے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی حاصل ہوئی۔ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(۶)۔ ایک اور بڑا کام جو حضرت ابراہیمؑ کو انجام دینے کی توفیق عطا ہوئی وہ مسلمانوں اور تمام خدا پرست لوگوں کا قبلہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہے آپؑ نے اپنے پروردگار کے حکم سے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ.... (۷)۔ نص قرآن کی رو سے آپؑ تنہا ایک امت تھے۔

حضرت ابراہیمؑ بہت سخت قسم کی امتحانوں میں کامیاب اور بلند مرتبے پر

۱۔ سورہ ص، آیت ۴۶۔ ۲۔ سورہ انعام، آیت ۷۵۔ ۳۔ سورہ ص، آیت ۴۵۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۳۰۔ ۵۔ سورہ مریم، آیت ۴۱، سورہ ص، آیت ۴۷، سورہ انعام، آیت ۳۳،

سورہ بقرہ، آیت ۱۲۷، اصول کافی، جلد ۱، ص ۱۷۵، مرآۃ العقول، جلد ۲، ص ۲۸۶۔

۶۔ سورہ انعام، آیت ۸۷۔

۷۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۷، سورہ ابراہیم، آیت ۳۵، سورہ حج، آیت ۲۴۔

فَاَزْهَوْا فَبَشِّرْنَاهُ وَتَلَّه لِّلْحَبِیْنِ (۱) -

یہی وجہ ہے کہ بت خانے کو چھوڑ دیا اور ظلم و ستم سے کیے جانے والے فیصلوں اور بت پرستوں کو شکست فاش دینے کے لیے ان کے سامنے ہمت و جرأت کے ساتھ کھڑے ہو گئے اس کام سے آپؐ کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا بلکہ اس موقع کو بت پرستی کی تباہ کاری اور بے فائدہ و بے معنی ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا۔ بت پرستوں پر سخت ملامت کی جس کی وجہ سے انہیں نقصان اٹھانا پڑا، فَاَلَوْا أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۲)۔ خداوند کریم نے ایک اور لطف ان پر کیا کہ بڑھاپے میں انہیں دو لائق اور صالح بیٹے عطا فرمائے۔ فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ (۳) اور نبوت و امامت کو ان کی نسل میں رکھا، وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ... لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (۴) اور ان کے خاندان پر اپنی بے پایاں رحمت و برکات نازل فرمائیں۔ رَزَحَمْتُ اللّٰهَ وَنَزَعَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (۵) یہی سبب ہے کہ سعادت کی بلندیوں طے کرتے ہوئے خداوند متعال کی بارگاہ میں نہایت اعلیٰ اور بلند مقام تک پہنچے، نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ (۶) معرفت اور سعادت کی اس بلندی پر پہنچ گئے کہ آسمانوں اور زمینوں کے طول و عرض اور بلندی و عمق کی اسی دنیا میں مشاہدہ کرنے لگے۔ نُرِیْ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۷)۔

۱۔ سورہ صافات، آیات ۱۰۸ تا ۱۰۱۔ ۲۔ سورہ انبیاء، آیات ۶۷ تا ۵۹، سورہ صافات، آیات ۹۶ تا ۹۴۔

۳۔ سورہ صافات آیت ۱۰۱۔ ۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۲۹۔ ۵۔ سورہ ہود، آیت ۷۳۔

۶۔ سورہ النعام، آیت ۸۳۔ ۷۔ سورہ النعام، آیت ۷۵۔

اور کامل معرفت حاصل کی اور شاید قرآن مجید نے اسی سبب سے انہیں تنہا ایک امت قرار دیا۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا (۱)۔ لہذا خداوند متعال نے انہیں آئیڈیل کے طور پر متعارف کرایا ہے اور لوگوں کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ (۲)۔

حضرت ابراہیمؑ کے تمام القابات اور صفات میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ صفت ”خلیل اللہ“ ہے، خداوند متعال کی جانب سے یہ لقب بہترین القابات میں سے ہے۔ زیارتوں میں بھی یہ صفت بیان ہوئی ہے، من جملہ زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

خلیل اللہ:

(معنی اول) ”خلیل“ عربی میں سچے دوست کو کہتے ہیں (۳)۔

قرآن مجید میں لفظ خلیل انہی مضامین میں آیا ہے اور یہ کلمہ (خَلَّه) سے نکلا ہے۔

(معنی دوم) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ممکن ہے خلیل (خَلَّه) سے نکلا ہو اس کے

معنی ہیں، حاجت مند۔

حضرت ابراہیمؑ کا خلیل اللہ ہونے میں دونوں معنی استعمال ہوئے ہیں۔

(شرح) بعض مفسرین اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خلیل اللہ خدا کے دوست کے

معنی میں ہے یعنی ابراہیمؑ اللہ کا دوست ہے۔ البتہ ابراہیمؑ خلیل اللہ نے ہمیشہ

۱۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۰۔

۲۔ سورہ محمد، آیت ۴۰۔

۳۔ قاموس قرآن، جلد ۱، ص ۹۶، والتحقق فی کلمات القرآن جلد ۳، ص ۱۲۔

اپنے آپ کو خداوند متعال کا محتاج اور حاجت مند جانا ہے (۱)۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: **يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا** (۲) بعض مفسرین نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ خلیل کے معنی ہیں، کسی چیز سے انکار نہ کرنے والا۔ ان کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اس معنی میں خلیل ہیں کہ ہمیشہ خود کو خداوند عالم کا محتاج و حاجت مند جانتے ہیں، مگر اصولی طور پر خلیل وہ ہے جو اپنی حاجتوں کو خدا سے طلب کرے۔ (۳)۔ اس طرح کہ وہ اپنے اعمال کو صرف اور صرف خدا کے لیے انجام دیتا ہے۔ بعض روایتوں سے دوسرے مورد کا استفادہ ہوتا ہے یعنی یہ گروہ تفسیر دوم کو درست جانتے ہیں ان میں سے ایک گروہ تفسیر اول کو صحیح مانتا ہے۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان دونوں تفسیروں اور روایات کی رو سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ صرف فرق اتنا ہے کہ ان دونوں میں کلمہ ”خلیل“ کے خصوصی دو معنی کی وجہ سے فرق ہے اور دو مختلف کلموں سے مشتق ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے: **وَاتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا** (۴) اس آیت شریفہ کی تفسیر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خداوند متعال نے دونوں عادتوں کو جمع کر دیا ہے۔ وہ خدا کا دوست بھی ہے، یعنی حضرت ابراہیمؑ شب و روز خدا کی یاد میں رہتے، ہمیشہ خدا سے محبت رکھتے، اور اس قدر محبت کہ ہر چیز کو من جملہ اپنی تمام ہستی کو خدا کے لیے وقف رکھتے تھے اس محبت کی شدت کا اظہاریوں ہوتا ہے کہ باپ بیٹا دونوں مل کر خانہ خدا کی تعمیر کرتے ہیں اپنی بیوی اور بچے کو اللہ کی محبت میں پانی اور سبزے سے خالی ایک چٹیل میدان میں چھوڑ دیتے

۱۔ ردک تفسیر نمونہ، جلد ۲ ص ۱۲۵۔ ۲۔ سورہ فرقان، آیت ۲۸۔ ۳۔ تفسیر المیزان، جلد ۵، ص ۹۶۔

۴۔ سورہ نساء، آیت ۱۲۵۔

ہیں، خدا کی راہ میں اپنے جوان بیٹے کو قربان کرنا جس کا کوئی بدل نہیں۔ پروردگار کی خوشنودی کے لیے تمام اموال کو راہ خدا میں دے دینا، یہ اور اس قسم کے دوسرے کام محبت پیغمبر خداؐ اور امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ سے اظہار عقیدت کی بنا پر تھا کہ آپؐ کو خلیل اللہ نام دیا گیا۔ اور زندگی کے تمام راز اور اشارے اور پوشیدہ باتوں کو خدا کے سامنے رکھ دیتے تھے اور خداوند متعال بھی حضرت ابراہیمؑ سے الفت و محبت کرتا تھا۔ اور غیبی الہامات کے پوشیدہ رازوں اور اشاروں کے ذریعے ان کی مدد فرماتا رہا۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ چیز اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ خدا کے ساتھ دوستی اور دوسروں کے ساتھ دوستی رکھنے میں بہت فرق ہے خدا انسانوں کا مالک اور پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہر چیز کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے اور نابود کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور ان میں ہر قسم کا تغیر و تبدل اور رد و بدل کر سکتا ہے اور ہر طرح سے اس کی گرفت میں ہے۔ اس بنا پر انسان ہمیشہ اور ہر حال میں ہر چیز کے لیے اور ہر طرف سے اس کا محتاج ہے وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت سارے لوگ اس اہم نکتے سے بے خبر ہیں اور غفلت برتتے ہیں، مگر وہ لوگ مثلاً حضرت ابراہیمؑ جو خدا کے دوست ہیں اور اسی ذات سے زیادہ مائوس ہیں اور مخلصانہ خدا کو یاد کرتے ہیں، اس نکتے کی طرف متوجہ ہیں اور ہر جگہ اور زمانے میں اپنے آپ کو خدا کی رحمت و فضل کا محتاج پاتے ہیں اور اس قدر اس سلسلے میں یقین رکھتے ہیں کہ ان کا ہر عمل سے اس کا اظہار بر ملا ہوتا ہے

پیغمبر گرامی اسلام کا جب یہودیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا تو آپ نے اس میں ”خلیل“ کے دونوں معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یہودی لوگ حضرت رسول خداؐ جو حضرت ابراہیمؑ کے خلیل اللہ ہونے پر یقین رکھتے تھے اس سے غلط فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اپنے باطل اور غلط عقیدوں کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے اس بنا پر آنحضرتؐ نے ”خلیل اللہ“ کے مفہوم کی اس طرح وضاحت فرمائی۔ ”یہ جو ہم نے انہیں خلیل اللہ کہا ہے کہ (خَلَّةٌ) (یا خَلَّةٌ) کے مادے سے نکلا ہے اور ”خلیل“ کے معنی محتاج اور حاجت مند کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کے محتاج تھے اور صرف اسی ذات کی طرف متوجہ تھے اور غیر خدا سے مکمل طور پر کٹے ہوئے تھے۔ اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب آپؐ کو آتش نمرود میں ڈالا جا رہا تھا اور منجیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا اس وقت خداوند عالم نے جبرائیل امینؑ کو بھیجا اور فرمایا

جلدی سے جاؤ اور میرے بندے ابراہیمؑ کی مدد کرو۔ جبرائیل امینؑ آئے اور کہا خداوند متعال نے مجھے آپؐ کی مدد کے لیے بھیجا ہے! جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: خدا میرے لیے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے (تیری مدد کا محتاج نہیں ہوں) (حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ) اس ذات کے علاوہ کسی سے کوئی مدد نہیں چاہیے اور اس کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ اس وجہ سے خدا نے انہیں خلیل کہا۔

اگر اول معنی خلیل ”خَلَّةٌ“ سے لیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خفیہ باتوں یا کاموں سے آگاہ ہو گئے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں۔ پس اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند متعال نے خود سے مربوط کاموں سے حضرت ابراہیمؑ

کو آگاہی دی ہے۔ اللہ کی اس سے مراد حضرت آدمؑ نہیں ہیں (۱)۔
اگر ابراہیمؑ دوسروں سے مکمل طور پر قطع تعلق نہ کریں تو کیا خدا کے خلیل نہیں
ہوں گے اور اگر اللہ کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ نہ ہوں تو کیا خدا کے خلیل نہیں بنیں
گے (۲)۔

جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے کہ خلیل کو دونوں معنوں میں لیا جاسکتا ہے
ان دونوں میں فرق نہیں ہے حقیقت میں اگر کوئی اللہ کا دوست ہو اور خدا نے بھی
اسے دوستی کی بنا پر چنا ہو اور خدا کو خالق اور رازق اور تمام مخلوقات پر مکمل گرفت اور
تمام مسائل کا حل کرنے والا صرف اللہ ہی جانتا ہو ایسا بندہ مکمل طور پر خدا کی طرف
حاجت مند ہے۔ پھر وہ غیر خدا سے اپنا رابطہ قطع کر کے پروردگار سے جوڑ لیتا ہے۔
اس بنا پر وہ لوگ جو خدا کے دوست ہیں اور خود کو مکمل طور پر اسی ذات کے
محتاج پاتے ہیں چونکہ تمام لوگ اللہ کے محتاج ہیں یعنی خداوند متعال نے سب کو اپنا
محتاج پیدا کیا ہے مگر کسی کو دوستی کا خطاب دے کر نہیں چنا ہے، اس بارے میں حضرت
امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: خداوند متعال نے ابراہیمؑ کو جو خلیل اور دوست کہہ کر
منتخب کیا ہے وہ ان کی دوستی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ اپنے پروردگار کے بہترین
بندے تھے اور ہمیشہ خدا کی خوشنودی کے لیے کوشش کرنے والے تھے۔ (۲)

۱۔ بلکہ یہودیوں کے اعتراض کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خلیل کو حضرت آدمؑ کی مانند جانتے ہیں۔

۲۔ الاحقاج، ص ۱۹، نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۵۴، بحار الانوار، جلد ۹، ص ۲۶۰۔

۳۔ تفسیر مومنہ، جلد ۴، ص ۱۶۴، نقل از مجمع البیان۔

بعض ہم عصر مفسرین کہتے ہیں کہ ”خلیل“ دوستی کے معنی میں آتا ہے اور یہی صحیح ہے، اور دوسرے معنی میں نہیں استعمال ہو سکتا۔ کیونکہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو (خلیل) کا اہم مقام و مرتبہ دیا یہ دوستی کے معنی میں آتا ہے اور صحیح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ خدا کے دوست کے طور پر منتخب ہوئے ہیں۔ لیکن اگر حاجت مند کے معنی میں تو تمام موجودات خدا کے محتاج اور حاجت مند ہیں یہ معنی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں رکھتے (۱)۔ اس حصے کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ کے ”خلیل“ ہونے کے بارے میں علامہ نجیؒ نے بحار الانوار میں اس طرح بیان کیا ہے کہ آیہ (وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا) یعنی خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو اپنے دوستوں میں قرار دیا۔ ابراہیمؑ اس معنی میں خدا کے دوست ہیں کہ وہ خدا کے دوستوں سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے تھے اور ابراہیمؑ کے ساتھ خدا کی دوستی کے معنی یہ ہیں کہ جب بھی کوئی انہیں اذیت دینا چاہتا تھا تو خدا ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ جیسا کہ نمرود نے آپؑ کو آگ میں پھینکا تو خداوند متعال نے آپؑ کی مدد فرمادی (۲) اور کتاب مرآۃ العقول میں اس طرح آیا ہے کہ ”خلیل“ وہ ہے، جو اپنے دل کو خدا کے علاوہ تمام چیزوں سے خالی کر دے اور ہر چیز سے زیادہ اسے چاہے۔ تمام نبیوں کی تمنا یہی ہے کہ اس بلند مقام تک رسائی ہو جائے۔ (۳)

حضرت ابراہیمؑ کو خلیل کا لقب کس نے دیا؟

۱۔ تفسیر نمونہ، جلد ۴، ص ۱۳۶، نقل از مجمع البیان۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۲۔

۳۔ مرآۃ العقول، جلد ۲، ص ۲۸۴۔

قرآن مجید میں خداوند متعال فرماتا ہے۔ (ومن احسن دیناً۔۔ آخر آئیہ) (۱) ”اور اس شخص سے بہتر دین میں کون ہوگا جو نیکو کار بھی ہو اور ابراہیمؑ کے طریقے پر چلتا ہو اور اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہو اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنا لیا“ اس آئیہ مجیدہ کی رو سے خداوند متعال نے ابراہیمؑ کو خلیل کا لقب دیا ہے مگر کچھ مفسرین کے نزدیک رسول اللہؐ کی روایتوں (۲) جبریل امینؑ (۳) عزرائیل (۴) اور اللہ کے دوسرے فرشتے (۵) اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۶) حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ مانتے ہیں۔ یہودیوں سے پیغمبر اکرمؐ کا مناظرہ کہ رسول اللہؐ کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کا ”خلیل اللہ“ ہونا اس قدر روشن اور صاف تھا کہ یہودی اس کلمے یعنی ”خلیل اللہ“ کے غلط استعمال پر بضد تھے (۷)۔

کیوں ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوئے؟

حضرت ابراہیمؑ کس طرح ”خلیل اللہ“ کے مقام پر پہنچے؟ کس وجہ سے انہیں یہ منزلت عطا ہوئی؟ روایات کی تحقیق سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بلند مقام حاصل ہونے کی دلیل اور سبب بے شمار روایات ہیں۔ ان میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں۔

۱۔ سورہ نساء آیت ۱۲۵۔ ۲۔ الاحتجاج، ص ۱۹، تفسیر نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۵۴۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، ص ۱۳ اور ۵۔

۴۔ کافی، جلد ۱، ص ۱۷۵۔

۵۔ بحار الانوار، جلد ۱، ص ۳۳۔

۶۔ بحار الانوار، ج ۱، ص ۳۱۔

۷۔ بحار الانوار، جلد ۱، ص ۳۱۔

۱۔ بہت اور طولانی سجدے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خداوند متعال نے حضرت ابراہیمؑ کو اس لیے اپنا دوست بنایا کہ آپؑ زمین پر اللہ کے لیے بہت سجدہ کیا کرتے تھے۔ (۱)

۲۔ محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوٰۃ:

حضرت امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں: خداوند متعال نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست اس لیے قرار دیا کیونکہ آپؑ محمدؐ و آل محمدؐ پر بہت زیادہ دُرود بھیجتے تھے (۲)

۳۔ لوگوں کو کھانا دینا اور نماز تہجد پڑھنا:

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خداؐ سے سنا: آپؐ نے فرمایا خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو اس بنا پر اپنا دوست قرار دیا کہ آپؑ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور جب رات ہوتی تھی سب لوگ سو جاتے تھے تو آپؐ نماز تہجد پڑھتے تھے (۳)

۴۔ لوگوں سے دوستی اور عدم احتیاج:

حضرت امام رضاؑ سے نقل ہوا ہے کہ خداوند عالم نے ابراہیمؑ کو اس لیے اپنا دوست بنایا کہ آپؑ نے کبھی کسی سائل سے منہ نہیں موڑا اور خدا کے علاوہ کسی سے کبھی

۱۔ خود حضرت ابراہیمؑ نے بارہا خداوند متعال کو ”خلیل“، یعنی اپنا دوست کہہ کے پکارا ہے، تفسیر قمی، ذیل آیہ سورہ نساء، آیت ۱۲۵، بحار الانوار، جلد ۱۲ ص ۹، ۱۱۔ تفسیر نور الثقلین، جلد ۱ ص ۵۵۳، ۵۵۵، نقل از اصول کافی۔

۲۔ علل الشرائع، ص ۳۴، بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۲، تفسیر نور الثقلین، جلد ۱ ص ۵۵۳، ۵۵۵۔

۳۔ علل الشرائع، ص ۳۴، بحار الانوار، جلد ۱۲ ص ۴۔

کوئی چیز نہیں مانگی (۱)۔

خدا سے درقی کے کمالات

حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا لقب اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوا۔ اس عظیم پیغمبر نے خدا کی یکتا پرستی کو آشکار کرنے کی راہ میں دشمنانِ دین کے ساتھ مقابلہ اور بڑی جدوجہد کی ہے۔

اس بنا پر آپؑ کو خداوند عالم نے یہ مقام عنایت فرمایا ہے۔ البتہ اس مقام کو حاصل کرنا جس طرح آسان نہیں ہے اسی طرح اس بلند مقام کی حفاظت اتنی ہی مشکل اور سخت ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے متعلق معلومات بہت کم ہیں ہمارے پاس اس بارے میں صرف وہ روایات ہیں جو چہارہ حصوں سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان روایات کی روشنی میں خدا کے ساتھ ابراہیمؑ کی محبت و دوستی پسندیدہ ہے کہ جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، جبریل امینؑ جلدی سے آئے اور مدد کرنے کا اظہار کیا، ابراہیمؑ نے جواب میں فرمایا: میں تیری مدد کا محتاج نہیں ہوں میرے لیے خدا کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (۲) آپؑ نے جب خواب میں دیکھا کہ اسماعیلؑ جیسا نوجوان بیٹا ذبح کر رہا ہوں، تو اسے حکم الہی سمجھ کر شوق سے ذبح میں کام آنے والے آلات کو فراہم کیا اور چاقو ہاتھ میں لے کر اسماعیلؑ کے گلے پر زور سے چلایا تاکہ دوست کی محبت میں جو ان بیٹے کا سرتن سے جدا کریں۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جبرائیل امین فرشتوں کے الگ گروہ کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے گھر آئے۔ ابراہیمؑ نے ان کے لیے ایک چھڑاؤنچ کیا اور پکا کر ان کے آگے رکھا (۱)۔

اور ان سے کھانے کی خواہش کی تو جبرائیلؑ نے کہا۔ جب تک کھانے کی قیمت نہیں بتائیں گے ہم نہیں کھائیں گے۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا: قیمت یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ”بسم اللہ“ کہو یعنی میرے محبوب کے نام سے شروع اور جب کھانا ختم کریں تو ”الحمد للہ رب العالمین“ کہیں اور شکر ادا کریں۔ جبرائیل امینؑ نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھا اور کہا (حق للہ ان یتخذہذا خلیلاً) (۲) ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دائی میں جب سفید بال دیکھا تو خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا: تمام عالمین کے پروردگار کے لیے تعریف سزاوار ہے جس نے ہمیں اس عمر تک پہنچایا، اس حال میں کہ ایک لمحہ بھی گناہ میں مبتلا نہیں ہوا۔ (۳) حضرت ابراہیمؑ ذکر و شکر اور توبہ و استغفار اور ہمیشہ دوست کی بارگاہ میں دعا گو اور گریہ و زاری کے ساتھ راز و نیاز کرنے والے تھے۔ (۴)

اسی بنا پر خداوند متعال نے آپؐ کو ”خلیل اللہ“ لقب دینے کے بعد مقام امامت پر فائز کر دیا۔ (۵)

۱۔ بخار الانوار، ج ۱۲، ص ۵۔

۲۔ بخار الانوار، جلد ۱۲، ص ۵۔

۳۔ بخار الانوار، جلد ۱۲، ص ۸۔

۵۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۲۳، اصول کافی، جلد ۱ ص ۱۷۵۔

۴۔ بخار الانوار، جلد ۱۲، ص ۱۲۔

خلاصہ یہ کہ آپ خدا کے اولوالعزم پیغمبر تھے خدا نے بہت بڑی نعمتیں اور خصوصی القابات سے نوازا ان تمام القابات میں سے خلیل اللہ یا خلیل الرحمن مشہور ہوئے۔ یہی وہ تمام فضیلتیں تھیں کہ جس وجہ سے خداوند متعال نے فرمایا: (وَتَرَكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ، سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ)

ہم ان کے نیک نام ہمیشہ دوسروں کے لیے رکھیں گے اور ابراہیمؑ پر ہمارا سلام ہو۔ (۱)

اس عظیم پیغمبر کو ہم کس طرح یاد اور سلام کریں زیارتِ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں اس طرح آیا ہے (السَّلَامُ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ)



السلام علی موسیٰ کلیم اللہ

حضرت موسیٰ بن عمرانؑ جنہیں عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ”کلیم اللہ“ بھی کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے بعد اولوالعزم پیغمبروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ایسی شان و شوکت والے نبی کہ جن کا مبارک نام تاریخ انبیاء میں ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی زندگی اونچ نیچ، غموں اور ناقابل برداشت زحمتوں، کوششوں اور برائیوں کے مقابلے میں قیام، غلط رسومات، ظلم و ستم، اور مال و دولت والوں سے مقابلے سے پر نظر آتی ہے۔

قرآن کریم اور معصومینؑ کی روایتوں میں حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے مختلف حصوں کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے کہ جب آپؑ پیدا ہوئے تو آپؑ کی والدہ کانچے کی جدائی میں پریشان ہونا اور خداوند کریم سے اس کی نجات کی امید کے ساتھ بچے کو دریائے نیل میں ڈالنے کے واقعے سے لے کر راتوں رات اپنی جان کی حفاظت کی خاطر تنہا مدائن کا سفر اختیار کرنا، وہاں دس سال قیام کرنے کے بعد آپؑ دوبارہ مصر واپس ہونا۔ واپسی کے دوران راستے میں حیرت انگیز واقعات پیش آئے جن کے نتیجے میں آپؑ مقام نبوت و رسالت پر فائز ہوئے اور یہاں تک کہ جب آپؑ مصر واپس ہوئے اور فرعون اور فرعونوں کے ظلم و ستم کے سامنے چٹان بن کھڑے ہو گئے، اور سختیوں، مصیبتوں کے مقابل اس قیام کو درست جانا اور صبح کا میابی تک دل و جان سے اس پر قائم رہے۔

آپؑ اور آپؑ کے ماننے والوں کا فرعون اور ان کے ماننے والوں کے

ساتھ مقابلہ، اور مصر سے نکل کر سینا کے صحرا میں اترنا اور وہاں بنی اسرائیل کی چالیس سال کی سرگردانی، اور قوم کی طرف سے مختلف بہانہ گیری آسمان سے ان کے لیے کھانے آنا، اور ان کی طرف سے دستورات اور قانون کی خلاف ورزی کے بہت سارے واقعات جو قرآن مجید اور چہارہ معصومین کی گفتگو میں آئے ہیں۔ ان سب واقعات میں ایک بہت اہم نکتہ حضرت موسیٰ کا پروردگار عالم ساتھ طور کی پہاڑی پر ملاقات کا وقت ہے۔ کہ انہوں نے وہاں پروردگار کی نشانی کی خوبصورتی کا مشاہدہ کیا۔ ان کی حضرت خضرؑ سے ملاقات اس بارے میں بہت سارے مطالب ہیں ہر ایک کی تفصیل کے لیے کافی وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی آیات، حضرت موسیٰؑ سے متعلق واقعات اور آپؐ سے مربوط مطالب کے ساتھ مختص ہیں۔ اور یہ آیات ۳۴ سورتوں میں آئی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا نام قرآن مجید میں ۱۳۶ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ (۱) ان کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: **وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي** (۲) میں نے تجھے اپنے لیے بنایا ہے اور چنا ہے۔ **وَإِنَّا اخْتَرْنَاكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ** (۳) میں نے تجھے چنا ہے پس جو کچھ وحی ہوتی ہے اسے سن لے۔

آیات و روایات کی جستجو سے یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک بلند ہمت، قلبی وسعت رکھنے والے اللہ کے بندے اور نبی تھے۔ آپؐ نے اپنے بھائی ہارونؑ کے ساتھ مل کر اپنی رسالت کی ذمے داریوں کو بخوبی انجام دیا۔

۱۔ مشہور جاوید قرآن کریم۔ جلد ۱۲ ص ۲۴، قاموس قرآن، جلد ۶ ص ۳۰۴۔

۲۔ سورہ طہ، آیت ۴۱۔ ۳۔ سورہ طہ، آیت ۱۳۔

ان کی زندگی کے واقعات میں، ان کے بھائی ہارون، فرعون، ہامان، سامری، مومن آل فرعون اور آسیہ زین فرعون کا تذکرہ حضرت موسیٰ سے مربوط ہے۔

حضرت موسیٰ کا ”کلیم اللہ“ ہونا دوسرے انبیاء کی نسبت بہت بڑا امتیاز

ہے۔

موسیٰ کلیم اللہ

خداوند متعال قرآن مجید میں جہاں ان انبیاء کے ناموں کی طرف اشارہ کرتا ہے جن پر وحی ہوئی ہے، تو وہاں حضرت موسیٰؑ کو بھی یاد کرتا ہے اور دوسرے انبیاء کی نسبت ان کا مقام بلند ہے اور ان سے خدا نے براہ راست گفتگو کی ہے:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (۱)

اے رسول ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور جس طرح ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور اسحاقؑ و یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ و عیسیٰؑ و ایوبؑ و یونسؑ و ہارونؑ و سلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ اور بہت سارے رسولوں کا حال ہم تمہیں پہلے ہی بتا چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسول ہیں جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا اور خدا نے موسیٰؑ سے

باتیں بھی کہیں۔ (۱)

ان دو آیتوں کی تشریحات سے چند نکات سامنے آتا ہے۔

کلمۃ اول: حضرت موسیٰ کا کلیم اللہ ہونا خداوند متعال کی جانب سے ان کے لیے بڑا امتیاز ہے اور دوسرے پیغمبروں کی نسبت حضرت موسیٰؑ کا مقام و منزلت خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ (۲) بحار الانوار میں ابی جعفرؑ سے اس طرح بیان ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ کو جو مقام ملا ہے وہ انبیاء کے بلند ترین مقامات میں سے ہے۔ فرمایا: میری مراد یہ ہے کہ انہوں نے خدا کے ساتھ کسی واسطے اور کسی مبلغ کے بغیر گفتگو کی اور سنی۔

کلمۃ دوم: قرآن مجید کی ان آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے براہ راست کسی واسطے کے بغیر ان سے بات کی۔ کیونکہ پہلی آیت میں خدا نے فرمایا ”ہم نے وحی کردی“ مگر دوسری آیت میں گفتگو کرنے کا انداز ایک دم بدل گیا ہے۔ وہاں ”ہم“ کی جگہ اپنا اسم مبارک ”اللہ“ آیا ہے ”وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا“ فعل یہاں اس لیے بدلا ہے کہ یہ سمجھ میں آجائے کہ خدا نے خود موسیٰؑ سے بات کی ہے اور خدا و موسیٰؑ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (۳)

چنانچہ بحار الانوار، جلد ۳، ص ۲۳ میں آیہ شریفہ کی تفسیر میں آیا ہے کہ ابی جعفر علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔ تفسیر ابوالفتوح رازی، جلد ۶، ص ۱۸۱۔

۲۔ مجمع البیان، جلد ۳، ص ۱۰۳۔ تفسیر راہنما، جلد ۴، ص ۱۷۷، بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۲۳۔

۳۔ مجمع البیان ص ۱۰۳۔ تفسیر راہنما، جلد ۴، ص ۱۷۷، روض الجنان (تفسیر ابوالفتوح) جلد ۶ ص ۱۹۶۔

(اَيُّ اَنْ تَكَلَّمْ لَكَ هُوَ اللّٰهُ مَالِكُ الْعَالَمِيْنَ) تم سے ہم کلام وہ اللہ ہوا جو تمام عالمین (دینا و آخرت) کا مالک ہے۔

نکتہ سوّم: دوسری آیت میں حضرت موسیٰؑ کا نام دوسرے پیغمبروں سے الگ آیا ہے اور دوسرے پیغمبروں کی نسبت خداوند متعال نے موسیٰؑ کے ساتھ دلچسپ اور خوبصورت انداز میں تاکید کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔ اور یہ بات حضرت موسیٰؑ کی عزت و مقام کی بلندی کی طرف اشارہ کرتی ہے (۱)

نکتہ چہارم: آیہ مبارکہ کی شان نزول پر غور فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کی گفتگو، وحی کی اقسام میں سے ایک قسم تھی (۲)
چنانچہ جملہ ”وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰی تَكْلِيْمًا“ دوسرے جملے ”اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ“ پر عطف ہے: یہی وجہ ہے کہ موسیٰؑ پیغمبروں کے ساتھ خداوند متعال کی گفتگو وحی الہی میں شمار ہوتی ہے۔ اور کسی واسطے کے بغیر خدا سے بات کرنا وحی کی اقسام میں سے بہترین وحی شمار ہوتی ہے۔ (۳)

اس آیہ کریمہ میں اور سورہ مریم آیت ۵۲ اور سورہ نازعات آیت ۱۵ میں خدا نے صرف حضرت موسیٰؑ سے گفتگو کی ہے۔ اس بارے میں کوئی زمان کسی مکان کی طرف اشارہ نہیں ہوا ہے کہ یہ گفتگو کہاں ہوئی ہے سوائے اس کہ سورہ مریم میں طور کی پہاڑی کے دائیں جانب وحی نازل ہونے کی جگہ کی طرف اشارہ ہوا ہے

۱۔ روض الجنان۔ تفسیر ابو الفتوح رازی جلد ۶، ص ۱۹۶، بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۲۳، مجمع البیان، جلد

۱۳، ص ۱۰۳ ۲۔ مجمع البیان، جلد ۱۳، ص ۱۰۳، تفسیر المیزان، جلد ۵، ص ۱۴۰۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۲۳، امام محمد باقرؑ سے نقل ہوا ہے۔

وَنَادَيْنَاهُ مِنْ حَافِئِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَفَرَّغْنَا لَهُ نَجَاتًا (۱) اور ہم نے ان کو طور کی پہاڑی کے دہنی طرف سے آواز دی اور ہم نے انہیں (موسیٰؑ) کو راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لیے اپنے قریب بلایا۔“

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں ابن عباسؓ کہتے ہیں: خداوند متعال نے موسیٰؑ کو اپنے قریب کیا اور ان سے گفتگو فرمائی۔ (۲) لیکن سورہ قصص اور سورہ طہ میں خدا کا موسیٰؑ کے ساتھ بات کرنے کا زمان و مکان کے بارے میں کسی حد تک بیان ہوا ہے۔

ان آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ گفتگو جو خداوند متعال اور موسیٰؑ درمیان ہوئی ہے یہ حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے تیسرے دور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

آپؑ کی زندگی کا پہلا دور ولادت سے لے کر مدائن کی طرف مہاجرت تک ہے اور آپؑ کی زندگی کا دوسرا دور آپؑ کی مصر کی طرف واپسی، کیونکہ خاندان کے تمام افراد آپؑ کے لیے بہت فکر مند تھے، ان سب کو دیکھنے کے لیے جانا تھا، اور کیونکہ موسیٰؑ ان کی زندگی کی امید تھے۔

مدائن میں دس سال چرواہی حضرت موسیٰؑ کے لیے گویا تسلیم و رضا سیکھنے کا ایک مکمل کورس تھا۔ تاکہ بعد میں مشکل ترین ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے انجام دے سکیں اور مال و دولت والوں کے مکر و فریب اور جھوٹوں کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور بے گناہ انسانوں کو فرعون کے ظلم و ستم سے آزاد کرنے کے

۱۔ سورہ مریم، آیت ۵۲۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۳۔

لیے غیتوں اور مصیبتوں کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کے لیے انہوں نے مدائن کو چھوڑا اور مصر کا ارادہ کیا۔

کہتے ہیں کہ مدائن اور مصر کا درمیان فاصلہ آٹھ پڑاؤ ہے اور ہر پڑاؤ کو آپ چوبیس گھنٹے میں طے کرتے تھے۔ (۱)

سردیوں کی ایک ٹھنڈی رات تھی جس میں بجلی کی گرج چمک اور ہوا کے ساتھ بارش بھی ہو رہی تھی ان کی زوجہ حاملہ تھیں ان میں بچہ پیدا ہونے کے آثار نظر آنا شروع ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ نے لوہا اور پتھر اٹھایا تا کہ آگ مہیا کریں اور زوجہ کی بددکریں مگر ان کی کوشش کام نہ آئی، لوہے اور پتھر مارتے رہے لیکن ایک چنگاری بھی نہیں نکلی موسیٰؑ نے پتھر اور لوہے کو غصے سے دور پھینک دیا۔ اس پتھر اور لوہے نے حکم خدا سے بلند آواز میں کہا: اے موسیٰؑ ہم خدا کے حکم کے بغیر آگ نہیں نکالتے اور آج کی رات عالم میں جتنی بھی آگ ہے اللہ نے بجھا دی ہے۔

دوسری طرف سے جانوروں کے ریوڑ پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور بھیڑوں کو تتر بتر کیا۔ (۲)

حضرت موسیٰؑ حیران و پریشان تھے اتنے میں آپ نے اپنی بائیں طرف کافی دور آگ کو دیکھا بیوی بچوں سے کہا تم یہیں رہو میں نے وہاں آگ دیکھی ہے (۳) میں جاتا ہوں اور آگ لے آتا ہوں (۳) یا شاید وہاں کوئی مل جائے اور آگ اور پانی حاصل کرنے کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کرے۔ (۴)

۱۔ منشور جاوید قرآن، جلد ۱۲ ص ۶۱۔ ۲۔ کشف الاسرار، جلد ۱۶، ص ۱۰۱۔

۳۔ سورہ طہ، آیت ۱۰۔

۴۔ سورہ طہ، آیت ۱۰۔

حضرت موسیٰؑ اس آگ کی طرف چلے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک درخت کو دیکھا کہ وہ بلند اور سبز ہے جس میں اوپر سے نیچے تک نور ہے اور آگ لگی ہوئی ہے، یہ ایک ایسی آگ تھی جو سفید تھی اور دھوئیں کے بغیر تھی۔ اور ہر شاخ جب آگ پکڑتی تو وہ اور سبز اور تازہ ہو جاتا تھا۔ موسیٰ حیران اور خوف زدہ ہو گئے اتنے میں اس درخت کی طرف سے آواز آئی۔ (۱) ”انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی“ میں تمہارا پروردگار ہوں اپنی جوتی کو اتار دو، تم طوی المقدس وادی میں کھڑے ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جیسے ہی موسیٰؑ طور کی پہاڑی پر پہنچے اور نورانی سرسبز درخت کو دیکھا اس درخت نے انہیں کیسے آواز دی: امیر المؤمنین حضرت علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں: موسیٰؑ ایک ایسے میدان سے جا رہے تھے جہاں ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا بیوی بچے بھی ان کے ساتھ تھے تیز اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کہ موسیٰؑ نے آگ دیکھی اور اس کی طرف چلے گئے جب اس کے نزدیک پہنچے اور آگ لپٹی چاہی تو آگ چل کر ان کی طرف آئی، حضرت موسیٰؑ ڈر گئے اور واپس ہوئے آگ پھر اپنی جگہ پر واپس گئی موسیٰؑ نے بھی یہ محسوس کیا کہ آگ اپنی جگہ پر واپس گئی ہے، پس دوسری مرتبہ آگ کے پاس گئے آگ پھر ان کی طرف آئی موسیٰؑ پھر ڈر گئے واپس ہوئے مگر تیسری مرتبہ جب آگ ان کی طرف آئی تو وہ نہیں ڈرے اور واپس نہیں ہوئے یہی وقت تھا کہ خداوند متعال نے موسیٰؑ کو آواز دی کہ (اے موسیٰؑ میں تیرا

۱۔ مجمع البیان، جلد ۷، ص ۵، روض الجنان سے اقتباس، جلد ۱۳، ص ۱۳۲، کشف الاسرار، جلد ۱۶، ص ۱۰۲

خدا ہوں) موسیٰؑ نے کہا: اس ادعا کی کیا دلیل ہے؟ خداوند متعال نے فرمایا: تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ موسیٰؑ نے کہا: یہ میرا عصا ہے۔ خداوند نے فرمایا: اسے زمین پر ذرا پھینک دو، موسیٰؑ نے عصا کو زمین پر ڈال دیا تو وہ سانپ میں تبدیل ہو گیا اسے دیکھ کر موسیٰؑ ڈر گئے اور واپس بھاگے۔ خدا نے موسیٰؑ کو آواز دی فرمایا: موسیٰؑ کہاں بھاگے جاتے ہو نہ ڈرو، اپنے عصا کو اٹھاؤ! تم ان لوگوں کے گروہ میں سے ہو جو امان الہی میں ہیں (۱)۔

بہر حال موسیٰؑ نے طور کی پہاڑی پر خدا سے گفتگو کی۔ قرآن مجید کی آیات کے مطابق خداوند متعال نے فرمایا: (میں عالمین کا پروردگار ہوں) (انسی انسا اللہ رب العالمین (۲)) (اور میں تیرا پروردگار ہوں) (انسی انارنک) (۳) پس اپنی جوتی اتارو کیونکہ تم طوئی کی مقدس وادی میں ہو۔ میں نے تمہیں اپنے لیے چنا ہے پس جو کچھ وحی ہوگی اُسے خوب اچھی طرح سن لو (۴)

میں خدا ہوں میرے علاوہ کوئی خدا نہیں میری عبادت کرو اور میرے لیے نماز قائم کرو۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِکْرِیْ (۵)

قیامت آنے والی ہے میں اسے چھپا کے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر انسان جیسی کوشش کرتا ہے اسے اس کا بدلہ دیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص اسے دل سے نہیں مانتا اور

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم، جلد ۲، بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۳۰۔

۲۔ سورہ قصص، آیت ۲۳۔ ۳۔ سورہ طہ، آیت ۱۳۔

۴۔ سورہ طہ، آیت ۱۴۔

۵۔ سورہ طہ، آیت ۱۴۔

اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے پڑا ہے وہ تمہیں اس سے روک دے تم تباہ ہو جاؤ گے۔
 إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِيُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (۱)

خداوند متعال نے موسیٰؑ کو دو معجزے (۱) معجزہ عصا (۲) ید بیضا (ہاتھ کا سفید ہونا) دیئے اور انہیں حکم دیا کہ مصر واپس جا کر سرکش فرعون کو راہ راست پر لائیں، اذہبا الیٰ فرعون انه طغیٰ (۲) اور بنی اسرائیل کو نافرمان اور سرکش فرعونوں کے شر سے نجات دینے کے لیے کوشش کریں۔

حضرت موسیٰؑ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خداوند متعال سے چند درخواستیں کیں:

الف: انہوں نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دے اور مصر و تحل عطا فرما: رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ففَقُوهَا قَوْلِي (۳) تاکہ سختیوں اور مصیبتوں کا خندہ پیشانی اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے۔

ب: اور کام کی بہتری میرے لیے آسان ہو جائے (۴)

ج: موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی کہ پروردگار امیری زبان کی گرہوں کو کھول دے (۵) تاکہ سننے والے میرے بات جلدی سمجھ سکیں اور قبول کریں۔

د: پروردگار امیرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا کر بھیج دے وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي (۶) خداوند متعال نے موسیٰؑ کی دعائیں قبول فرمائیں اور

۱۔ سورہ طہ، آیت ۱۳۔ ۲۔ سورہ طہ، آیات ۴۳، ۴۶۔ ۳۔ سورہ طہ، آیات ۲۶، ۲۸۔

۴۔ سورہ طہ، آیات ۲۶، ۲۸۔ ۵۔ سورہ طہ، آیات ۲۶، ۲۸۔ ۶۔ سورہ طہ، آیات ۲۶، ۲۸۔

انہیں مصر کی طرف جانے کا حکم دیا بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم اور موسیٰ کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس میں انسانوں اور دیگر مخلوقات کی طرح باتیں نہیں ہوئیں کہ اس میں منہ کھولا گیا ہو اور زبان کو حرکت دی گئی ہو (۱)۔ بلکہ خدا کی موسیٰ کے ساتھ گفتگو درخت سے نکلنے والی آواز کے ذریعے سنی گئی۔ اور اگر دوسرے لوگ بھی وہاں ہوتے تو وہ بھی خدا اور موسیٰ کے درمیان ہونے والی گفتگو ضرور سنتے۔

خداوند متعال اور موسیٰ کے درمیان یہ گفتگو تین دن تک ہوتی رہی اور خدا کی موسیٰ کے ساتھ اس دوران ایک لاکھ چوبیس ہزار کلمات پر مشتمل گفتگو تھی۔ (۲)

حضرت موسیٰ کیوں کر کلیم اللہ ہوئے؟

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موسیٰ کا کلیم اللہ ہونا ان کے لیے خدا کی جانب سے بلند ترین مقامات میں سے ایک ہے جو خصوصی طور پر آپ کو عطا ہوا۔ اس کے بعد ہی نبوت و رسالت کا دور شروع ہوتا ہے جنہوں نے آپ کی روح پر ہمیشہ قائم رہنے والے عظیم اثرات مرتب کیے۔

ان چیزوں نے ان کی زندگی اور تقدیر کے درمیان جدائی ڈال دی پس موسیٰ اس عظیم کامیابی سے ہم کنار ہوئے بعض روایتوں کے مطابق موسیٰ خداوند متعال کے سامنے عجز و انکساری سے بہت سجدے کرنے والے تھے وہ اپنے خالق کے سامنے چہرے کی پیشانی اور دائیں بائیں طرف کو خاک پر رکھ نماز ادا کرتے اور عاجزی سے

۱۔ نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۷۵۔

۲۔ نور الثقلین، جلد ۱، ص ۵۷۵۔ تفسیر راہما، جلد ۴، ص ۴۸۷۔

جھکتے اور اسی حالت میں پروردگار عالم سے راز و نیاز کی باتیں فرماتے۔ اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ: امامؑ نے فرمایا ”خداوند متعال نے تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) روز تک موسیٰؑ پر وحی نہیں بھیجی، حضرت موسیٰؑ رات کے وقت اریحا (شام کا ایک شہر) کی پہاڑی جاتے اور خدا سے یوں کلام کرتے کہ پروردگار! اگر بنی اسرائیل کے گناہوں کی وجہ سے مجھ پر وحی نہیں بھیج رہا ہے تو میں تجھ سے بندوں کو بخشائے جانے کا واسطہ دیتا ہوں انہیں معاف کر دے، امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اس وقت خداوند متعال نے ان پر وحی کی اور فرمایا: اے موسیٰؑ ابن عمران، کیا تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی مخلوقات میں سے تجھے بات کرنے اور وحی کرنے کے لیے چنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: پروردگار! میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ فرمایا: اے موسیٰؑ، میں نے کلیم اللہ ہونے اور وحی کرنے کے لیے تجھ کو اس لیے چنا کہ اپنی مخلوقات میں سے تجھ سے زیادہ عمر و انکساری کرنے والا کوئی نہیں ملا۔ امامؑ نے فرمایا: موسیٰؑ جب نماز پڑھتے تھے تو خدا کے حضور سجدے میں گر کر چہرے کو دائیں بائیں رکھ کر انتہائی عاجزی سے راز و نیاز کی باتیں کرتے تب نماز سے فارغ ہوتے۔ (۱)

حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ تھے خداوند متعال نے خصوصی طور پر اس عظیم پیغمبر سے گفتگو فرمائی آپ کے علاوہ کسی پیغمبر پر اس طرح وحی نہیں بھیجی (۲) آپ خداوند متعال سے خصوصی گفتگو کرنے اور وحی لینے کے لیے

۱۔ بحار الانوار، جلد، ص ۸، حدیث ۹۔

۲۔ بخار الانوار، جلد ۱۳، ص ۶۷ تا ۹۹، ص ۲۹۵ تا ۳۲۲۔

ایک خاص مقام یعنی کوہ طور پر جاتے تھے، جب بھی اس مقدس وادی میں جاتے خدا سے ہم کلام ہوتے اور بعض اوقات بعض بندگان خدا کے عرائض کو پروردگار تک پہنچاتے۔ اور خدا کا جواب واپس آ کر انہیں دیتے تھے۔ پیغمبری پر فائز ہونے سے پہلے ان کی زبان کا کچھ حصہ جل گیا تھا جب آپؐ نے دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ میری زبان کی گریہوں کو کھول دے ”وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي“ اس دعا سے یہ مشکل حل ہو گئی اور اس قدر شیریں اور پیاری آواز میں گفتگو فرماتے کہ سننے والوں کے دل میں گہرا اثر پیدا ہو جاتا تھا۔ اور آپؐ ایسی دلنشین آواز میں بات کرتے تھے کہ سننے والے سنتے ہی رہ جاتے تھے۔ (۱)

موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام ہی سلام ہو:

موسیٰؑ اپنے دور کے وہ مرد اور جری انسان تھے کہ جنہوں نے اپنے زمانے کے سرکش اور دولت کے گھمنڈ میں مست ظلم و زیادتی کرنے والوں سے ایسا مقابلہ کیا کہ تاریخ میں حق کے طلب گاروں کے لیے نمونہ بن گئے بالآخر آپؑ کو کوہ طور اور وادی مقدس میں جا کر خدا سے کلام کرنے کا عظیم شرف اور افتخار حاصل ہوا۔ موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کے نام ہمیشہ تاریخ میں زندہ رہیں گے۔ (۲) تمام حق کے طلب گاروں اور مومنوں پر سلام ہو اور ہم نے موسیٰؑ و ہارونؑ پر بہت سے احسان کیے اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو مصیبت سے نجات دی اور فرعون کے مقابلے میں ہم نے ان کی مدد کی تو یہی لوگ غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب

۱۔ بخارا انوار، جلد ۱۳، ص ۹۹۵ تا ۹۹۶، ص ۳۲۲ تا ۳۲۹۔

۲۔ سورہ صافات ۱۱۴۔ ۱۱۹۔

توریت عطا کی ان دونوں کو سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی۔ بعد میں آنے والوں میں
ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔ السّلامُ علیٰ موسیٰ و ہارون۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام
ہی سلام ہو۔ (۱)

جب موسیٰؑ پر سلام بھیجنا چاہیں تو عظمت کی بلندیوں کو یاد کریں اور ان پر سلام بھیجیں
بالخصوص ان کے کلیم اللہ ہونے کی بزرگی کو نہ بھولیں اور کہیں (السّلام علیٰ موسیٰ
کلیم اللہ) (۲)۔



۱۔ ۳۔ سورہ صافات، آیت ۱۴۰۔

۲۔ بحار الانوار۔ جلد ۱۰ ص ۲۶۶۔ زیارت نامہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا۔

السَّلَامُ عَلَىٰ عِيسَىٰ رُوحَ اللَّهِ

حضرت عیسیٰؑ انبیاء عظام میں سے اولوالعزم اور بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں۔ خداوند متعال نے قرآن مجید میں ان کا اور ان کی والدہ معظمہ کی زندگی کو بہت اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ ان کا اسم مبارک قرآن کریم میں ۳۶ مرتبہ، ۲۵ مرتبہ عیسیٰ کے نام سے اور ۱۱ مرتبہ مسیح کے نام سے ذکر ہوا ہے۔ قرآن عظیم کی نگاہ میں عیسیٰ متعدد فضیلتوں کے مالک ہیں اس کی شرح کے لیے زیادہ وقت درکار ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

ہم یہاں فہرست کے طور پر حضرت عیسیٰ کی خاص خاص فضیلتیں بیان کرتے ہیں:

وہ اللہ کا بندہ ہے۔ (۱)۔

وہ اللہ کے نبی ہیں۔ (۲)۔

وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (۳)۔

وہ روح اللہ ہیں۔ (۴)۔

وہ حکم خدا ہے۔ خداوند متعال انہیں اپنے مقرب بندوں میں شمار فرماتا ہے اور دنیا و

آخرت میں عزت داروں میں ہیں۔ (۵)۔

آپ کو صالح نیک بندوں میں شمار فرماتا ہے۔ (۶)۔

برگزیدہ، مصطفیٰ۔ (۷)۔

۱۔ سورہ مریم آیت ۳۰۔ ۲۔ سورہ مریم آیت ۳۰۔ ۳۔ سورہ نساء، آیت ۱۷۱۔

۴۔ سورہ نساء، آیت ۱۷۱۔ ۵۔ سورہ آل عمران، آیت ۴۵۔ ۶۔ سورہ آل عمران، آیت ۴۵۔

۷۔ سورہ مریم آیت ۳۰، انعام، آیت ۸۷۔

مجتہبی۔ (۱)

لوگوں کے لیے ایک ایسی نشانی ہے جس کے لیے خداوند عالم روح القدس کے ساتھ تائید فرماتا ہے اور خداوند متعال نے انہیں انجیل عطا کیا۔ (۲)

کتاب و حکمت کی اسے تعلیم دی گئی۔ بنی اسرائیل کے لیے پسندیدہ ترین شخصیت قرار دیا۔ قرآن مجید میں لقب بعنوان مسیح بہت مرتبہ آیا ہے۔ وہ قیامت کے دن لوگوں کے اعمال دیکھنے والوں میں سے ہیں (۳)

یہی سبب ہے کہ وہ امام ہیں۔ (۴)

پاکیزہ ہے۔ (۵)

خداوند متعال نے انہیں اپنی والدہ سے نیکی کرنے کی توفیق دی۔ (۶)

قرآن مجید میں، (۷) اور زیارات میں (۸) جو عیسیٰ، روح اللہ کہا گیا ہے۔

یہ عزت و احترام والے القاب خداوند عالم نے انہیں دیے۔ خداوند متعال کا ارشاد

ہے: ”یا اہل الکتاب.....“ (۹) ”اے اہل کتاب اپنے مذہب میں حد

سے نہ بڑھو اور خدا کی نسبت حق سے کچھ نہ کہو! بے شک عیسیٰ مسیح مریمؑ کے بیٹے

۱۔ سورۃ آل عمران، آیت ۸۵، ۸۷۔ ۲۔ سورۃ مائدہ، آیت ۱۱۰۔

۳۔ سورۃ نساء، آیت ۱۷۱۔ ۴۔ سورۃ احزاب، آیت ۷۔

۵۔ سورۃ مریم، آیت ۳۳۔

۶۔ سورۃ مریم، آیت ۳۳۔

۷۔ سورۃ نساء، آیت ۱۷۱۔

۸۔ اصول کافی جلد ۱، ص ۱۳۳۔ بحار الانوار جلد ۳، ص ۱۱، ۱۵۔

۹۔ سورۃ نساء، آیت ۱۷۱۔

ہیں اور خدا کے پیغمبر اور اس کا حکم (کلمہ) ہیں، اسے ہم نے مریمؑ کی طرف بھیجا اور وہ خدا کی طرف سے ایک جان ہے پس خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ۔
 آیتوں، روایتوں اور زیارتوں کی شرح اور تفصیلات سے یہ معلوم کہ ”روح اللہ“ کا لقب حضرت عیسیٰؑ کی ممتاز صفات اور پسندیدہ خصوصیات میں سے ہے اور ان کے دیگر القاب اور خصوصیات ہر ایک اپنی جگہ پر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔
 آیتوں میں روح اللہ کا مفہوم:

عربی لغت میں ”روح“ ظہور کے معنی اور لطیف کام کے جاری کرنے کے معنی میں آتا ہے (۱)
 عربی اعتبار سے جسم کے مقابلے میں روح ہے (۲) اور قرآن مجید میں اگرچہ یہ کلمہ ۲۱ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

روح سے مراد انسان اور فرشتہ وغیرہ بھی ہے۔ (۳) ان سے ایک استعمال کی جگہ میں انسان ہے جو عام معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور ایک حضرت عیسیٰؑ کے لیے بطور خاص ذکر ہوا ہے۔ خداوند متعال اس بارے میں فرماتا ہے: ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِي رُوحِهِ۔ (۴) اور ارشاد ہوتا ہے: فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي، (۵) حضرت مریمؑ کے بارے میں یعنی دوسرے الفاظ میں حضرت عیسیٰؑ سے متعلق فرماتا ہے۔ وَالَّذِي أَحْضَنْتَ..... (۶) اور اس خاتون

۱۔ التحقیق فی کلمات القرآن، جلد ۳، ص ۲۲۲۔ ۲۔ قاموس قرآن، جلد ۱، ص ۱۳۵۔

۳۔ قاموس قرآن جلد ۳ ص ۴۔ ۴۔ سورۃ سجدہ، آیت ۹۔ ۵۔ سورۃ حجرات آیت ۲۹۔

۶۔ سورۃ انبیاء آیت ۹۱۔

(مریمؑ) کو یاد کرو! کہ انہوں نے اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کی، پس ہم نے اپنی روح ان پر دم کر دی، اور مریمؑ اور اس کے بیٹے کو عالمین کے لیے نشانی قرار دیا۔ دوسرے جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُنْتِ مِنَ الْقَائِمِينَ (۱) ”خداوند متعال اہل ایمان کے لیے حضرت مریمؑ دختر عمران کی مثال دیتا ہے کہ اس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی روح میں سے ان میں پھونکا اور وہ اپنے پروردگار کے کلمات اور اس کی کتابوں کو مانٹی اور اللہ کی فرمانبرداری تھیں۔ ان دو آیتوں سے حضرت عیسیٰؑ کی رحم مادر میں خلقت کی طرف اشارہ ملتا ہے، علامہ طباطبائیؒ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند متعال ایک روح کو انسانوں میں قرار دیتا ہے کہ جب رحم مادر میں نطفہ منعقد ہونے کے بعد شکل و صورت کے خصوصی مراحل سے گزر کر پیدائش کے مرحلے میں داخل ہوتا ہے، مگر اس روح کو غیر محسوس طریقے سے اللہ نے حضرت عیسیٰؑ میں پھونک دیا۔ چونکہ حضرت مریمؑ شادی شدہ نہیں تھیں ان کی عصمت و عفت پاک تھی اور کسی مرد نے چھوا تک نہ تھا۔ اور خداوند متعال نے عام طریقے سے ہٹ کر روح اور زندگی کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو ان کی ماں کے رحم میں پھونکا اور حضرت عیسیٰؑ اس طریقے سے دنیا میں تشریف لائے۔ (۲) حقیقت یہ ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا (کن فیکون) اور تنہا ارادہ پروردگار سے

۱۔ سورہ تحریم، آیت ۱۲۔

۲۔ المیزان، جلد ۱۲، ص ۱۳۲ اور جلد ۵، ص ۱۳۹۔

عیسیٰؑ کی خلقت ہوئی اور روح الہی رحم مادر میں پھونکی گئی۔

دوسرے الفاظ میں قیامت، عالم برزخ اور انسانی روح کے بارے میں آنے والی آیتوں سے پتا چلتا ہے کہ انسان میں ایک روحی پہلو اور ایک معنوی پہلو موجود ہے جسے خداوند عالم نے قرار دیا ہے اور یہ مرنے کے بعد بھی باقی رہے گا خداوند متعال فرماتا ہے: ”وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي“ یہ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ روح ہر انسان میں ہے مگر قرآن مجید میں خصوصی طور پر حضرت آدمؑ اور عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ اسی طرح سابقہ دو آیتوں میں روح الہی کے رحم مریمؑ میں پھونکنے کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اور سورۃ نساء میں مزید صراحت کے ساتھ فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ روح خدا ہے (۱)

اور یہ وہی راز الہی ہے کہ جس کی حقیقت تک کوئی بشر نہیں پہنچ سکتا، آیہ کریمہ میں روح کے معنی کے بارے میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے بہر حال اس روح سے مراد یا وہی روح ہے جو آیہ مجیدہ میں ذکر ہوئی ہے یعنی خدا کا حکم ہے یا اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (۲)

روایتوں میں روح اللہ کا مفہوم:

مخصوصین سے منقول ہے کہ ”روح اللہ“ سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں ایک معتبر روایت میں علامہ کلینیؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے۔

احول راوی کہتا ہے: میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے

۱۔ المیزان، جلد ۱۳ ص ۳۲۷، جلد ۵ ص ۱۳۹۔

۲۔ سورۃ اسراء، آیت ۸۵۔

حضرت آدمؑ میں پھونکی جانے والی روح کے بارے میں پوچھا: فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَ
نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ۔ امامؑ نے جواب میں فرمایا: حضرت آدمؑ میں جو روح پھونکی
گئی ہے یہ وہی روح ہے جو حضرت عیسیٰؑ میں ہے اور یہ روح مخلوق خدا ہے (۱)

ثعلبہ بن جمران کی روایت کے مطابق وہ کہتا ہے: حضرت امام جعفر صادقؑ سے میں
نے اس آیہ شریفہ کے معنی پوچھے: اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيسٰی بْنُ مَرْيَمَ... رُوْحُ مَنْه
(۲) امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: یہ وہی روح ہے جو مخلوق خدا ہے جس سے
آدمؑ و عیسیٰؑ کو خلق فرمایا گیا۔ (۳) بعض روایتوں کے مطابق اللہ نے اس روح کہ
حضرت عیسیٰؑ میں پیدا کیا ہم اپنی قدرت و حکمت کے رازوں میں سے ایک راز بنا کر
پیدا کیا۔ (۴) یعنی خداوند متعال چاہتا ہے کہ آدمؑ و عیسیٰؑ کو پیدا کرنے کے ساتھ
ساتھ اپنی قدرت اور حکمت کو بھی پہچوائے۔

دوسری روایت میں اس بارے میں یوں آیا ہے: حضرت آدمؑ و عیسیٰؑ کی روح
دونوں مخلوق خدا ہیں کہ ان دونوں کو خداوند متعال نے دوسری مخلوقات میں منتخب کیا
ہے۔ یہ روایت اور اس جیسی روایتوں کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میں جو روح
ہے یہ درست ہے کہ خداوند متعال نے اسے اپنی طرف نسبت دی ہے اور روح خدا
کے نام سے یاد کیا ہے۔ مگر یہ مخلوق خدا ہے اور ذات پروردگار سے جدا اور مختلف ہے

۱۔ صول کافی، جلد ۱ ص ۱۳۳، بحار الانوار، جلد ۴، ص ۱۳۔

۲۔ سورہ نساء، آیت ۱۷۱۔

۳۔ سورہ نساء، آیت ۱۷۱۔

۴۔ بحار الانوار، جلد ۴، ص ۱۲ حدیث ۴۔

کچھ روایات میں وضاحت کے لیے مزید مثالیں دی ہیں جیسے کہ بیت اللہ کو خدا کا گھر کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی طور پر خدا کا کوئی گھر ہے بلکہ یہ خدا کی ایک مخلوق ہے لیکن خدا نے اسے منتخب کیا اور مخصوص نشانیاں اور پاکیزگی بھی عطا کی ہے۔ خانہ کعبہ کو اپنی نسبت دے کر خدا نے اپنا گھر کہا ہے (۱) عیسیٰ روح اللہ کی مثال بھی اسی طرح ہے ایک روح اللہ ہے جو دوسری ارواح کی طرح مخلوق خدا ہے۔ اس کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

پہلی خصوصیت: ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے (۲) اور پروردگار کے ارادے سے مریمؑ کے پاک رحم میں وجود میں آئے۔ (۳)۔

دوسری خصوصیت: غیر شادی شدہ ماں (باکرہ) سے دنیا میں آئے جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں (۴)۔

تیسری خصوصیت: بہت کم مدت میں اور غیر محسوس طریقے سے پیدا ہوئے۔ (۵) چوتھی خصوصیت: جب اس زمین پر قدم رکھا ابھی آپ دودھ پیتے بچے تھے کہ آپؐ نے گہوارے میں لوگوں سے گفتگو کی۔ کہ میں اللہ کا بندہ اور صاحب کتاب آسمانی اور اللہ کا پیغمبر ہوں (۶) ان چار خصوصی نکات کی بنا پر عیسیٰؑ کو خداوند متعال نے روح اللہ کہا۔

۱۔ اصول کافی، جلد ۱۳، بحار الانوار، جلد ۴ ص ۱۵۰۱۔

۲۔ سورۃ آل عمران، آیت ۵۹، ۴۷۔

۳۔ سورۃ آل عمران، آیت ۴۷، سورۃ مریمؑ ۲۰۔

۴۔ سورۃ مریمؑ، آیت ۱۶-۳۴۔ ۵۔ بحار الانوار، جلد ۱۴ ص ۲۲۳، ص ۲۲۹۔

۶۔ سورۃ آل عمران، آیت ۴۷۔ سورۃ مریمؑ، آیت ۳۰، ۳۴۔

شیعہ دانشوروں کے نزدیک روح اللہ کے معانی:

علامہ مجلسیؒ ”روح اللہ“ کے معنی کے بارے میں مزید روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

مسلمان دانشوروں میں روح اللہ کے مفہوم اور حضرت عیسیٰؑ کا روح اللہ نام ہونے کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا روح اللہ کیوں نام رکھا گیا۔ اس بارے میں چند نظریات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱): انہیں اس لیے روح اللہ کہتے ہیں کہ جبرائیلؑ نے خدا کے حکم سے پھونکا تھا یہی پھونکنا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ متولد ہوئے یہی سبب ہے انہیں روح خدا کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ خداوند متعال نے عظمت عیسیٰؑ کی وجہ سے خود سے نسبت دے کر روح اللہ کا لقب دیا ہے، جس طرح روزہ رکھنے کی فضیلت کے بارے میں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”روزہ میرے لیے ہے اور روزے کا صلہ میں خود دوں گا۔ (۱)“

(۲): حضرت عیسیٰؑ سے روح اللہ اس لیے مختص ہو گیا ہے کہ عیسیٰؑ ایک ایسی روح کی طرح ہیں کہ جسے ایک بے جان جسم میں پھونکا جاتا ہے اور اس بے جان میں جان آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیم مردہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ زندہ رہنے والی روح کو پھونک کر دوبارہ زندہ کر دیا۔

(۳): عیسیٰؑ روح اللہ وہ عظیم انسان ہیں جن کا کوئی بدل اور نظیر نہیں کیونکہ آپؑ کی پیدائش میں نطفے کا انعقاد کسی مباشرت یا نزدیکی سے نہیں ہوا بلکہ خداوند متعال نے

غیر معمولی طریقے سے انہیں حضرت مریم کے پاک رحم میں پیدا کیا۔

(۴): عیسیٰ خدا کی روح ہیں، یعنی اللہ کی رحمت ہے۔

(۵): حضرت عیسیٰ کو روح اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ خداوند متعال نے ان کی روح

کو رحم پاک مریمؑ میں پھونکا اور معجزانہ طور پر وجود حضرت عیسیٰؑ کو اس مقدس جگہ میں قرار دیا اور اس طرح ان کو پیدا کیا۔

(۶): عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے اس زاویے سے آپ شبیہ روح تھے کہ مرنے

والوں کے جسم میں زندگی عطا کرتے تھے اس بنا پر انہیں روح کہا جاتا ہے۔ (۱)

حضرت عیسیٰؑ پر سلام ہو

عیسیٰ روح اللہ، خدا کا ایک کلمہ ہے اور ایک پاک و پاکیزہ اور با عصمت خاتون

حضرت مریم کے فرزند ہیں، جو اپنے زمانے کی تمام عورتوں میں بہترین اور افضل

ترین خاتون تھیں، اور ان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا ان پر خدا کا سلام و درود ہو جن

کے لیے کہا گیا: وَالسَّلَامُ عَلَیْ یَوْمٍ وُلِدَتْ وَیَوْمَ أَمُوتُ وَیَوْمَ أُنْعَثُ حَیًّا (۲)۔

پس ان پر سلام بھیجیں اور ان کی مقام و منزلت کا احترام کیا جائے۔ حضرت معصومہ

کی زیارت میں بھی ان پر سلام بھیجا گیا ہے اور ان پر روح اللہ کہہ کر سلام بھیجے جاتے

ہیں (السَّلَامُ عَلَیْ عِیْسَى رُوحُ اللہ)۔



السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت میں پانچ عظیم پیغمبروں پر سلام بھیجنے کے بعد، پیغمبروں اور رسولوں کے سردار حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ مگر جب سلام بھیجنے کی باری آپؐ تک پہنچتی ہے تو سلام کا انداز بدل جاتا ہے۔ دوسرے انبیاء کا صرف نام لے کر اُن پر سلام کیا جاتا ہے مگر آپؐ کو رسول اللہؐ کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے اور پانچ بڑے رسولوں میں سے ہر ایک کو صرف ایک صفت سے یاد کیا گیا ہے جبکہ رسول خداؐ کے لیے مختلف اوصاف کے ذریعے سلام کیا گیا ہے۔ ان تعبیروں کی روشنی میں رسول خداؐ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت اور بلند مقام و مرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔ اس زیارت نامے میں آپؐ کو خصوصیت کے ساتھ اہمیت دی گئی ہے۔ یہاں مناسب ہے کہ وہ اوصاف جو اس زیارت نامے میں آئے ہیں اُن کے مفہیم پر تحقیق کرنے سے پہلے ”سلام“ کے معنی کی تحقیق کریں۔ اگرچہ اس کی توضیح زیارت نامے کے شروع میں دی گئی ہے، لیکن نام اور صفات پیغمبر اکرمؐ کو اس حصے میں بطور تبرک ذکر کیا گیا ہے۔

سلام کی خصوصیات

عربی زبان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت، سلام ہے اور ”سلم“ کا مصدر ہے، لغت کے محققین نے کہا ہے کہ ”تسلیم“ کا اسم مصدر ہے۔ (۱) اور اس کے معنی عیب، حرص، دکھ، رنج

۱۔ مصباح المعیر، ۲۸۶، اقرب الموارید، جلد ۱، ص ۵۳۶۔ تحقیق فی کلمات القرآن، جلد ۵، ص ۱۹۲۔ قاموس

کانہ ہونا اور آفت و آسیب سے دوری ہے۔

آیات قرآنی کے مطابق مومنین بغیر کسی سختی اور مشکل کے جنت میں داخل

ہوں گے۔ ”سَلَامٌ عَلَیْكُمْ لَمْ یَدْخُلُوْهَا“ (۱) جب حضرت ابراہیم کو آگ

میں ڈالا گیا تو آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی ”رَدُّاْ وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهیمَ

“ (۲) آگ نے انہیں نہیں جلایا اس میں حرارت نہ تھی، نہ کوئی رنج و سختی۔ ”یَهْدِیْ

بِهَ اللّٰهُ مَنْ اَتٰبَعِ رِضْوَانَهُ سُلِّ السَّلَامُ“ (۳) سلام کے ذریعے خداوند عالم نے

انجام کار کی طرف ہدایت فرمائی ”لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ“ (۴) سلام یعنی ایسا گھریا محل جو

ہر آفت و بلا سے پاک و خالص اور صاف ہو، اسی لیے سلام کے معنی مصیبتوں،

عیبوں اور بلاؤں سے دوری ہے۔ مشکلات، مصیبتوں اور بلاؤں کی قسمیں

ہیں۔ جب ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ہم نے اُن کے لیے دعا کی ہے

اور خداوند متعال سے ان کے لیے بلاؤں اور مصیبتوں سے سلامتی طلب کی ہے،

چونکہ یہ سلام دُور و دُور خداوند متعال کی طرف سے بابرکت، پاک و دلنشین ہے اس بنا پر

یہ ہدیہ اور مبارکباد بھی ہے ”فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةٌ

طَیِّبَةٌ“ (۵) اور یہ ان پر ہے کہ جن پر خداوند متعال کی جانب سے سلام کیا گیا۔

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۴۶۔

۲۔ سورہ انبیاء، آیت ۶۹۔

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۶۔

۴۔ سورہ انعام، آیت ۱۲۷۔

۵۔ سورہ نور، آیت ۶۱۔

بلکہ ایسا سلام جو مبارک اور پاکیزہ ہے۔ قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کے لیے حکم ہوتا ہے کہ جب مومنین تمہارے پاس آئیں تو آپ انہیں سلام کریں۔ اور کہیں ”سلام علیکم“ (۱) جب اللہ کے فرشتے اس دنیا میں مومنین کی قبض روح کے ذریعے ان کی زندگی ختم کرنا چاہتے ہیں تو پہلے سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ”سلام علیکم“ (۲)۔

جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ خداوند عالم حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ پر سلام کرتا ہے اور مختلف زیارتوں میں جب ہم ”السلام علیک یا رسول اللہ“ پڑھتے ہیں تو رسول خداؐ اور آئمہ طاہرینؑ کی عظمت سمجھ میں آتی ہے۔ یہ جملہ ایک جامع معنی رکھتا ہے، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ خدا کا فرشتوں، پیغمبروں، نیکو کاروں، زمین و آسمان کے مومنوں، علاقہ مندوں اور تمہارے زائرین پر سلام ہو، ایسا سلام جو جامع اور تمام اقسام کے سلاموں کا معنی اور مفہوم رکھتا ہو اور ایسا سلام جو ہر زمانے میں پایا جاتا ہو۔ اس بات کی طرف توجہ رہے کہ یہ سلام صرف زبانی اور لفظی نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ جس طرح سلام کرنے والا خداوند متعال سے انواع و اقسام کی سلامتی، پاکیزگی اور صحت یابی چاہتا ہے تو یقیناً خداوند عالم انہیں عنایت بھی کرتا ہے۔

بعض زیارتوں میں سلام کے بارے میں تفصیل سے بیان ہوا ہے اور اس میں جو نکات ہیں وہ شرح کے ساتھ بیان دئے ہیں۔ (۳)

۱۔ سورہ انعام، آیت ۵۴۔ ۲۔ سورہ رعد، آیت ۲۴، سورہ نحل، آیت ۳۲۔

۳۔ مفتاح الجنان، جنتی کے دن رسول خداؐ، حضرت عباسؑ کی زیارت، زیارت آل یاسین وغیرہ۔

مثال کے طور پر حضرت رسول خدا کی زیارت میں آیا ہے کہ خدایا! اپنے تمام سلاموں، برکتوں، اچھائیوں، مبارکبادیوں، اور پیغمبروں، فرشتوں، نیکوکاروں اور اہل زمین و آسمان، تمام تسبیح کرنے والوں کے سلام و درود کو اپنے پیغمبر خاتم حضرت محمدؐ پر نازل فرما۔ (۱) کچھ تفصیلی اور کچھ مختصر زیارتوں میں فقط "السلام علیکم" آیا ہے اسی مختصر جملے میں تمام معنی پوشیدہ ہیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ سلام کرتے وقت کوشش کرے کہ اپنے سر کو نیچے کر کے حضورِ قلب کے ساتھ زیارت کے جملوں کے معنی یاد کرتے ہوئے معصومین علیہم السلام پر سلام کریں۔

رسول خداؐ پر سلام ہوں (السلام علیک یا رسول اللہ)

اس سے قبل اشارہ ہوا کہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی زیارت میں جب زیارت کرتے کرتے زیارت رسول خداؐ تک پہنچتے ہیں تو آپؐ کی زیارت میں چار تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔

(۱) زیارت کے طریقے اور انداز میں تبدیلی ہوئی ہے اور غائب کا صیغہ حاضر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ تبدیلی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول خداؐ بہت باعظمت ہیں اور بہت ممتاز مقام اور مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور گویا اسی جگہ موجود ہیں، جبکہ ظاہری اعتبار سے دور سے یعنی حضرت معصومہ کے حرم سے آپؐ کو سلام کرتے ہیں۔ اس سے سلام کرنے والے اور رسول خداؐ میں فاصلہ کم ہو کر معنوی اعتبار سے قربت حاصل ہو جاتی ہے۔

۱۔ مفتاح الجنان، زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۲) دیگر پیغمبروں پر سلام کرتے وقت اُن کا نام لیا جاتا ہے (۱) مگر پیغمبرؐ پر سلام بھیجتے وقت (السلام عليك يا رسول الله) سے شروع کرتے ہیں اور اسی طرح کلام خدا میں انبیاءؑ کو اُن کے نام کے ساتھ پکارا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کو جب بھی پکارا تو مختلف صفات کے ساتھ، وہ بھی صفات بدل بدل کر پکارا۔ کبھی یا ایہا الرسولؐ، یا ایہا النبیؐ، کبھی یا ایہا المزمِّلؐ، کبھی یا ایہا المدثرؐ، کبھی طہؐ، کبھی یسینؐ کہہ کر مخاطب ہوا ہے۔ آپؐ کو نام کے ساتھ کبھی نہیں پکارا ہے۔ خداوند متعال امت اسلامی سے بھی یہی چاہتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کو عام آدمی کی طرح آواز مت دو "اتَّحَعَّلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" (۲) جس طرح تم لوگ ایک دوسرے کو آواز دیتے ہو اس طرح رسول اکرمؐ کو مت پکارو، انہیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنی آواز کو پیغمبر اکرمؐ کی آواز پر بلند نہ کرو۔ ان کے ساتھ بات کرتے وقت ادب سے بات کرو۔ عام آدمی کی طرح ان سے بات نہ کرو "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ" (۳) اے ایمانداروں! اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز پر بلند نہ کرو، جس طرح تم ایک دوسرے سے زور زور سے بات کرتے ہو رسول اللہؐ کے ساتھ اس طرح بات مت کرو کہیں ایسا نہ ہو بے خبری میں تمہارے اعمال تباہ ہو جائیں۔

۱۔ قرآن مجید میں خداوند عالم نے پیغمبروں کو ان کے نام کے ساتھ پکارا ہے "يَا آدَمُ" (سورہ بقرہ، آیت

۳۵) "يَا نُوحُ" (سورہ ہود، آیت ۴۶) یا موسیٰ (سورہ قصص، آیت ۳۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۱۶)۔

۲۔ سورہ نور، آیت ۶۳۔ ۳۔ سورہ حجرات، آیت ۲۔

ان آیات کے مطابق مومنین کو پیغمبر اکرمؐ کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے ادب سے پیش آنا چاہیے اور آنحضرتؐ پر کس طرح سلام کریں اور آپؐ سے کس طرح گفتگو کریں، غور کرنا چاہیے۔ دوسری آیت میں آنحضرتؐ سے بات کرنے کے آداب کے بارے میں رعایت کرتے ہوئے تقویٰ و پرہیزگاری کی نشاندہی ہوئی ہے۔ ”إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ“ (۱) جو لوگ رسول خداؐ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے اور انہی کے لیے بڑا اجر اور بخشش ہے۔ خلاصہ یہ کہ پیغمبران الہی علیہم السلام پر سلام کرنے کے لیے آداب کی مراعات لازم ہے مگر مسلمانوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ پیغمبر اکرمؐ پر سلام کے وقت السلام علیک یا رسول اللہؐ کہہ کر سلام کریں۔ پیغمبر اکرمؐ متعدد اور مختلف صفات کے مالک ہیں۔

(۲)۔

مگر جب آپؐ پر سلام بھیجا جاتا ہے تو سلام کا آغاز رسول خداؐ کی صفت سے ہوتا ہے۔ غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس صفت کا انتخاب اس وجہ سے ہے کہ اُن کی رسالت ہمیشہ کے لیے ہے اور ہر زمانے اور ہر نسل کے لیے ہے (وما ارسلناک... نذیراً) (۳) اُن کا دین تمام ادیان اور آسمانی کتابوں کو منسوخ

۱۔ سورہ حجرات، آیت ۳۔

۲۔ مفتاح الجنان، ہفتے کے روز حضرت رسول خداؐ کی زیارت۔ بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۹۰، جلد ۳۷،

ص ۱۲۹، جلد ۲۶، ص ۳۴۹، جلد ۱۴، ص ۴۱۹۔ ۳۔ سورہ سبا، آیت ۲۸۔

کرنے والا ہے۔ اس لیے تمام ادیان کے لیے ضروری ہے کہ جو درجہ آپ کی اطاعت کرتے ہوئے آپ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ اس بارے میں کوئی بھی استثناء نہیں ہے۔ اسی بنا پر زیارتوں اور روایتوں میں آپؐ کو سید الانبیاء والمرسلین کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور آپؐ کا قیامت جامع اور کامل ترین آسمانی کتاب اور دین مبین لانے والے ہیں۔ یہی سبب ہے آپؐ روز قیامت تمام انبیاءؑ اور اُن کی اُمتوں پر گواہ ہیں۔ فَكَيفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (۱)۔

رسول خداؐ پر سلام بھیجنے میں اور دوسرے پیغمبروں پر سلام بھیجنے میں فرق واضح ہے کہ اس زیارت نامے میں چار مرتبہ رسول خداؐ پر سلام بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ دوسرے پیغمبروں پر صرف ایک مرتبہ سلام بھیجا گیا۔ اس زیارت نامے میں دوسرے پیغمبروں کی ایک ایک صفت آئی ہے اور رسول خداؐ کی چار خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بلکہ آپؐ کے والد گرامی کے نام کا آنحضرتؐ کے اسم مبارک کے ساتھ اضافہ کیا گیا ہے۔ اس زیارت نامے میں پیغمبر اکرمؐ کی متعدد صفات اور آپؐ پر متعدد سلام آنحضرتؐ کی بلندی اور منزلت اور دوسرے پیغمبروں کے درمیان رسول خداؐ کی عظمت و سر بلندی اور مقام و مرتبے کو بیان کرتی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی صفات کے بارے میں مختصر تشریح یوں ہے۔

(۱) رسول اللہ

تمام یا اکثر مسلمان کسی حد تک اپنے ذہنوں میں ”رسول اللہ“ کے معنی اور مفہوم کو رکھتے ہیں اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول خدا وہ ہستی ہیں جنہیں خداوند متعال نے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔ حضرت محمد بن عبد اللہ کے رسول اور نبی ہونے پر اعتقاد رکھنا اور اس رسول کا خاتم الانبیاء قرار دینا خدا کا عظیم امر ہے۔

رسول، عربی میں ایک ایسا کلمہ ہے جس کے معنی ہیں بھیجا ہوا، اور لوگوں کے درمیان پیغام الہی پہنچانے والا۔ قرآن مجید میں کسی خاص قرینے کی ضرورت کے بغیر بھیجے ہوئے اور پیغام رساں کے معنی میں ہیں۔ (۱)

دانش مندوں کی اصطلاح میں وہ شخص مراد ہے جو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہو اور پیغام رسانی کی ذمہ داری بھی اٹھائے (۲)۔ بہترین پیغام وہ ہے جو ولی الہی سے لیا گیا ہے (۳) رسول اور نبی میں جو فرق ہے اس کے بارے میں پہلے شرح دی گئی ہے (۴) بطور خلاصہ اہلبیت سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں، ان روایات سے استفادہ ہے کہ (۵) رسالت کا مقام، نبوت کے مقام سے بلند ہے۔

۱۔ قاموس القرآن، جلد ۳، ص ۹۱۔

۲۔ الحدود محمد بن السینی نیشاپوری ص ۸۵، والحدود الحقائق للقاضی اشرف الدین صاعد البربر، ص ۲۸۔

۳۔ اصول عقائد راہنما شناسی، ص ۱۶۔

۴۔ اصول عقائد، راہنما شناسی، ص ۱۶ رک: کتاب وحی و افعال گفتاری، علی رضا قاضی نیا۔

۵۔ الاصول من الکافی، جلد ۱، ص ۱۷۶: مرآۃ العقول، جلد ۲، ص ۲۸۹۔

اور نبی وہ ہے جسے ہر جگہ بھیجا جاتا ہے، اور اسے قاصد بھی کہا جاتا ہے مگر رسول کے معنی پیغام لانے والا اور خدا کی جانب سے خصوصی طور پر بھیجا گیا ہے۔ بہت سی روایتوں میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں انبیاء کا سردار ہوں اور تمام وصیوں کا وصی ہوں (۱)

(۲) ”خیر خلق اللہ“

”بہترین و بلند ترین مخلوق خدا پر سلام ہو۔“

اس سے قبل نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں پسندیدہ لوگوں سے پہلے منتخب ہوا ہوں، آنحضرتؐ سب سے بہترین عالی نسب ہستی ہیں، خداوند متعال نے آپؐ کو مخصوص طبیعت کا مالک بنایا اور بہترین اوصیا و جانشین آپؐ کو عطا کیے۔ اس طریقے سے کہ امیر المومنین علیؑ اور دوسرے اوصیائے رسولؐ خدا اگرچہ ان کے وصی ہیں مگر پیغمبر نہیں ہیں، لیکن یہ حضرات تمام انبیاء اولوالعزم، رسولوں وغیرہ اولوالعزم رسولوں سے برتر مقام اور بلند ترین منصب پر فائز ہیں۔ (۲)

خداوند متعال کی جانب سے امتحان اور آزمائش کی منزل میں رسول اللہؐ کو سخت ترین آزمائشوں، رنج اور بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر یہ کڑی آزمائشیں اس لیے تھیں کہ دائم رہنے والی رسالت کو پہنچانے کے لیے یہ بڑی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لیے تھے آنحضرتؐ کے مقابلے میں یہ آلام و مصائب اور دشواریاں کسی بھی پیغمبر کے ساتھ پیش نہیں آئیں۔ مَا أُذِيَ نَبِيٍّ قَطُّ كَمَا أُذِيَْتُ اُنَ تمام سختیوں، آزمائشوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے سہہ کر بارگاہ الہی میں

۱۔ بحار الانوار، جلد ۲۷، ص ۱۲۹، جلد ۳۳، ص ۳۸، جلد ۳۸، ص ۳۱۱، ۳۳۷۔

۲۔ مرآة العقول جلد ۲، ص ۲۸۶، ۲۹۲؛ راہنما شناسی محمد تقی مصباح یزدی، ص ۱۳، ۱۸۔

سرخرو اور سرفراز ہو جائیں، یہ شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر جاتے تھے اور انہوں نے وہاں خدا سے باتیں کیں۔ حضرت ابراہیمؑ خدا کے دوست تھے اور حضرت عیسیٰؑ جنہیں کلمہ اور روح کا نام دیا گیا۔

مگر رسول خداؐ اقرب الہی کے طالب تھے اور اس راہ میں بہترین سعی و کوشش کرنے والی ہستی تھے۔ آپؐ معراج میں اس قدر خدا سے قریب ہوئے کہ کوئی بھی مخلوق آج تک یہ مقام حاصل نہیں کر سکی، اور نہ آئندہ کر سکے گی۔ اس بنا پر آنحضرتؐ پروردگار عالم کی بہترین و برتر اور اعلیٰ ترین مخلوق ہیں۔

(۳) ”صفی اللہ“

صفی کے معنی پر اس سے قبل تحقیق ہو چکی ہے اور بیان ہوا تمام پیغمبران الہی صفی خدا ہیں۔ کلی طور پر صفی کا لقب بہت سارے پیغمبروں کے لیے آیا ہے، لیکن پیغمبر اسلام اولوالعزم پیغمبروں کے درمیان سے منتخب اور صفی ہیں۔ اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں ان میں سے آپؐ کو خداوند تعالیٰ نے منتخب فرمایا۔

(۴) ”محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین“

رسول خداؐ کا اسم گرامی ”محمدؐ“ اور والد گرامی کا نام حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب علیہ السلام اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ بنت وہب بنت عبد مناف ہے (۱) حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ علیہما السلام کی اولاد میں صرف ایک بیٹا تھا اور اُن کا نام ”محمدؐ“ رکھا۔ سیرہ حلبی کے جلد ۱، ص ۵۱ پر ہے کہ پیغمبر خدا کے دو نام تھے، خلیل ”العین“، جلد ۳، ص ۸۹ پر لکھتے ہیں کہ پانچ پیغمبروں کے دو دو نام تھے اُن میں سے ایک

پیغمبرؐ خدا ہیں۔ حضرت آمنہؓ کے والدہب اور اُن کی ماں برہ ہیں اُن دونوں کی بھی ایک اولاد تھی اور وہ حضور اکرمؐ کی والدہ حضرت آمنہؓ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کے کوئی ماموں یا خالہ نہیں تھیں۔

اس دور جاہلیت میں جہاں لوگ عورتوں کو تنگ و عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ قبر میں دفن کرتے تھے حضرت آمنہؓ کا اپنی قوم اور خاندان میں بڑا احترام تھا۔ آپؐ کا اسم گرامی محمدؐ رکھنا یقیناً معمول نہیں تھا بلکہ یہ نام خداوند متعال کی عنایت اور عطاسے انجام پایا، سیرۃ ابن ہشام جلد ۱، ص ۶۶ پر لکھا ہے کہ جس زمانے میں حضرت آمنہؓ حاملہ تھیں اُس عرصے میں آپؐ ایک صدائے غیبی سنتی تھیں کہ تمہارے رحم میں اس وقت کے آقا اور سردار ہیں جب دنیا میں آئیں تو اُن کا نام ”محمدؐ“ رکھنا!

محمدؐ کے معنی ایک ایسے شخص کے ہیں جو کسی کی گرفت میں نہ آئے۔ (۱) اور پسندیدہ خصلتوں کا مالک ہو اور جس کی بہت زیادہ ستائش کی گئی ہو۔ (۲) اور وہ ہستی تمام نیک صفات اور فضیلتوں کی حامل ہو اور رذیلہ گناہوں کو بدل فضیلتوں کی پوشاک پہنا کر آراستہ کرنے والا ہو۔ (۳) بعض بیان کی بناء پر یہ نام عربوں میں اس سے پہلے کسی کا نام نہیں تھا صرف یہ کہ پیغمبرؐ کی ولادت باسعادت کا زمانہ قریب تھا چند لوگوں نے سنا تھا کہ کوئی ”محمدؐ“ نامی شخص حجاز میں مبعوث ہوا ہے اور

۱۔ مفردات الفاظ القرآن، راغب اصفہانی، ص ۱۳۰۔

۲۔ اقرب الموارید جلد ۱، ص ۲۲۸، رک کتاب العین خلیل بن احمد زہدی، ص ۱، ص ۲۲۳۔

۳۔ قاموس قرآن، جلد ۴، ص ۱۷۵۔

ظہور کرنے والا ہے اور وہ پیغمبر خاتم ہے۔ اس بنا پر انھوں نے اپنے بچوں کا نام ”محمد“ رکھا اس امید پر کہ شاید وہ ”محمد“ ان کا فرزند ہو۔ (۱)

”محمّد بن عبد اللہ خاتم النبیین“

اس زیارت نامے میں پیغمبر خدا کا اسم مبارک چار مرتبہ آیا ہے اس میں ایک بار آپ کے والد گرامی کا نام بھی آیا ہے کہ عبد اللہ، جناب عبد المطلب علیہما السلام کے پیارے فرزند تھے۔ (۲) آپ بہت خوبصورت اور زیادہ فضیلتوں کے مالک تھے (۳) آپ اپنے دس بھائیوں میں پسندیدہ اور پیارے تھے۔ (۴) والد گرامی نے آپ کے بدلے سو (۱۰۰) اونٹوں کی قربانی دی (۵) پیغمبر اکرمؐ نے اس نکتے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا: (أَنَا بَنُی الدَّيْحَانِ) میں دو زندہ ذبیحوں کا فرزند ہوں یعنی حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عبد اللہؑ علیہما السلام ان کے بدلے گوسفند اور اونٹوں کی قربانی ہوئی۔ (۶) نقل ہوا ہے کہ جب حضرت عبد اللہؑ جوانی کی عمر کو پہنچے تو آپ کے چہرہ مبارک پر نبوت کو عزت و شرف بخشنے والا نور چمکتا تھا۔ (۷) بہت سے اچھے خاندانوں کے لوگ تمنا کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہؑ ان کی بیٹی سے شادی کریں، کیوں کہ آپ بے انتہا خوبصورت تھے۔ (۸) مگر چہرے سے پھوٹنے والی

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد ۱، ص ۱۶۶۔ ۲۔ سیرۃ ابن ہشام، جلد ۱، ص ۱۶۲۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۸۰۔ ۴۔ سیرۃ ابن ہشام، ص ۱۶۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۹۶۔

۵۔ سیرۃ ابن ہشام، ص ۱۶۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۹۰۔

۶۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، جلد ۱، ص ۴۳، ۴۷۔

۷۔ بحار الانوار، جلد ۴۳، ص ۹۱۔ ۸۔ منی الثمال، جلد ۱، ص ۱۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۲۰۰۔

روشنی ایسی تھی کہ جب آپؐ رات کو محلے کی گلیوں سے گزرتے تھے تو ہر طرف روشنی پھیل جاتی تھی، اس بنا پر مکہ والے آپؐ کو مصباحِ حرم یعنی حرم کا چراغ کہتے تھے۔

(۱) پھر اس کے بعد آپؐ نے جنابِ وہب کی کنواری، پاک دامن لڑکی حضرت آمنہؓ سے شادی کی۔ (۲) یہ شادی اتنی مبارک ثابت ہوئی کہ قحط اور خشک سالی کی آگ میں جلنے والے لوگوں پر بارانِ رحمت نازل ہوئی۔ اتنی بارشیں ہوئیں کہ اس سال کو لوگوں نے فتح کا سال قرار دیا۔ (۳) رسول اللہؐ کے بے مثل والد گرامی شام کے سفر سے واپس آتے ہوئے راستے میں بیس سال کی عمر میں وفات پا گئے اور اُسی مقام پر جہاں آپؐ نے وفات پائی مدفون ہوئے اور حضرت آمنہؓ اس دوران حاملہ تھیں۔

تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ خاتم الانبیاءؑ ہیں اور ان کا دین، دین اسلام ہے ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس دین میں ہر زمانے کے لوگوں کے لیے سوالات کے کامل ترین اور مطمئن ترین جوابات جن کی ان کو ضرورت ہے موجود ہیں۔ انسان ایک ایسا موجود ہے جن میں کچھ لوگوں کی ضرورتیں درست اور صحیح ہیں اور کچھ افراد کی ضرورتیں نادرست ہیں، اگرچہ خود انسان بھی درست پہلو بھی اور غیر مستقل مزاجی رکھتا ہے۔ اس بنا پر زندگی کو جاری و ساری رکھنے کے لیے مستقل اور غیر مستقل قوانین بھی ہونے چاہئیں۔

اسلام نے بشر کی ضرورتوں کے مطابق اس طرح قانون مرتب کیا ہے کہ

۱۔ منہجی الآمال، جلد ۱، ص ۱۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۹۱۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۳، ص ۱۰۰، ۱۰۲۔ ۳۔ منہجی الآمال، جلد ۱، ص ۱۲۔

جو معاشرے کے دونوں ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور دونوں طرف کے ضرورت مندوں کو چاہیے کہ معاشرے کے اس قانون کا ہر طرح سے لحاظ رکھیں اور اس کی رعایت کریں۔ مجتہدین عظام اور دیگر علماء کرام قرآن و حدیث کے ذریعے لوگوں کے لیے نئے پیدا ہونے والے مسائل اور ضرورتوں کو قرآن و سنت کے ذریعے اخذ و استنباط کر کے کبھی بند نہ ہونے والے علوم کے صاف ستھرے اور جوش مارتے ہوئے چشمۂ اجتہاد کے ذریعے سے لوگوں کو نئے پیدا ہونے والے مسائل اور ضرورتوں اور خدشات کو دور کر سکتے ہیں۔ اور انسانی معاشرے کے قوانین کو اسلام کے مطابق مرتب کر کے لوگوں کے درمیان رکھیں تاکہ انسانی معاشرہ راہ ہدایت پا کر کامیابی کی طرف گامزن ہو جائے۔ (۱)

دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے خداوند عالم نے قرآن مجید میں اس دین کی بقاء اور قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ (۲) اور اوصیاء پیغمبر اکرمؐ کے احکام کے نشر کرنے اور مشکلات کو دور کرنے کے لیے ہر جگہ موجود ہیں۔ اس کے بعد پھر کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ دین اسلام میں اگرچہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، مگر امام معصوم وصی رسول خداؐ ہمیشہ قائم و دائم حیات ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان چاہے حاضر ہوں، جیسے ۲۶۰ھ ق تک موجود تھے۔ اور چاہے نظروں سے غائب ہوں، اس وقت ابھی ہیں۔ ”امام زمانہ“ نظروں سے غائب ہیں۔ اگرچہ وحی کا سلسلہ پیغمبرؐ کے بعد بند ہو گیا لیکن ائمہ معصومینؑ کی قرآن فہمی کا

۱۔ خاتمیت، استاد شہید مطہری، ص ۱۴۵، ۱۴۶۔

۲۔ اصول عقائد، راہنما شناسی، محمد تقی مصباح، ص ۳۷۰، ۳۸۵۔

اصل اہل ہونا اور سیرت و حیات نبوی کا مفسر ہونا
 بہر حال قرآن کریم کی متعدد آیات کے مطابق (۱) اور اگر معصومین کے بے شمار
 کلمات، فرامین پر یقین کے ساتھ اعتقاد ہو اور مسلمان پیغمبر اکرمؐ کو خاتم النبیینؐ اور
 ان کے دین کو ہمیشہ دائم و قائم مانیں تو ہر زمانے اور ہر نسل کے لیے تاقیامت یہ دین
 اور اس کے اصول اپنی جگہ پر قائم رہیں گے۔



السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.....
 رسول خدا پر سلام کرنے کے بعد علیؑ ابی طالب علیہما السلام کو سلام کیا جاتا ہے۔ ان
 بزرگوار کے لیے اس زیارت میں دو القاب اور صفات ذکر ہوئے ہیں اور صرف ایک
 سلام اس زیارت نامے میں پیغمبر اسلامؐ کے لیے متعدد بار سلام کیا گیا اور باقی انبیاء
 اور اوصیاء پر ایک سلام کیا ہے، یہ بھی پیغمبر اکرمؐ کی خاص مقام و منزلت کی طرف
 اشارہ کرتا ہے۔

امیر المومنینؑ

متعدد روایات کی بنا پر مختلف شیعہ و سنی محدثین نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین کا
 لقب صرف حضرت علیؑ کے ساتھ مختص ہے۔ جناب شیخ صدوقؒ اس بارے میں یوں
 فرماتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ”خداوند متعال نے مجھے رسول کے طور پر
 تمہارے پاس بھیجا ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے علیؑ کو تمہارا امیر اور اپنا جانشین قرار
 دوں۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ: ”میں تمام لوگوں کا آقا و مولا ہوں اور علیؑ ابن ابی
 طالبؑ مسلمانوں کے امام، مومنوں کے مولا اور ان کے امیر ہیں۔“ (۲)
 ایک روایت میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے امام رضاؑ فرماتے ہیں: جو میرے دین کو
 اختیار کرنا چاہتا ہے اور میرے بعد نجات کی کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہو تو اس کے لیے
 ضروری ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام کی پیروی کرے،

۱۔ امالی صدوقؒ، ص ۴۹۲، امام علیؑ سے نقل کیا ہے، جلد ۲، ص ۱۷۲۔ بحار الانوار جلد ۳، ص ۲۹۴۔

۲۔ امالی صدوقؒ، ص ۴۹۲، امام علیؑ سے نقل شدہ ہے، جلد ۲، ص ۱۷۲۔ بحار الانوار جلد ۳، ص ۲۹۴۔

اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھے اور ان کے دوست کو اپنا دوست مانے کیونکہ وہ میری زندگی اور موت کے بعد امت کے درمیان میرا وصی اور جانشین ہوگا۔ وہ میرے بعد مسلمانوں کے امام اور تمام مومنوں کے امیر ہیں۔ ان کا کہنا میرا کہنا ہے، ان کا حکم میرا حکم ہے۔ ان کی نبی میری نبی ہے، ان کی پیروی کرنے والے نے میری پیروی کی ہے، ان کی مدد کرنے والے، میری مدد کرنے والے ہیں۔ ان کو ستانے والے مجھے ستانے والوں میں سے ہیں۔ (۱)

متعدد روایات جن پر تو اتر معنوی ہے یہ اس چیز کو روشن کرتی ہیں کہ لوگ حضرت علیؑ کو رسول خداؐ کے زمانے ہی میں امیر مومنان کہا کرتے تھے۔ اہلسنت کے محدثین اور مورخین نے بھی اس مطلب کو روایت کیا ہے کہ جن تمام روایات کے مطابق حضرت علیؑ کو نیک لوگوں کے امیر کے نام سے یاد رکھا جاتا تھا۔ (۲)

اہل سنت کی روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ ”انس بن مالک نے حضرت رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا: سب سے پہلے اس دروازے سے جو داخل ہوگا وہ امیر المومنین ہے۔ انس بن مالک کہتا ہے کہ میں نے دعا کی: خدا یا اس دروازے سے پہلے داخل ہونے

۱۔ کنکال الدین، ص ۲۶۰۔ کتاب سلیم بن قیس، جلد ۲، ص ۷۲۵، حدیث ۱۹، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۰۔ ۳۳۷

۲۔ ان روایات کے مطابق آپؐ کو نیکوں اور مومنوں کے امیر کا لقب ملا ہوا تھا۔ روک مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، ص ۲۳۲، فضائل الصحابہ، جلد ۱، ص ۲۳۱۔ انجم الاوسط للطبرانی، جلد ۲، ص ۳۴۱، مسند البراز، جلد ۳، ص ۳۳، تاریخ دمشق، جلد ۲۲، ص ۴۲۱، شواہد التنزیل، جلد ۸۲، تاریخ بغداد، جلد ۲، ص ۷۷، مناقب، ابن غزالی، ۸۲، روک مسوعة امام علی بن ابی طالب، جلد ۲، ص ۱۷۵۔

والے کو انصار میں سے قرار دے، یہ میں نے خاموشی سے کہا تھا اچانک دیکھا کہ حضرت علیؑ اس دروازے سے داخل ہو گئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اے انسؓ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا علیؑ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ بہت خوش ہوئے اور اٹھ کر علیؑ کو گلے سے لگایا۔ اور علیؑ کے چہرے پر اپنا چہرہ مبارک رکھ کر ملنا شروع کیا۔ (۱)

امیر المومنین آسمانی نام

یہ لقب حضرت علیؑ کو کس زمانے میں دیا گیا اور کس نے خصوصی طور پر انہیں یہ لقب عطا فرمایا جیسا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبد اللہؐ نے یہ اہم لقب آپؐ کو دیا۔ مگر تاریخ کے مطابق اس نام کا مقام اور بلند ہے، اور وہ یہ ہے کہ خداوند متعال نے خود یہ نام حضرت علیؑ کو دیا ہے شیعہ و سنی محدثین نے اس بارے میں جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ”اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کو یہ نام کس زمانے میں دیا گیا تو ان کی فضیلت سے انکار نہ کرتے۔ علیؑ کو اخیر المومنین نام اس وقت دیا گیا جب آپؐ عالم ذر میں روح و جسم کے درمیان تھے۔ (۲) خداوند متعال فرماتا ہے۔ ”اس وقت کو یاد کرو جب تیرے پروردگار نے اولادِ آدمؑ کو ان کی پشت سے لیا اور ان کو انہیں پرگواہ

- ۱۔ الفردوس، جلد ۳، ص ۳۵۴۔ ینا فی المودۃ، جلد ۲، ص ۲۷۹، فضائل ابن شاذان، ص ۸۹۔ ردک موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالب، جلد ۳، ص ۱۷۷، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۵، ص ۳۰۶۔
- ۲۔ تاریخ دمشق، جلد ۴۲، ص ۳۰۳۔ مناقب خواجہ می، ص ۱۴۲، حلیۃ الاولیاء، جلد ۱، ص ۱۶۳، فرائد المسمنین، جلد ۱، ص ۱۴۵، مناقب دیگر، ردک موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالب، جلد ۲، ص ۱۷۸، امالی صدوق، ۶۳۴، بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۱۵۶ اور ۲۹۸۔

قراردیا خداوند متعال نافرشتوں سے فرمایا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، فرشتوں نے کہا، ہاں ہیں، فرمایا: میں تمہارا پروردگار محمدؐ تمہارے رسول اور علیؑ تمہارے امیر ہیں۔

ایک روایت کے مطابق خداوند عالم نے یہ لقب حضور اکرمؐ کو حضرت علیؑ کے متعلق معراج میں دیا۔ آپؐ کا امیر المومنین نام رکھنا وحی الہی کے ذریعے سے تھا۔ (۱)
حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام زمین و آسمان دونوں میں امیر المومنین ہیں۔
(۲) عرش الہی پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ (۳)

خداوند متعال نے رسول اللہؐ سے عہد و پیمان لیا کہ علیؑ کو امیر المومنین بنائیں۔ (۴)
جب حضرت علیؑ متولد ہوئے اس وقت آپؐ نے فرمایا: میں امیر المومنین ہوں۔
(۵) اس قسم کی دیگر روایات کی بنا پر اس طرح کے نام خدا کی جانب سے ہیں اور آسمانی ہیں۔ خداوند متعال نے مختلف طریقوں سے پیغمبر اکرمؐ کو بتایا تا کہ علیؑ کو امیر المومنین کا لقب دیا جائے، اس نکتے پر اتنی زیادہ تاکید اس لیے ہے کہ اس میں ایک رمز اور راز پوشیدہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

- ۱۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۱۲۳۔ انسب سمعانی، جلد ۴، ص ۱۳۲، موضع اوہام الجمع والتفریق جلد ۱، ص ۱۹۱ موسوعة امام علی ابی طالب علیہما السلام، جلد ۲، ص ۱۷۹، بحار الانوار، جلد ۷، ص ۲۹۹ اور ص ۳۰۲ (جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے رسول خداؐ کو حکم دیا کہ علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام کو امیر المومنین بنائیں۔) (الاعتقادات، ص ۸۶، بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۰۷۔ ۲۔ البقیع، ص ۲۴۲۔
۳۔ بشارۃ المصطفیٰ، ص ۲۴، بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۰۲۔ ۴۔ بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۰۶۔
۵۔ مولود امیر المومنین، ص ۷۶۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کا مخصوص لقب:

عنوان ”امیر المومنین“ ایک ایسا موضوع ہے جو کئی پردوں میں پوشیدہ ہے، اور اس لباس کی شان و شوکت و حشمت یہ ہے کہ یہ صرف حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے جسم مبارک پر آسکتا ہے اور کوئی اس لباس کو پہننے کی لیاقت و طاقت نہیں رکھتا۔

بعض روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب رسول خداؐ معراج پر گئے اور خدا سے بہت قریب ہو گئے تو خداوند متعال نے فرمایا: اے میرے محبوب محمدؐ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو میرا سلام کہیں اور میں نے نہ ان سے پہلے کسی کا نام امیر المومنین رکھا ہے اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو امیر المومنین بنایا ہے (۱) کچھ دیگر روایتوں کے مطابق خداوند عالم فرماتا ہے۔ ”علیؑ حقیقتاً امیر المومنین ہیں اور کوئی نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد اس بلند مقام کو پاسکا اور نہ پائے گا۔ (۲)

یہ لقب حضرت علیؑ کے ساتھ اس طرح مختص ہے کہ دیگر آئمہ معصومینؑ کے لیے بھی استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ (۳) ان تمام روایات کے مطابق پیغمبر اکرمؐ کے بعد علیؑ سب کے امیر اور سربراہ ہیں ایسے تنہا حاکم ہیں جنہیں امامت، ریاست اور حکومت خدا کی جانب سے ملی، اور آپؐ کے بعد آنے والے تمام اوصیاء و آئمہ آنحضرتؐ سے ہیں۔ ان کے علاوہ جو کوئی بھی قیامت تک امامت، حکومت، ولایت اور سربراہی

۱۔ امالی شیخ طوسی، ص ۲۹۵، روک موسوعة امام علی ابی طالب علیہما السلام، جلد ۲، ۱۸۱، بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۱۱۔

۲۔ امالی شیخ صدوق، ص ۳۴۳، صاحب خوارزمی، ص ۳۰۳۔

۳۔ کافی، جلد ۱، ص ۲۱۱، تفسیر العیاشی، ص ۲۷۲، بحار الانوار، جلد ۳، ص ۳۳۱، الغدیر، جلد ۸، ص ۸۷۔

چاہتا ہے تو جب تک وہ آپ کی حکومت الہی اور آپ کے جانشینوں اماموں کو تسلیم نہیں کریں گے ان کا حکومت غیر شرعی اور غیر خدا کی حکومت ہوگی۔

حضرت علیؑ کو امیر المومنین کیوں کہتے ہیں؟

جابر بن یزید کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: امیر المومنینؑ کو اس لقب سے کیوں پکارتے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا: کیونکہ آپ مومنین کو علم و معرفت کا خزانہ دیا کرتے تھے خدا کی کتاب میں داستان یوسفؑ میں نہیں سنا ہے وہاں فرماتے ہیں (و غیر اھلنا) اور ہم اپنے گھر والوں کو خرچ و مخارج پہنچاتے ہیں (۱)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب اس لیے دیا ہے کہ لفظ امیر ”میرۃ العلم“ سے ہے یعنی علم کو غذا دینے والا۔ کیوں کہ علماء آپ کے علم سے بہرہ مند ہوتے تھے اور جو علم ان سے سیکھتے تھے اس پر عمل کرتے تھے، (۲) عبدالمومن کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا: کس بنا پر حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیوں کہ مومنوں کے خرچ و مخارج پہنچانا آپ کے ذمے ہے۔ آپ وہ ہستی ہیں جو انہیں علم کی خوراک دیتے ہیں۔ جب حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت ہوئی اور رسول خداؐ حضرت ابوطالب کے گھر گئے اور حضرت علیؑ کو آگیا یا گیا تو حضرت علیؑ رسول اکرمؐ کے چہرہ انور کو دیکھ مسکرائے اور کہا اے خدا کے رسول آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، پھر فرمایا: بے شک وہ مومنین جو اپنی نمازیں خشوع سے پڑھتے وہ

۱۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۳۱۱۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، ص ۲۹۳۔

کامیاب ہیں (۱) رسول خداؐ نے اس کے بعد فرمایا: اس خدا کے نام جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ بے شک تمہاری وجہ سے مومنین کامیاب ہیں۔ خدا کی قسم تم ان کے امیر ہو اپنے علم سے ان کو معنوی عذاب دیتے ہو اور خدا کی قسم تم ان کے رہنما و رہبر ہو تمہاری ہی وجہ سے وہ ہدایت پائیں گے۔ (۲)

علامہ مجلسیؒ ان روایات کو نقل کرنے کے بعد تجزیہ و تحلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ بات واضح ہے کہ رسول خداؐ تمام موجودات کے لیے فیض خداوندی کا واسطہ ہیں اور تمام ترمادی اور معنوی نعمتیں آپؐ کے وجود مقدس کے ذریعے ہی تمام مخلوقات تک پہنچتی ہیں۔ اس معنی میں حضرت علیؑ شہر علم و فقہ اور حکمت رسولؐ کا دروازہ ہیں۔ نور علیؑ اور نور پیغمبرؐ ایک ہیں۔ اسی منبع نور سے علیؑ کا نور جدا ہوا اور روح و نفس اور علم پیغمبرؐ کی جگہ علیؑ منبع نور ہیں۔ دونوں بزرگواروں نے ایک ہی چھاتی سے علم و معرفت کا دودھ پیا ہے اور یہ دونوں نور، نور خدا سے جدا ہوئے، پس علیؑ نبوت کے علاوہ تمام فضائل و مناقب میں رسول خداؐ کے ساتھ ہیں۔ اس بنا پر ان کا وجود مقدس بھی تمام موجودات کے لیے فیض خداوندی کا واسطہ ہے۔ مادی اور معنوی برکات امام علیؑ کے واسطے سے تمام مخلوقات بالخصوص مومنین تک پہنچتی ہیں۔ یہاں پر ہم کہہ سکتے ہیں حضرت امام علیؑ تمام مومنین کے سالار اور رہنما ہیں۔ جن کے ذمے مومنین کی مادی اور معنوی غذا کی ذمہ داری ہے۔ (۳) آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے تمام اوصیاء کے خصوصی

۱۔ سورہ مومن آیت ۱۔۲۔

۲۔ بحار الانوار، جلد ۳، ص ۲۹۵۔

۳۔ بحار الانوار، جلد ۳، ص ۲۳۹۳۔

جانشین ہیں۔ وہ سب آپ ہی کے نسل سے ہیں یا آپ کے پیروکار ہیں۔ پیغمبر اسلام کے بعد تمام مومنین آپ کے دسترخوان پر بیٹھ کر جو دو کرم کی روزی کھا رہے ہیں اور پاک و پاکیزہ اور صاف ستھرے علم و دانش و حکمت کے جام پی رہے ہیں۔ پیاس سے تشنہ لب مومنین کو سیراب کرنے والی اور ان کی روح کو معنوی غذا سے سیر کرانے والے آپ کی ذات ہیں۔

امیر المومنین پر سلام ہو:

شیعہ و سنی محدثین کی بہت ساری روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے تنہا علیؑ کو امیر المومنین نہیں کہا بلکہ یہ لقب ان سے مخصوص کر دیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا: علیؑ کو ”یا امیر المومنین“ کہہ کے سلام کرو۔

سید ابن طاووسؒ نے اس روایت کو کتاب ”الیقین“ میں نقل کیا ہے یہاں پر چند روایات قارئین کے ذوق کی نذر کرتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: اے علیؑ تم بہت خوش قسمت ہو کہ اللہ کے فرشتے تم پر ”یا امیر المومنین“ کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ (۱)

ایک اور روایت میں حضرت امام زین العابدینؑ اپنے جد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام سے نقل فرماتے ہیں ”خداوند متعال نے جبرائیلؑ کو پیغمبر خدا کی طرف بھیجا تا کہ حضرت محمدؐ اپنی ظاہری زندگی میں ولایت علیؑ کے لیے گواہی دیں اور رحلت سے پہلے ان کو امیر المومنین کہلوائیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے سات افراد کو بلایا اور فرمایا: تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ روئے زمین پر خدا کی جانب سے گواہ

رہو اور اس کام کو انجام دو۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: اے ابوبکر اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو، جس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا: کیا یہ خدا اور رسولؐ کا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ سے فرمایا: تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کے طور پر سلام کرو۔ حضرت نے عمرؓ نے پوچھا: کیا یہ خدا اور رسولؐ کا حکم ہے کہ انہیں امیر المومنین کہوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں! وہ اٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کی طرح یا امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔ حدیث کے آخر میں آیا ہے کہ رسول خداؐ نے مقدادؓ، ابوذرؓ، حذیفہؓ یمانیؓ، عمارؓ، اسرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، بریدہؓ جو سب میں جوان تھے، سے فرمایا: اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ انہوں نے رسول اللہؐ کے حکم کی تعمیل کی (۱)۔ آپؐ کی بہت سی زیارتوں اور دیگر آئمہؓ کی زیارتوں میں عاشقان علیؑ آپؐ کو السلام علیک یا امیر المومنینؑ کے خطاب سے سلام کرتے ہیں۔ زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں بھی امیر المومنین کے خصوصی خطاب کے ساتھ سلام کرتے ہیں: السلام علیک یا امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ وصی رسول اللہ

علی بن ابی طالب علیہما السلام :

لفظ علیؑ ایک ایسا کلمہ ہے جو عربی زبان میں بہت بلند و برتر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ صیغہ مبالغہ ہے یعنی بہت بلند و مقام مرتبہ والا اور اس کا مادہ کملو سے ہے۔ یہ کلمہ قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ آیا ہے۔ (۲) راغب اس کے بارے میں کہتے

۱۔ بحار الانوار ۳۷، ص ۳۳۸، ۳۳۹۔
 ۲۔ قاموس القرآن، جلد ۵، ص ۳۸، التحقیق فی کلمات القرآن، جلد ۸، ص ۲۱۴، اقرب الموازد، جلد ۶، ص ۸۲۶۔

ہیں۔ علیؑ یعنی جو کسی کی توصیف کرے، اور وہ اس کی توصیف و تعریف سے بلند و برتر ہو یا دانشور اپنے علم سے انہیں پہچانے اور ان کے گرد گھیرا ڈال دے۔ (۱)

بعض روایات کی بنا پر حضرت فاطمہ بنت اسدؑ نے فرمایا ہے: کہ جب میں علیؑ کی ولادت کے لیے خانہ کعبہ میں داخل ہوئی تو وہاں جنت کا پھل کھایا اور جب میں نے خانہ خدا سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی غیبی آواز نے مجھے بتایا اے فاطمہ بنت اسد اس بچے کا نام علیؑ رکھو۔ اور خداوند برتر و بلند تر فرماتا ہے: میں نے علیؑ کے نام کو اپنے نام سے مشتق کر کے بنایا ہے، اور ان کو اپنے طریقے سے باادب بنایا ہے اور اپنے علم کی مشکل گریوں سے آگاہ کیا ہے۔ (۲)

ایک اور روایت میں اہل سنت کے راویوں کے ایک گروہ نے بھی بیان شدہ روایت سے ملتی جلتی روایت بیان کی ہے: عباسؑ بن مطلبؑ کہتے ہیں: جب علیؑ پیدا ہوئے تو ان کی ماں فاطمہ بنت اسدؑ نے ان کا نام اپنے باپ کے نام پر اسد رکھا لیکن ابوطالبؑ کو یہ نام پسند نہیں آیا اور ہمسر سے کہا: ہم دونوں ابوقبیس کی پہاڑی کی چوٹی پر چلتے ہیں اور نیلے آسمان کو خلق کرنے والے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری مشکل حل کرے اور مدد کرے انشاء اللہ اس مولود کا نام خدا ہمیں بتائے گا۔ جب رات ہوئی تو فاطمہؑ و ابوطالبؑ ابوقبیس کی پہاڑی کی چوٹی پر آئے اور خدا سے دعا کی۔ ابو طالبؑ نے اشعار کے ذریعے خدا سے بیٹے کے نام رکھنے کے بارے میں مدد چاہی۔ اچانک آسمان سے آواز سنائی دی اور زبرجد (پتھر) کی ایک سبز تختی وہاں سے ملی ابو طالبؑ نے اس سبز تختی کو سینے پر چپکایا۔ اس سبز تختی پر چار جملے تحریر تھے اس کا مضمون

خدا نے تمہیں ایک پاک و پاکیزہ، منتخب شدہ اور پسندیدہ بیٹا عنایت کیا ہے، اس کا نام علیؑ ہے اور یہ نام خدائے بزرگ و برتر کے نام علیؑ سے لیا گیا ہے۔

خصصتہما بالوالد الزکی والطاہر المنتخب الرضی

واسمہ من قاہر العلی علی اشتق من العلی .

ابوطالبؑ اس سبز تختی کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور پیشانی کو زمین پر رکھ کر شکر ادا کیا اور وہاں سے آکر دس اونٹوں کو راہ خدا میں قربان کیا۔

یہ سبز تختی ہشام بن عبد الملک کے زمانے تک خانہ کعبہ کی دیوار پر آویزاں تھی اور بنی ہاشم کے لیے قریش پر برتری اور افتخار کا سبب بنی رہی۔ (۱)۔

ایک اور روایت کے مطابق رسول خداؐ نے فرمایا: اے علیؑ تیرے نام کو خداوند متعال نے اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ وہ علی الاعلیٰ ہے اور تو علیؑ ہے (۲)۔

ابوطالب علیہ السلام:

عبد مناف بن عبد المطلب معروف ابوطالبؑ حضرت عبد المطلبؑ کے دس فرزندوں میں ایک ہیں۔ بزرگی اور سرداری انہیں عبد المطلب سے ورثے میں ملی، آپؑ ان لوگوں میں شمار ہوئے، جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ اور دین اسلام کی خاطر فدا کاری انجام دی، اور سختیاں برداشت کیں اسلام کی نمود و رشد اور ترقی میں آپؑ کا

۱۔ بحار الانوار، ج ۳۵، ص ۱۹، بیابج المودۃ، جلد ۲، ص ۶۸-۸۷، کفایت الطالبین، ص ۶۶، موسوعۃ

علی بن ابی طالب، جلد ۸، ص ۷۸۔

۲۔ معانی الاخبار، جلد ۱، ص ۵۵، ص ۶۵۔

بہت بڑا حصہ ہے۔ رسول خداؐ کی حفاظت بھی آپؐ کے ذمے تھی آپؐ ہمیشہ مختلف امور زندگی کو صحیح سمت پر چلاتے تھے۔ کفار قریش کی جانب سے پے درپے سختیوں اور طرح طرح کی اذیتوں کے سامنے ڈٹ جاتے اور اپنی جان پر کھیل کر پیغمبر اکرمؐ کی حفاظت اور دفاع کرتے تھے۔ شیعہ مجتہدین و علمائے اہل سنت میں کچھ افراد کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابوطالبؓ دل و جان سے پیغمبر اکرمؐ پر ایمان لائے اس کی بنیاد خدا پر ایمان تھا یہی وجہ تھی کہ خدا اور رسولؐ پر ایمان کی وجہ سے تمام مشکلات اور سختیوں میں اضافہ ہوا اور کفار قریش کے مقابلے میں سینہ سپر ہو گئے حضرت ابوطالبؓ کی مبارک زندگی پر جب تحقیق کا نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ (۱) اس بارے میں ان کے مختلف اشعار، پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ان کے برتاؤ کا طریقہ اور متعدد احادیث جو ان کے بارے میں ملتی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کے ساتھ ایمان حضرت ابوطالبؓ کا گہرا تعلق ہے بلکہ یہ روایات اس چیز کو بھی بیان کرتی ہیں کہ یہ عظیم ہستی قبل از اسلام مشرکین میں سے بھی نہیں تھی بلکہ ابراہیمؑ کے دین پر برقرار تھے اور اسی دین کا عقیدہ رکھتے تھے۔

وصی رسول اللہ:

شیعہ و سنی مورخین نے متعدد اور مختلف روایات کو نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ بغیر کسی تردید کے امیر المومنینؑ رسول اللہؐ کے وصی اور جانشین ہیں = اس قسم کی روایتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی دلالت سے یہ معاملہ اتنا روشن اور واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کچھ روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ الغدير، جلد ۷، ص ۳۰۳، ۳۲۳، بحار الانوار، جلد ۳۵، ص ۶۸، ۱۸۳، رسالۃ الامام علی ابن ابی

طالب، جلد ۱، ص ۶۲، مرآۃ العقول، جلد ۲۶، ص ۳۲۷

حضرت علیؑ عظیم پیغمبروں مثلاً حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے وصی اور جانشین تھے۔ (۱)

لیکن خاتم المرسلین کے وصی اور جانشین کا اپنی جگہ ایک خاص مقام و منزلت ہے، کیونکہ رسول خداؐ نے مختلف طریقوں سے حضرت علیؑ کے لیے جانشین اور وصی ہونے کے بارے میں مختلف جگہوں پر اعلان فرمایا ہے۔ متعدد روایات کی بنا پر امیر المومنینؑ پیغمبر اکرمؐ کے وصی و جانشین ہیں۔ (۲) کچھ روایتوں میں تاکید ہوئی ہے کہ خداوند متعال کی جانب سے صراحت اور روشن طریقے سے پیغمبر اکرمؐ کو حکم ہوا کہ علیؑ کو اپنے وصی و جانشین کے طور پر لوگوں کے سامنے لائیں (۳)

اس بنا پر جو بھی علیؑ کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہو اور کبھی ان کی وصایت و جانشینی کو قبول نہیں کیا تو گویا انہوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور ان کا حکم نہیں مانا۔ (۴) متعدد روایات میں آیا ہے کہ آپؐ بہترین اور سب سے برتر وصی و

- ۱۔ کافی، جلد ۸، ص ۱۱۳، جلد ۱، ص ۲۲۳، ۲۸۵، ۲۹۳، کمال الدین، ص ۲۱۱، من لا یحضرہ الفقیہ، جلد ۴، ص ۱۱۵، تفسیر عیاشی، جلد ۱، ص ۳۱۱، تاریخ دمشق، جلد ۴۲، ص ۴۹۔ موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالبؑ، جلد ۲، ص ۹۵، تاریخ طبری، جلد ۱، ص ۱۸۵، الکافی فی التاریخ، جلد ۱، ص ۶، المعجم الکبیر، جلد ۶، ص ۲۲۱
- ۲۔ المعجم الکبیر، جلد ۶، ص ۲۲۱۔ کشف الغمہ، جلد ۱، ص ۱۵۸، من لا یحضرہ الفقیہ، جلد ۳، ص ۸۷۵، بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۲۲۱، موسوعۃ امام علیؑ بن ابی طالبؑ، جلد ۲، ص ۱۰۱، کافی، جلد ۸، ص ۳۲
- ۳۔ بحار الانوار، جلد ۳۸، ص ۱۲۹، کافی، ص ۲۲۲، ۳۷۸، المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۷۱، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۲۶، (۱) الفدیر، ج ۳، ص ۱۱۷۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۱۲۹، صفاتی الاخبار، ص ۳۷۲، موسوعۃ علیؑ بن ابی طالبؑ، ج ۲، ص ۱۱۱

جانشین تھے۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ تمام وصیوں کے سردار ہیں۔ (۲)
کچھ روایات میں آیا ہے کہ آپ اوصیاء اور جانشین انبیاء کے نورانی سلسلے کے اولین
وصی پیغمبر ہیں۔ (۳)

متعدد اشعار کے ذریعے آغاز اسلام سے آج تک آپ کو رسول اللہ کے
وصی کے طور پر لوگ جانتے ہیں۔ (ان اشعار کو علامہ امینیؒ نے مختلف مناسبات کے
حوالے سے کتاب الغدیر میں لکھا ہے) (۴)

وصی کے معنی:

وصی کا لفظ صفت مشتبہ ہے اور دو چیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا اور متصل کرنے
کے معنی میں آتا ہے۔ جب کوئی اس دنیا سے وفات پاتا ہے اس سے پہلے وہ کچھ
سفارشات کرتا ہے، اسے وصیت کہتے ہیں۔ اس لیے مرنے سے پہلے کے کام مرنے کے
بعد کے کاموں سے متصل کر دیتا ہے۔ اس بنا پر اسے وصی کہتے ہیں کہ وصیت کرنے
والے (موصی) کے کاموں کو جاری رکھے (۵) اور مرنے والے

- ۱۔ معجم الکبیر ج ۳، ۵۷، معجم الاوسط، ج ۶، ص ۳۳۷، الغایۃ الاثر، ج ۲، اوصی خیر الاوصیاء۔
- ۲۔ توحید شیخ صدوق، ۸-۳۹۹، خصال، ج ۵۸۰، بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۱۷، کفایۃ الاثر، ج ۱۰۱، ص ۱۰۱،
لا تحضرہ الفقہ، ج ۴، ص ۴۱۹۔ موسوعۃ علی بن ابی طالب،
- ۳۔ بحار الانوار، جلد ۳۶، ۱۵۳، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۹۷، موسوعۃ الامام علی بن ابی طالب، ج ۲، ص

-۱۱۹

۴۔ موسوعۃ امام علی بن ابی طالب، ج ۲، ص ۱۲۰، ۱۲۸، بحار الانوار، ج ۳۸، ص ۲۰۔

۵۔ قاموس القرآن، ج ۷، ص ۲۲۳، فرہنگ جامع نوین، ج ۲، ص ۱۷۱۔

کے اہداف اور مقاصد کو مکمل کرے۔ وہ زمین جو ہری بھری گھاس سے ڈھکی ہوئی ہو اسے ”واصیہ“ کہتے ہیں یعنی وہ زمین جو گھاس سے چھپی ہوئی ہو اور ایک دوسرے سے بالکل ملی ہوئی ہو ”وصیت اللیلة بالیوم“ یعنی دن کو رات سے متصل کر دیا، جو کام دن میں کرتا تھا اسے رات میں بھی جاری رکھا۔ اور وصیت کے معنی بھی یہی ہیں۔ (۱)

رسول اکرمؐ نے بعثت سے پہلے کی تہذیب و سماج کے لیے بہت کوشش کیں۔ اور بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں مشرکین کے شیطانی قوانین سے مقابلہ کیا، اور راہ ہدایت پر لانے کے لیے رات دن کوششیں فرمائیں۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پرچم تو حید کا بلند کرنا، عدالت الہی کا قیام اور معنویت کی طرف لوگوں کو دعوت عام دینے کی راہ میں رکاوٹیں اور سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا جو ایک کے بعد ایک مختلف شکلوں میں پیدا ہو رہی تھیں، دین محمدیؐ کو جیسے جیسے راہ ملتی گئی آگے بڑھتے گئے مگر یہ کس طرح ہوا؟ آپؐ سے پہلے انبیاء بھی اس قسم کی مشکلات سے دوچار ہوئے تھے اور ہدایت دین الہی کے ساتھ مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لیے قوم کے درمیان اپنے وصی اور جانشین کا تعارف کراتے تھے۔ وصی پیغمبر یعنی وہ انسان جو پیغمبر کی رحلت کے بعد ان کے کام کو بعد میں آنے والے پیغمبروں تک جاری رکھے مگر رسول خدا خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جب تک یہ دنیا باقی ہے اور لوگوں میں جب تک شعور ہے، قیامت تک آنحضرتؐ کے اوصیاء اور جانشینوں کے ذریعے ہی ان کو صراطِ مستقیم اور راہِ حق کی ہدایت ملتی رہے گی۔ آنحضرتؐ کے بارہ اوصیاء اور جانشین ہیں جو یکے بعد دیگرے ہدایت کی مشعل کو

اٹھاتے ہیں ان ہدایتوں کے سپہ سالار اور پہلے رہنما حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔ امام علی کا وصی پیغمبر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ظاہری حیات کے بعد آپ جانشین، خلیفہ اور امام ہیں۔ رسول خدا سے نقل ہونے والی روایات میں صرف لفظ وحی نہیں آیا بلکہ کچھ اور کلمات مثلاً خلیفہ وغیرہ بھی آیا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علی بن ابی طالب علیہما السلام پیغمبر خدا کے وصی و جانشین اور تمام اوصیاء کے مولا و سردار ہیں۔ اور ان روایات سے علی بن ابی طالب علیہما السلام کے وصی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آپ پیغمبر خدا کے جانشین اور پیشوا اور امام اور ان کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔

ان روایات کا کچھ حصہ آپ کی فضیلتوں کے بارے میں ہے جو امر خلافت و امامت میں دوسروں پر آپ کے مقدم ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ (۱)

وصی کے تعین میں سنجیدگی کی ضرورت:

جس طرح خدا کی جانب سے پیغمبر خدا کا تعین اور تعارف لوگوں کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح اگر پیغمبر حقیقتوں اور فضیلتوں کو مزید وسعت دینا چاہے تو اسے وصی و جانشین کے تعین اور تعارف کو اہمیت دینا نہایت ضروری ہے۔ علی بن ابی طالب علیہما السلام کے وصی ہونے پر روایات اور دلیلیں ہیں، آپ کے وصی ہونے کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ اس کی بہت بڑی اہمیت ہے (۱)

ان روایات میں حضرت علی کو یاد کر کے آپ پر سلام بھیجا گیا ہے۔ اور ان زیارتوں میں سے ایک جو مختلف ائمہ کے لیے ہیں، زیارت حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا ہے،

کہ جب وحی اور جانشین کا کلمہ امیر المومنینؑ ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی میں عجیب
لطف محسوس ہوتا ہے۔



jabir.abbas@yahoo.com

۱۔ مفاہج الجنان، زیارت امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہ کی زیارات۔

(۸) اَلْسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا فَاطِمَةُ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ

کلمہ فاطمہ مادہ ”فطم“ سے اسم فاعل ہے۔ فاطمہ آسمانی نام ہے، جس کے معنی ہیں بریدہ یا قطع شدہ، رکا ہوا یا کسی نے روکا ہوا اور اونٹ کا وہ مادہ بچہ جس کو شیر مادر سے چھڑایا گیا ہو فاطمہ کہا جاتا ہے۔ (۱)

بے شمار روایات کی بنیاد پر جن کو راویوں اور مورخوں نے بیان کیا ہے فاطمہ پیامبر اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی کا نام تھا۔ اس نام کو رسول خداؐ اور جناب خدیجہؓ نے خدا کی طرف سے الہام اور ہدایت کی بنیاد پر رکھا تھا (۲) اور خدا نے جناب فاطمہؓ کی ولادت کے وقت ایک فرشتہ کو مامور کیا تھا کہ وہ آئے اور نام فاطمہ کو رسولؐ کی زبان پر جاری کرے۔ (۳)

حضرت فاطمہؓ کی معرفت اور لوگوں کی کوتاہی

فاطمہؓ کا نام فاطمہؓ کیوں رکھا گیا؟

جیسا کہ آگے آئے گا کہ فاطمہ وہ خاتون ہیں جن کا کوئی مثال نہیں ہے دنیا نے نہ تو فاطمہ جیسا کبھی دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھے گی اسی لیے ضروری ہے کہ ان کو پہچانا جائے، اور ان کی حقیقی معرفت حاصل کی جائے اور ان کو اپنے لیے زندگی کا نمونہ عمل بنایا جائے لیکن صد افسوس دنیا کے انسان اور بالخصوص مسلمانوں اور اس میں بھی اختصاص کے ساتھ مؤمنین نے بہت کم جانا اور پہچانا اور یہ لوگ ان کی معرفت کی

۱۔ کتاب العین، ج ۳ ص ۱۴۰۴ و فرہنگ جامع نوین، ج ۲ ص ۱۱۹۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۲، ج ۷۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۲، ج ۷۔

وادی سے بیگانہ اور بہت دور ہیں۔ امام صادقؑ اس بارے میں فرماتے ہیں: اس وجہ سے فاطمہؑ اس کو فاطمہؑ کہا جاتا ہے کہ لوگ ان کے بلند مقام کی معرفت سے عاجز ہیں۔ (۱)

ہر طرح کے رجس سے پاکیزگی

رسول اکرمؐ کی بے مثل بیٹی کا نام فاطمہؑ رکھنے کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ بی بی تمام رجس و نقائص اور عوارض نسائی سے میراثیں۔ انہوں نے پاکیزگی اپنے والد بزرگوار رسول خداؐ اور مادر عظیم الشان جناب خدیجہؑ سے ارث میں حاصل کی تھی۔ درحقیقت خداوند عالم نے بی بی کو ایک خاص نور سے پیدا کیا تھا دوسرے الفاظ میں آپؐ کی طینت اور ذات عام انسانوں سے مختلف تھی، یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے اور اس کے رسولؐ نے آپؐ کا نام فاطمہؑ رکھا، یعنی ایک ایسی خاتون جو تمام تر رجس، خواہ مخواہ کے مخصوص مسائل سے منز اور ہمیشہ فضیلت، نیکی، کمال اور سعادت کی طرف سفر کرنے والی۔

آیہ تطہیر کا جناب فاطمہؑ، علیؑ اور ان کے فرزندوں کی شان میں نازل ہونا ان کی پاکیزگی اور ذاتی طہارت پر روشن دلیل ہے۔

شیعہ مفسروں کے مطابق آیہ تطہیر اس حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہے (۲)

کہ فاطمہؑ تمام برائیوں اور رجس سے پاک ہیں: انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیراً تحقیق خدا چاہتا ہے کہ آپؐ

۱۔ اعلام الہدی، ج ۳ ص ۳۰۔

۲۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ: ترمذی سنن میں المناقب، ج ۱ ص ۳۸۷۔

خاندان پیامبر کو پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔ (۱)

شیعہ اور سنی مفسروں نے اس آیہ کی شان نزول کے بارے میں لکھا ہے: جب پیامبر خدا، حسن، حسین، علی اور جناب فاطمہ علیہم السلام کو ایک مخصوص چادر میں جمع کر چکے اور ان کو دوسروں سے ممتاز قرار دے چکے تو اس وقت خدا نے یہ آیت نازل کی اور اس کے بعد چھ ماہ یا آٹھ ماہ تک جب بھی رسول اکرم جناب فاطمہ زہرا کے دروازے پر پہنچتے تو باصدائے بلند اس طرح سلام کرتے: درود و سلام ہو تم پر اے اہل بیت کہ تحقیق خدا نے تمام برائیوں کو تم سے دور رکھنے کا ارادہ کیا ہے اور تم کو پاک رکھا ہے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے (۲)

روایت کا یہ حصہ دوسری اور روایات میں بھی آیا ہے۔ ان تمام روایات کی بنا پر فاطمہ کی تفسیر یہ ہے کہ وہ بے مثل خاتون جو بدی، شر اور آلودگی سے دور ہو (۳) جب ہم جناب فاطمہ کی زندگی کو تاریخ کے منظر میں ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ دل انگیز اور زیبا واقعیت ہم سب پر آشکار ہو جاتی ہے، جیسا کہ آیہ تطہیر اور روایات میں آیا ہے کہ آپ نے زندگی کے سخت اور دشوار مراحل میں بھی اپنے آپ کو گناہ میں آلودہ نہیں کیا اور اس دنیا نے دنی کے مکار بازار کا فریب نہیں کھایا۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو کلمۃ اللہ کا درس دیا اس راہ میں بی بی کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ مشکلات کا استقبال کیا یہی وجہ تھی کہ

۱۔ سورہ احزاب آیہ ۳۳ ۲۔ الکلمۃ الغراء فی تفضیل الزہراء ص ۱۹۲ (مولف: سید عبدالحسین شرف الدین)

۳۔ اس روایت کو علامہ امینی نے الفہریر میں اہل سنت کے حدیثی منابع سے نقل کیا ہے۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۹۰

آپ کو فاطمہؑ کہا گیا۔ یعنی وہ کہ جس نے غیر خدا سے قطع رابطہ کیا ہو اور اپنی پوری زندگی میں خدا کے علاوہ کسی اور سے مدد نہ مانگی ہو اور ہمیشہ اسی کی طرف قدم بڑھایا راز و نیاز بے نظیر عبادت اور خدا سے ایسی محبت کہ اس کے علاوہ دنیا کی کوئی شے دل میں نہ ہو۔ اسی لیے خدا کی یاد اور اس کی طرف آگے بڑھنا ہی بی بیؑ کی خوشنودی کا باعث تھا (۱)۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان روایات کی طرف نظر کریں جن میں شیعہ و سنی محدثوں نے تحریر کیا ہے: جب فاطمہؑ غضب کرے تو سمجھو خدا نے غضب کیا اور جب فاطمہؑ خوشنود ہو تو خدا بھی خوشنود ہوتا ہے۔ بعض روایات میں بہت لطیف انداز میں اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فاطمہؑ کو اس لیے مریم سے تشبیہ دی گئی ہے کہ آپ کسی گناہ میں آلودہ نہیں ہوئی ہیں اور خدا نے بھی ان کو عالمین کی بے مثل خاتون قرار دیا (۲) اس فرق کے ساتھ کہ فاطمہؑ تمام زمانوں میں بہتر ہیں خاتون قرار پائیں لیکن مریم فقط اپنے زمانے کی بہترین خاتون ہیں۔

جہنم کی آگ میں داخل ہونے سے بچانا

بی بی فاطمہؑ تمام مومنین کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ مومنین مرد اور عورتیں جب بھی اپنے رفتار و گفتار میں جناب فاطمہؑ سے توسل کریں گے کبھی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ بہت سے روایات میں جن کو شیعہ اور سنی (۳) محدثوں نے نقل کیا ہے اس طرح آیا ہے: فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اپنے دوستوں اور فرزندان کو ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہونے دیں گی۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۱۱۔ امالی صدوق ص ۱۰۰۔

۳۔ الغدیر ج ۳ ص ۶۰۶۔

۲۔ الغدیر ج ۳ ص ۴۷۔

بہت سی روایات میں اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ (۱) مثال کے طور پر امام باقرؑ رسول خداؐ سے نقل کرتے ہیں: رسول خداؐ جناب فاطمہؑ سے فرماتے ہیں کیا تم کو معلوم ہے کس لیے تمہارا نام فاطمہ رکھا گیا؟ امام علیؑ نے فرمایا: کس لیے فاطمہ رکھا گیا؟ پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: کیونکہ وہ خود اور ان کے شیعہ جہنم کی آگ سے جدا اور دور ہیں۔ (۳)

سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ

بے شمار سنی اور شیعہ احادیث کی بنا پر زہرا علیہا السلام (سیدۃ النساء العالمین) ”خواتین کی سرور و سردار ہیں“ (۴)۔

اہل بہشت کی خواتین کی سرور و سردار (۲) اول سے آخر زمانے تک کی بہترین خاتون (۵)۔ نمونے کے طور پر یہاں ابن ابی الحدید کے قول کی طرف اشارہ کریں گے: تحقیق فاطمہؑ دنیا میں تمام خواتین کی سردار ہیں اور جناب مریمؑ دختر عمران سے افضل ہیں اور جب قیامت کے دن میدان حشر عبور کریں گی تو عرش الہی کی طرف سے دستور آئے گا اے لوگو! (جو یہاں جمع ہو) تم اپنی اپنی ننگا ہیں نیچی کر لو محمدؐ کی بیٹی گزر رہی ہیں۔ ابن ابی الحدید اور آگے لکھتے ہیں: یہ حدیث احادیث صحیحہ میں سے ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ پیامبرؐ نے فرمایا: جو بھی فاطمہؑ کو اذیت دے گا اور غضب میں لائے گا وہ درحقیقت مجھ کو اذیت دے گا اور غضب میں لائے گا (۶)۔

۱۔ بحار الانوار ج ۳۲ ص ۱۹۔ ۲۔ بحار الانوار ج ۳۲ ص ۱۰۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۹۶۔

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۹۶ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۴۱۲۔

۵۔ الغدیر، ج ۲ ص ۴۴۲ ۶۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۹ ص ۱۹۳۔

سیدۃ العالمین کا مفہوم

اگرچہ عرف عام میں لفظ ”سیدہ“ کے کافی روشن معنی ذہن میں ہیں۔ لوگ اپنی پوری زندگی میں کافی دفعہ سرور، مولا، آقا اور بانو جیسے الفاظ سنتے ہیں اور شاید اس بات کا بھی تجربہ کیا ہو کہ جب بھی ان تمام الفاظ کے مفہیم کو ذہن میں رکھ کر سیدہ کا لفظ سنیں تو ایک الگ ہی معنی ذہن میں ابھرتے ہیں، لیکن ایسا لگتا ہے کہ سیدۃ النساء العالمین عام معنی سے کچھ فاصلہ رکھتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء العالمین ہیں: جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا کہ ان کی خلقت اور سرشت خصوصی ہے۔ ماں اور باپ خدیجہؑ اور رسول اکرمؐ جیسے کامل نمونے، حالانکہ آپؐ کی زندگی کافی کم تھی، لیکن بی بی کی اسی کم عمری میں ہم دیکھتے ہیں کہ شوہر داری کے لحاظ سے، عبادت و راز و نیاز کے لحاظ سے اور مشکلات میں صبر و استقامت کے لحاظ سے ایسی تھیں کہ آپ تمام خواتین کے لیے نمونہ عمل بنیں۔ جہاں بی بیؑ کی زندگی خواتین عالم کے لیے زندگی کے اصول وضع کرتی ہے وہیں آپؐ کی رفتار اور گفتار مردوں کے لیے بھی ہدایت بلکہ آپؐ کی پوری نسل پاک ہمیشہ عالم انسانیت کے لیے نمونہ عمل ہے اور ناقیام قیامت رہے گی۔

دوسرا نکتہ جو بی بیؑ کے سیدہ ہونے کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ کے والد، شوہر اور تمام اولادیں عالم انسانیت میں برتر اور بہترین ہیں پاکیزہ اور الٰہی سرشت ہونے کے ساتھ ساتھ آپؐ کسی بھی حال میں خطا کی مرتکب نہیں ہوئیں۔ جناب فاطمہ علیہا السلام تمام خواتین کی ہر زمانے میں سرور اور سردار ہیں کیونکہ النساء اسم جنس ہے اور کلمہ عالمین کی طرف اضافہ ہوا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا سِبْطَیْ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ

وَّ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

بڑے پیغمبروں پر سلام کے بعد چوتھا سلام امام حسن و امام حسین علیہما السلام پر ہے اس سلام میں رسول خداؐ کے دونوں جگر گوشوں کے نام ذکر نہیں ہوئے ہیں۔ اور بارہ معصومینؑ اور اولوالعزم پیغمبروں کے ناموں کے برخلاف ان دو معصوموں پر ایک سلام کیا گیا ہے اور دونوں کو فرزند ان پیامبر اور جوانان بہشت کے سردار کہہ کر سلام کیا گیا ہے، اس سے متعلق چند نکات پر توجہ ہو:

(۱) سبط (فرزند ان پیغمبر)

رسول خداؐ کے دشمنوں نے آپؐ کو شکست دینے کے لیے بہت ہتھکنڈے اپنائے اور مختلف انداز میں آپؐ کو اذیتیں دیں مگر سب کے سب ناکامی سے دوچار ہوئے تو وہ اس بات پر ہی خوش تھے کہ آپؐ کے بعد آپؐ کی کوئی نسل باقی نہیں ہے جو آپؐ کے مقصد کو آگے بڑھائے اور آپؐ کو امیر کا لقب دیا جس پر قرآن نے کہا کہ یہ سب خیالات باطل ہیں (۱) جو مشرک، منافق اور بدخواہ افراد اپنے دل میں بسائے ہوئے ہیں کیونکہ خدا نے اپنے رسولؐ کو فاطمہ زہرا علیہا السلام جیسی کوثر عنایت کی اور اس میں اپنے رسولؐ کی پاکیزہ نسل کو برقرار کیا ہے (۱) لہذا پاک و پاکیزہ نسل پیغمبر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے ہی ممکن تھی، اسی لیے خدا نے اس عظیم اور منفرد خصوصیت کو فاطمہ اور علیؑ کے گھر میں قرار دیا۔

پیغمبر خداؐ نے مختلف لہجوں میں حسن و حسین علیہما السلام کو اپنا فرزند کہہ کر خطاب کیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ پیامبرؐ کے صحابی ان دونوں شہزادوں کو ”سبط“ کہہ کر پکارتے تھے۔ شیعہ اور سنی محدثوں نے متواتر روایات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے بہت سی روایات میں ان دونوں شخصیتوں کو فرزند، سبط اور اسی طرح کی مختلف تعبیروں کے ذریعے خطاب کیا ہے۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے القاب میں ابن سبط اور سید بہت خصوصیت کے حامل ہیں۔ علامہ مجلسی اس بارے میں یوں نقل کرتے ہیں۔

امام حسین کی کنیت فقط ”ابو عبد اللہ“ ہے لیکن ان کے القاب زیادہ ہیں۔ جیسے رشید، طیب، وفی، سید، ذکی، مبارک، التالیع المرصاة اللہ جو خوشنودی پروردگار کے تالیع ہو، اور سبط۔ ان تمام القاب میں سے مشہور ترین لقب ذکی ہے اور یہ وہ بلند و بالا مرتبہ رکھنے والا لقب ہے جو پیغمبر خداؐ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دیا تھا اور فرمایا تھا ”سید جوانان بہشت۔“

پس لقب سید سب سے اور اہم ترین القاب میں سے ہے، جو امام حسینؑ کے لیے مشہور ہے اور اسی طرح لقب (سبط) بھی۔ کیونکہ پیغمبر خداؐ سے صحیح روایت میں نقل ہوا ہے کہ حسین سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (۲)

اور جیسا کہ اشارہ کیا گیا یہ لفظ جس نکتے کی طرف اشارہ کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ رسول خداؐ کی پاکیزہ نسل میں سے ہیں، اور یہ معمولی نسل نہیں ہے، بلکہ رسول

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۳۱۶۔ ج ۳، ص ۹۱۵، الریاض النضرۃ ج ۲، ص ۶۸۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۳، ص ۲۴۷۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۸۔ ج ۷، ص ۳۷۷۔ ج ۸، ص ۳۷۷۔ ج ۹، ص ۳۷۷۔ ج ۱۰، ص ۳۷۷۔ ج ۱۱، ص ۳۷۷۔ ج ۱۲، ص ۳۷۷۔ ج ۱۳، ص ۳۷۷۔ ج ۱۴، ص ۳۷۷۔ ج ۱۵، ص ۳۷۷۔ ج ۱۶، ص ۳۷۷۔ ج ۱۷، ص ۳۷۷۔ ج ۱۸، ص ۳۷۷۔ ج ۱۹، ص ۳۷۷۔ ج ۲۰، ص ۳۷۷۔ ج ۲۱، ص ۳۷۷۔ ج ۲۲، ص ۳۷۷۔ ج ۲۳، ص ۳۷۷۔ ج ۲۴، ص ۳۷۷۔ ج ۲۵، ص ۳۷۷۔ ج ۲۶، ص ۳۷۷۔ ج ۲۷، ص ۳۷۷۔ ج ۲۸، ص ۳۷۷۔ ج ۲۹، ص ۳۷۷۔ ج ۳۰، ص ۳۷۷۔ ج ۳۱، ص ۳۷۷۔ ج ۳۲، ص ۳۷۷۔ ج ۳۳، ص ۳۷۷۔ ج ۳۴، ص ۳۷۷۔ ج ۳۵، ص ۳۷۷۔ ج ۳۶، ص ۳۷۷۔ ج ۳۷، ص ۳۷۷۔ ج ۳۸، ص ۳۷۷۔ ج ۳۹، ص ۳۷۷۔ ج ۴۰، ص ۳۷۷۔ ج ۴۱، ص ۳۷۷۔ ج ۴۲، ص ۳۷۷۔ ج ۴۳، ص ۳۷۷۔ ج ۴۴، ص ۳۷۷۔ ج ۴۵، ص ۳۷۷۔ ج ۴۶، ص ۳۷۷۔ ج ۴۷، ص ۳۷۷۔ ج ۴۸، ص ۳۷۷۔ ج ۴۹، ص ۳۷۷۔ ج ۵۰، ص ۳۷۷۔ ج ۵۱، ص ۳۷۷۔ ج ۵۲، ص ۳۷۷۔ ج ۵۳، ص ۳۷۷۔ ج ۵۴، ص ۳۷۷۔ ج ۵۵، ص ۳۷۷۔ ج ۵۶، ص ۳۷۷۔ ج ۵۷، ص ۳۷۷۔ ج ۵۸، ص ۳۷۷۔ ج ۵۹، ص ۳۷۷۔ ج ۶۰، ص ۳۷۷۔ ج ۶۱، ص ۳۷۷۔ ج ۶۲، ص ۳۷۷۔ ج ۶۳، ص ۳۷۷۔ ج ۶۴، ص ۳۷۷۔ ج ۶۵، ص ۳۷۷۔ ج ۶۶، ص ۳۷۷۔ ج ۶۷، ص ۳۷۷۔ ج ۶۸، ص ۳۷۷۔ ج ۶۹، ص ۳۷۷۔ ج ۷۰، ص ۳۷۷۔ ج ۷۱، ص ۳۷۷۔ ج ۷۲، ص ۳۷۷۔ ج ۷۳، ص ۳۷۷۔ ج ۷۴، ص ۳۷۷۔ ج ۷۵، ص ۳۷۷۔ ج ۷۶، ص ۳۷۷۔ ج ۷۷، ص ۳۷۷۔ ج ۷۸، ص ۳۷۷۔ ج ۷۹، ص ۳۷۷۔ ج ۸۰، ص ۳۷۷۔ ج ۸۱، ص ۳۷۷۔ ج ۸۲، ص ۳۷۷۔ ج ۸۳، ص ۳۷۷۔ ج ۸۴، ص ۳۷۷۔ ج ۸۵، ص ۳۷۷۔ ج ۸۶، ص ۳۷۷۔ ج ۸۷، ص ۳۷۷۔ ج ۸۸، ص ۳۷۷۔ ج ۸۹، ص ۳۷۷۔ ج ۹۰، ص ۳۷۷۔ ج ۹۱، ص ۳۷۷۔ ج ۹۲، ص ۳۷۷۔ ج ۹۳، ص ۳۷۷۔ ج ۹۴، ص ۳۷۷۔ ج ۹۵، ص ۳۷۷۔ ج ۹۶، ص ۳۷۷۔ ج ۹۷، ص ۳۷۷۔ ج ۹۸، ص ۳۷۷۔ ج ۹۹، ص ۳۷۷۔ ج ۱۰۰، ص ۳۷۷۔

اکرمؐ اور امام علیؑ کے پاکیزہ وجود کے بعد ہدایت اور امامت کا پرچم سنبھالیں گے اور انہی کی طرح قرآن کے ہم پلہ اور زمین پر امانت خدا کے عہدے دار ہیں اور فرزند ان اسلام کے لیے مایہ سعادت ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ پیامبر خداؐ ان دونوں شہزادوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ (۲) اور اپنی خوشبو کے دو پھول کہتے تھے۔ (۳) ان دونوں کو اپنے کندھوں اور پشت پر سوار کرتے تھے۔ (۴) حتیٰ کہ سجدے میں بھی اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ وہ آپؐ کی پشت پر سوار ہو جائیں (۵) ان دونوں کی وجہ سے اپنے خطبے کو ناتمام چھوڑ کر منبر سے نیچے آ جاتے تھے۔ ان دونوں کو اپنا بیٹا، سید جوانان بہشت، بہشت کی زینت اور عرش الہی کے دو گوشوارے کہہ کر خطاب کرتے تھے (۶) نصاریٰ نجران سے مباہلہ کے وقت بھی علیؑ، فاطمہؑ اور حسین علیہم السلام کو اپنے ساتھ لے گئے (۶) حقیقت تو یہ ہے کہ رسول خداؐ نے قرآن کے حکم کے مطابق حسین علیہم السلام کو اپنے بیٹے شمار کیا، کیونکہ آیہ مباہلہ میں خدا نے اپنے رسول اکرمؐ کو حکم دیا کہ نصاریٰ نجران سے کہو کل ہم اور تم دونوں اپنے علاوہ اپنی خواتین اور فرزندوں کو اپنے ہمراہ لائیں۔ اس آیہ شریفہ سے جو کہ قرآن کی روشن آیات میں سے ہے ایک اور نکتہ بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور وہ یہ

۲۔ اس بارے میں شیعہ اور سنی راویوں نے بہت سی روایات نقل کی ہیں (المعجم الکبیر ج ۴ ص ۱۸۷، بحار الانوار ج ۴۳ ص ۳۷۵، ۳۷۷۔

۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۱۸۸ اور سنن الترمذی، ج ۵ ص ۶۵۷

۴۔ کشف الغمہ، ج ۱ ص ۵۲۶ ۵۔ ترجمہ الحسین، ابن عیسا کر، ص ۱۳۸۔ حلیہ الاولیاء، ج ۲، ص ۲۵

۶۔ سورہ آل عمران آیہ ۶۱ (سنن الترمذی، ص ۶۵۸، ۶۶۱)

ہے کہ علیؑ نفس رسولؐ ہیں اور شاید یہی بات دلیل بنے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ فرزند رسولؐ ہیں جبکہ آیت میں علیؑ کے نام کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کہا نفس رسولؐ کیونکہ رسولؐ اور علیؑ کا نفس ایک ہی ہے اور حسن و حسین علیہما السلام اس نفس کے دو بیٹے ہیں اس وجہ سے ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اس بات کی تصریح کی جائے کہ امیر المومنینؑ ان دونوں بزرگواروں کے باپ ہیں اگر ان دونوں سید جوانان بہشت کو فقط امیر المومنینؑ علیہم السلام کی طرف نسبت دی جائے تب بھی درست ہے کیونکہ علیؑ اور محمدؐ دونوں ہیں جو ہمیشہ ایک ساتھ تھے اور کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے جیسے ایک روح ہو اور دو بدن ہوں۔ (۱) البتہ یہ سارے نکات جناب امیر المومنینؑ علیہم السلام کے دوسرے بیٹوں کے لیے نہیں کہے جاسکتے، کیونکہ آیہ مبالغہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہی فقط رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کے فرزند ہیں۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جس کی طرف اہل سنت کے مشہور دانشمندوں نے بھی اشارہ کیا ہے جیسا کہ ابن عساکر نے امام حسنؑ کے لیے لکھا ہے: وہ امام حسنؑ سبط رسول خداؐ ہیں، آپؐ کے وجود کی خوشبو ہیں اور دو سید جوانان بہشت میں سے ایک ہیں (۲) اور سیوطی نے لکھا ہے: وہ امام حسنؑ سبط رسول خداؐ ہیں اور آپؐ کے وجود کی خوشبو ہیں۔۔۔۔۔ (۳)

بہر حال یہ لقب بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور زیارت نامے کے متن سے یہ بھی استفادہ ہوتا ہے کہ یہ لقب اتنی زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ آپؐ دونوں شہزادوں کے نام کی جگہ یہ لقب استعمال کیا گیا۔

۱۔ (انواعی من شجرۃ واحد و سائر الناس من شجرۃ شی) (لحمک من لحمی و دھن من دھنی۔۔۔)

۲۔ مختصر تاریخ دمشق، ج ۵، ص ۵، نقل از اعلام الہدی، ص ۳۱۔ ۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۷۳۔

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پر ایک سلام

اس زیارت نامے میں دوسرے معصوموں پر جدا جدا سلام کرنے کے برخلاف امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام پر جدا جدا سلام نہیں کیا گیا بلکہ دونوں پر ایک ہی سلام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے آیہ مباہلہ کی روشنی میں یہ دونوں پیغمبر خدا کے فرزند ہیں اور دونوں آپ کے سبط ہیں، جو انان جنت کے سردار بھی ہیں ان دونوں کی ولادت کے وقت میں بھی زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ رسول خدا دونوں سے بے حد محبت کرتے تھے اور دونوں کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ اس بات کی دلیل یہ ہو کہ یہ دونوں شہزادے آپس میں بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ زمین پر حجت خدا پیغمبرؐ کے خلیفہ اور مقام عصمت و امامت رکھنے والے تھے۔ سارے معصوم امام علیہم السلام جناب امام علی علیہ السلام کے علاوہ امام معصومؑ کی اولاد ہیں۔ لیکن سب کے بھائی معصوم نہیں ہیں۔ یہ فضیلت کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ایک دوسرے کے بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ زمین پر خدا کی حجت بھی ہیں۔ کتاب کافی (۱) میں اس بات کی طرف متعدد روایات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ معصوم امام کسی امام ہی کا بیٹا ہوتا ہے لیکن فقط امام حسنؑ اور امام حسینؑ ایسے دو بزرگوار ہیں کہ جن کے والد بھی معصوم ہیں اور یہ دونوں آپس میں بھی بھائی ہیں اور یہ خصوصیت نہ کبھی دیکھی گئی اور نہ دیکھی جائے گی۔ اسی وجہ سے اس زیارت نامے میں ایک ہی سلام ان دونوں بزرگواروں پر کیا گیا ہے۔ ان دونوں نے ہمیشہ اپنے جدر رسول اکرمؐ کے لائے ہوئے دین کی پاسداری کی اور اس کے ستونوں کو محکم کیا۔

اس لیے ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ تصور نہیں کیا جاسکتا اور ہر ایک نے اپنے زمانے کے حساب سے دین کی خدمت کی، کیونکہ ہر زمانے کی مصلحت اور تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں ہر زمانے میں عدالت اور معنویت کو فروغ دینے میں اس زمانے کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ تحقیق خدا چاہتا تھا کہ سلسلہ امامت کو امام حسینؑ کی نسل میں قرار دے، امام حسنؑ کی نسل میں امامت کو قرار دینا اللہ تعالیٰ کی مصلحت نہیں تھی، اسی لیے رسول خداؐ ہمیشہ دونوں کے ناموں کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حسنؑ و حسینؑ ہر دو امام ہیں، چاہے قیام کریں، چاہے قیام نہ کریں۔ دونوں دنیا اور امت کی روح ہیں۔ (۱) دونوں زمین پر بسنے والے بہترین انسان ہیں۔ (۲) دونوں عترت رسولؐ میں سے ہیں۔ (۳) دونوں کشتی نجات ہیں۔ (۴) دونوں اہل بیت علیہم السلام میں سے ہیں۔ (۵) اور دونوں میرے لخت جگر ہیں۔ (۶) بہر حال روایات میں جہاں بھی ان دونوں شہزادوں سے مربوط مسائل کا ذکر آیا ہے تو جدا جدا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ ایک ہی ساتھ اشارہ کیا گیا ہے (۷) بعض دانشمندیوں نے انہی روایات کی پیروی کرتے ہوئے فاطمہ زہراؑ کے ان دونوں لخت جگر کے بارے میں جب بھی گفتگو کی ایک ہی جگہ

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۸۸ اور سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۷۔ ۲۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۶۷۔

۳۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۶۔ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۰۹۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴، ص ۳۰۶۔ ۵۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴، ص ۳۰۶۔

۶۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۶، ۶۵۹۔

۷۔ شیعہ اور سنی روایات میں یہ مطلب بہت روشنی کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ بحار، ج ۳۳۔ المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۷۵۔

تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

سَيِّدُنِي شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

متعدد اور متواتر روایات میں جو شیخہ اور سنی علماء سے نقل ہوئی ہیں، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو سرور و سید جوانان بہشت خطاب دیا گیا ہے اور اس قسم کی روایات کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ ان روایات کی بنا پر پیغمبر خداؐ نے بارہا اور صراحت کے ساتھ اس بات (سرور و سید جوانان بہشت) کی طرف اشارہ کیا ہے (۲) جیسا کہ ان دونوں شہزادوں کی مادر گرامی کو جنت کی خواتین کی سردار کا لقب دیا ہے۔ یہ لقب ان دونوں شہزادوں کے لیے اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ بعض دانشوروں نے ان کے لیے سب سے زیادہ اہم لقب شمار کیا ہے۔

انسان کی زندگی کا بہترین دور جوانی ہے۔ اس دنیا میں نشاط، قدرت اور زندگی کی رعنائی، جوانی میں عروج پر ہوتی ہے اور جیسا کہ روایات اور آیات قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے بہشتی جوان ہوں گے اور بہشت میں ان دونوں شہزادوں کی جوانی کچھ ایسی خاصیت کی حامل ہوگی کہ ہر کوئی ان کی زیارت کا مشتاق ہوگا۔



۱۔ بعنوان مثال علامہ مجلسی نے ان دونوں بزرگواروں کی تاریخ زندگی ایک ہی جگہ ذکر کی ہے۔

۲۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۵۶۔ بحار الانوار ج ۴۳، ص ۳۷۰۔

الْسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، سَيِّدَ الْعَابِدِينَ

علی بن الحسین علیہما السلام بارہ اماموں میں سے چوتھے امام اور چودہ معصومین میں سے چھٹے معصوم ہیں۔ امام کے القاب زین العابدین، سید العابدین، سجاد وغیرہ ہیں، جن میں سے زیارت نامے میں فقط سید العابدین کا لقب ذکر کر کے سلام کیا گیا ہے۔

سید محسن امین کتاب اعیان الشیعہ میں لکھتے ہیں: امام کے القاب بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں مشہور زین العابدین اور سید العابدین ہیں۔ (۱) دوسرے علماء جنہوں نے ان القاب کے مشہور ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں: شہر آشوب (۲) ، اربلی (۳) ، شیخ مفید (۴) اور علامہ مجلسی (۵) ، ایک روایت میں جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے کچھ اس طرح نقل ہوا ہے: ایک دن رسول خداؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپؐ کی گود میں امام حسینؑ تشریف فرما تھے اس وقت آپؐ نے فرمایا: اے جابر حسینؑ کی نسل سے ایک فرزند اس دنیا میں آئے گا اس کا نام علی ہوگا اور جب قیامت آئے گی تو منادی ندا دے گا: اے سید العابدین! اٹھو، تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوگا۔ (۶) اور معروف ہے کہ زہری ہمیشہ کہتا تھا جب روز قیامت آئے گا تو منادی ندا دے گا: اے سید العابدین کھڑے ہو جاؤ تو علی بن الحسین علیہما السلام کھڑے ہو جائیں گے۔ (۷)

۱۔ المجالس السنیہ، ص ۴۰۶ اور اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۲۹۔ ۲۔ مناقب، ج ۳، ص ۲۱۰۔

۳۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۸۶۔ ۴۔ الارشاد، ج ۲، ص ۱۳۵۔ ۵۔ بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۴۔

۶۔ احقاق الحق، ج ۱۳، ص ۱۳، ۱۶، البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۱۰۶۔ ۷۔ المجالس السنیہ، سید محسن امین، ص ۴۰۶ بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۷۔

اس مشہور لقب اور دوسرے القاب مانند زین العابدین اور سید الساجدین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اپنی عبادات اور سجدوں میں خصوصی امتیازات کے حامل تھے، جس کی وجہ سے آپؑ کو عابدوں کے سردار و آقا کا لقب ملا۔ آپؑ کی عبادات کے بارے میں متعدد اور مختلف باتیں نقل کی گئی ہیں، ان میں سے فقط ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ہے: زیادہ تر عابد حضرات دو مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں: یا خلوت اور تنہائی کو انتخاب کرتے ہیں تا کہ معاشرے اور لوگوں سے دور رہ کر خدا کی عبادت کریں ان میں سے کچھ عابد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، لیکن زیادہ تر معاشرے سے لائق ہو جاتے ہیں۔ یا پھر لوگوں سے دور نہیں جاتے اور تنہائی کو اختیار نہیں کرتے اور لوگوں میں رہتے ہوئے ان سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ناقص عبادت انجام دیتے ہیں۔ لیکن سید العابدین ان دونوں گروہوں کے برخلاف اور ان عابدوں کے برخلاف جو خدا کی حقیقی معرفت نہ رکھتے ہوئے عبادت کرتے ہیں۔ ایسے عابد تھے جو نہ تنہائی پسند تھے اور نہ لوگوں میں رہتے ہوئے ان سے متاثر ہوتے تھے، بلکہ لوگوں میں رہتے بھی تھے اور ان کے ساتھ رابطہ بھی رکھتے تھے اور ان کی مشکلات بھی حل کرتے تھے تو ایسی شخصیت کے لیے سزاوار ہے کہ انہیں سید العابدین جیسے زیبا لقب کے ساتھ سلام کیا جائے۔

قُرَّةَ عَيْنٍ النَّاطِرِينَ

بصیرت رکھنے والا ہر شخص جب امام کو دیکھتا تھا تو ان کی شخصیت سے اتنا متاثر ہو جاتا تھا کہ ان کو اپنی آنکھوں کا نور سمجھنے لگتا تھا۔ خدا سے عشق، لوگوں کی خدمت، صبر، زیبائی، دل پزیر چہرہ، صادقانہ میل جول اور ان جیسے خدادادی اور اکتسابی بہت سی دوسری صفات اس طرح آپ کے وجود میں جلوہ نما تھیں کہ دیکھنے والا آپ کے اس حسن میں جذب ہو جاتا تھا۔ دوست، دشمن، عالم، جاہل سب آپ کے ان اعمال کو پسند کرتے تھے اور سب کے سب آپ کی جلالت، اعلیٰ مقام، حسن خلق، علم، فقہ، ورع اور تقویٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ معروف ہے کہ ہشام بن عبد الملک اپنے بھائی ولید کے ہمراہ حج پر گیا تھا، جب اس نے چاہا کہ اسلام حجر کر لے تو اس میں کامیاب نہیں ہوا، کیونکہ لوگوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ وہ حجر اسود کے نزدیک نہیں جاسکا۔ اسی دوران امام علی بن الحسین علیہما السلام طواف میں مصروف تھے، جب امام حجر اسود کے نزدیک پہنچے تو لوگوں نے امام کے لیے راستہ خالی کر دیا تا کہ امام حجر اسود کی زیارت کر سکیں۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد ہشام کو بہت غصہ آیا، کسی نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اس نے غصے میں جواب دیا: میں نہیں جانتا، کیونکہ اس کو خطرہ تھا کہیں شام کے لوگ ان کی طرف راغب نہ ہو جائیں۔ نامور اور بزرگ شاعر فرزدق نے کہا: میں اس شخص کو جانتا ہوں، اس شخص نے فرزدق سے سوال کیا یہ کون ہے؟ اس وقت فرزدق نے یہ مشہور قصیدہ آپ کی شان میں پڑھا:

هذا ابن خير عباد الله كلهم هذا التقى النقى الطاهر العلم
وليس قولك من هذا بضائره العرب تعرف من انكرت والعجم

یہ جو ان خدا کے بندوں میں بہترین ہے، یہ پرہیزگار، پاک اور ہر عیب سے منزہ ہے اور ہر خاص و عام میں معروف ہیں اور یہ تیرا کہنا کہ تو اُس کو نہیں پہچانتا، ان کو کوئی ضرر و زیان نہیں پہنچائے گا۔ کیونکہ سب عرب و عجم ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ (۱)



۱۔ یہ قصیدہ شیعہ اور سنی منابع میں کچھ اختلاف کے ساتھ نقل ہوا ہے (اعیان الغیبہ ج ۱ ص ۶۳۴)۔
 ۱۱۱۱ شارح ج ۲، ص ۱۵۰۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بَاقِرَ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ

سلام ہو تم پر اے محمدؐ، علیؑ کے بیٹے، اے رسولِ خداؐ کے بعد علومِ الہی کے سرچشمے، امام محمد باقرؑ ساتویں معصوم اور پانچویں امام ہیں۔ حضرت معصومہ علیہا السلام کے اس زیارت نامے میں ساتواں خصوصی سلام آپؑ پر کیا گیا ہے۔ آپ اہل بیتؑ رسول اللہؐ میں پہلے محمدؐ اور معصومین علیہم السلام میں دوسرے محمدؐ ہیں۔ آپ کا چہرہ اور رفتار بالکل اپنے جد رسول اکرمؐ کی مانند تھا۔ یہاں تک کہ اپنی گفتار میں سب سے زیادہ سچے، نغیثوں میں سب سے زیادہ صابر، خدا کی راہ میں اپنی جان و مال کو لٹانے والے، لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مصروف رہتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ تاجدارِ رسالت، حضرت محمدؐ نے ایک مرتبہ پھر اس کرۂ ارض پر قدم رکھا ہے۔

جب بھی ہم کسی باغ کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پودے ایک کے بعد ایک اپنا سرخاک سے باہر نکالیں اور ان کی شاخوں کے سروں پر چھوٹی چھوٹی نکلیں اور وہ نکلیں بھی پھول کی صورت میں ہمیں دکھائی دیں۔ تاکہ اس کو دیکھ کر ہم خود بھی شاداب ہو جائیں، تو اس نتیجے تک پہنچنے کے لیے زیادہ محنت اور مشقت کی ضرورت ہے، سب سے پہلے ایک ماہر اور تجربہ کار کسان ہو جو آب اور خاک کے بارے میں معلومات رکھتا ہو، تاکہ وہ اپنی تمام معلومات کی بنا پر اس طرح عمل کرے (۱) اور دیکھے کہ کون سی زمین مناسب ہے اور اس میں پانی کی مقدار کیا ہونی چاہیے اور بیج کون سا ہونا چاہیے۔ البتہ یہ سب بھی کامل ہو جائے تو بھی کافی نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی ایک وقت چاہیے کہ اس بیج

(۱) سورہ حج آیہ ۵ (وتروی الارض هامدة)

سے پھول نکلے۔ اور اس بیج بونے سے پھول نکلنے تک کے عمل میں بہت زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے، کہ اس بیج کو صحیح وقت پر پانی دیا جائے اور صحیح مقدار میں سورج کی روشنی اس پر پڑے تو ایک خوبصورت پھول اس پودے کی شاخوں پر نمودار ہوا اور ہم سب اس کو دیکھ کر مسرور ہوں۔

رسول خدا پہلے محمدؐ تھے، جنہوں نے اسلام کی بنیاد رکھی اور آپؐ خدا کے سرسبز باغ کے تجربہ کار اور ماہر باغبان تھے۔ جنہوں نے خدا کے حکم سے (یعنی جو اس زمین، زمان اور آسمان کا حقیقی مالک ہے) جزیرۃ العرب جیسی زمین کو خوبصورت پھول والے پودوں کی کاشت کے لیے چنا۔ خاتم الانبیاء حضرت مصطفیٰؐ نے جزیرۃ العرب جیسے بے جان بیابان کی کاشت میں بہت زحمات اٹھائیں۔ خدا کے اس یگانہ اور بے مثل رسولؐ نے اپنے مال و جان اور اہلیت کی پروا نہیں کی، اور اس قبرستان جیسے بیابان کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے ہر وہ چیز جو ضروری تھی فراہم کی۔ دوسری جانب وحی الہی کا خالص روحانی سرچشمہ تمام پودوں کو تیار کرنے میں مددگار ہے۔ لیکن بے شک یہ سب بھی کافی نہیں تھا، بلکہ ایک وقت درکار تھا تا کہ وہ پودا زمین سے نکلے اور اس کی کلیاں پھول کی شکل اختیار کریں۔ اور جب دوسرے محمدؐ نے اس زمین پر قدم رکھا تو اس کے لیے بھی ضروری تھا کہ پہلے والے محمدؐ کے تمام وسائل اور امکانات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے زمانے کے لوگوں کو ایک نئے دور میں داخل کریں۔ محمد بن علی علیہما السلام دوسرے محمدؐ تھے، جنہوں نے اس عظیم بار کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔ ایسے زمانے میں جب مغرب و مشرق کا کلچر مسلمانوں کے افکار پر اثر انداز ہوا اور وہ ان میں اثر و رسوخ کر چکا تھا تو اس وقت اموی حکومت میں سیاسی

بحران اور ضعف کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مرتبہ امام جیسے باغبان کو موقع ملا کہ دانش اسلامی کا پرچار کیا جائے۔ حضرت امام باقرؑ اس وقت میدان میں اترے اور اپنے جد کی پیروی کرتے ہوئے علم کے مختلف ابواب کھولے۔ حضرت امام باقرؑ کا یہ حساس اور خطرناک دور تھا کہ آپؑ نے امت اسلامی کی تاریخ کو یادگار بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول خداؐ نے اس بات کی پیش گوئی کی تھی۔ حقیقت میں مسلمانوں کو اس عظیم عہدے کے بارے میں آگاہ کیا، لہذا نام محمد اور آپؑ کا لقب باقر دونوں وزن کیے ہوئے ہیں اور رسول خداؐ نے ان دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

بَاقِرُ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ

تمام محققین جو حضرت امام باقرؑ کی زندگی کے متعلق تفصیل و جستجو کرنے والے ہیں چاہے سنی ہوں یا شیعہ، اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ لفظ ”باقر“ ”بقر“ کے مصدر سے ہے اور اس کے معنی ہیں ”شق“، ”شکافہ کرنا“، ”کھولنا“ اور ”وسیع کرنا“ (۱) باقر کا لقب آپؑ کو بے حد علم کی وجہ سے دیا گیا۔ آپؑ علم و دانش کے عمیق ترین ابواب کھولتے تھے اور مخاطب کی علمی وسعت کے حساب سے اُس سے گفتگو کرتے تھے۔ اور یہ نکتہ اتنا مشہور ہوا کہ لغات میں بھی درج کیا گیا۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں (تبقر) دانش اور مال کو پھیلانے کے معنی میں ہے، اور اسی وجہ سے محمد بن علی بن الحسینؑ کو باقر کہا جاتا تھا کہ علم کے ابواب کو شکافہ کرتے تھے، کیونکہ اصل اور حقیقت مطلب کو جانتے تھے اور فرع کو اصل سے استنباط کر کے پھیلاتے تھے۔

(۱) دایرة المعارف تشیع، ج ۲، ص ۳۵۶

زبیدی تاج العروس میں ابن منظور کے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے

ہیں: باقر، امام محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام کا لقب ہے اور فقط اس لیے یہ لقب آپ کو دیا گیا کہ آپ نے علم و دانش کے ابواب کھولے اور اس کے احاطے کو وسیع کیا اور جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی معروف حدیث جو رسول اکرمؐ سے نقل ہوئی، اشارہ کیا گیا ہے اور اس حدیث کو جہان اسلام کے بڑے بڑے دانشوروں نے آپ کے بارے میں نقل کیا ہے (۱)

ابرش کلبی امام کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ (یعنی محمدؐ) زمین و آسمان کے علم پر سب سے زیادہ عبور رکھتے ہیں اور وہ رسول خدا کے فرزند ہیں (۲)
عبدالحی جنبلی کہتا ہے وہ مدینۃ النبی کے فقیہوں میں سے ہیں اور اس لیے اُن کو باقر کہتے ہیں کہ علم و دانش کے ابواب کھولنے والے ہیں اور درحقیقت علم کو پہچاننے والے ہیں (۳)

۱۔ لسان العرب، ج ۱، ص ۳۰۹

۲۔ جیسا کہ آئے گا کہ اس حدیث کو شیعہ و سنی محدثوں نے رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ محمدؐ آنے والے زمانے میں ابواب علوم کھولے گا۔

۳۔ رجال تاج العروس۔ ص ۱۴۹

ابن طلحہ شافعی لکھتا ہے: محمد ابن علی جن کا لقب باقر ہے علم و دانش کے ابواب کھولنے والے اور تمام علوم کے مجموعے ہیں، اُن کا علم آشکار اور علم کی سر بلندی انہی کے وجود سے ہے۔ علم کے چشمے آپ کے وجود سے پھوٹتے ہیں، آپ کا دل صاف اور علم پاک ہے (۱)

احمد بن یوسف دمشقی اُن کو تمام فضیلتوں کے سرچشمے اور علوم کے ابواب کو کھولنے والے جانتے ہیں (۲) اور ابن صباغ مالکی آپ کو صاحب علم و دانش، صاحب فضیلت، آقائے ریاست و امامت جانتے ہیں (۳) ابن کثیر آپ کو اس امت کا مشہور ترین چہرہ اور علوم کے ابواب کھولنے والے جانتے ہیں۔ (۴)

ابن خلکان (۵)، یافعی اور علمائے اہلسنت کے کچھ اور گروہ بھی آپ کو علم و دانش کا سرچشمہ اور اس کو پھیلانے والا جانتے ہیں۔ (۶)

اس گفتگو کے اختتام پر ابن حجر جو کہ اہلسنت کے بہت بڑے دانشور ہیں ان کا قول نقل کرتے ہیں جو انھوں نے علوم کے سمندر یعنی حضرت امام محمد باقرؑ کی شان میں کہا ہے۔

(۱) مطالب السؤل، ص ۸۰۔ کشف الغمہ ج ۲، ص ۳۲۹۔

(۲) اخبار الاول، ص ۱۱۱۔ نقل از اعلام الہدایہ، ج ۷، ص ۲۳۔

(۳) الفصول المہمہ، ص ۲۱۲۔

(۴) البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۳۰۹۔

(۵) اعلام الہدایہ، ج ۷، ص ۶۵۔

(۶) اعلام الہدایہ، ج ۷، ص ۶۵۔ نقل از وئیات الاعیان، ج ۳، ص ۲۱۲۔

”محمد بن علی کو باقر کہا جاتا ہے، کیونکہ ”بقر“ زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کو نکالنے کے معنی میں آتا ہے، آپؑ نے معارف، حقائق احکام، حکمت اور دقیق مطالب کے خزانوں کو اس طرح آشکار کیا کہ فقط وہ لوگ جن کی آنکھوں پر پردے ہیں اور دل برائی اور رجس سے بھرے ہوئے ہیں، انکار کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپؑ کو علم اور دانش کے ابواب کھولنے والے اور تمام علوم کا سرچشمہ کہا جاتا ہے۔“

آپؑ کا علم و دانش آشکار ہے، آپؑ کی دہ سے علم سر بلند ہے۔ آپؑ کا دل پاک، علم و عمل آشکار، روح پاکیزہ، شریف اخلاق تھا، اپنا تمام وقت خدا کی اطاعت میں گزارنے والے، اور ایسے عرفانی مراحل کو طے کرنے والے جن کو بیان کرنے سے یہ زبان قاصر ہے اور اس مختصر نگارش میں وسعت نہیں ہے کہ اُن تمام معارف کو بیان کیا جائے۔ اس مقام پر فقط ایک روایت ابنِ مدینی سے جو جناب جابر سے نقل ہے، میں بیان کیا جاتا ہے: میں ایک دن رسول اکرمؐ کی خدمت میں تھا اور امام حسینؑ آپؑ کے زانو پر تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضورؐ نے فرمایا: اے جابر اس حسینؑ سے ایک فرزند دنیا میں آئے گا، اس کا نام علیؑ ہوگا، جب روز قیامت آئے گا تو منادی ندا دے گا: اے سید العابدین! کھڑے ہو، تو حسینؑ کا فرزند کھڑا ہو جائے گا۔ اور اسی فرزند سے ایک بچہ دنیا میں آئے گا اس کا نام محمدؐ ہوگا اور جب تم اس کا دیدار کرو تو میرا سلام اس تک پہنچا دینا (۱)

حضرت امام محمد باقرؑ کی عظمت اس قدر زیادہ تھی کہ فتادہ کہتا ہے کہ جب میں ابنِ عباس جیسے بڑے فقیہوں اور دانشوروں کے ساتھ بیٹھتا تھا تو کوئی اضطراب نہیں ہوتا

تھا مگر جب میں حضرت امام باقرؑ کی مجلس میں شرکت کرتا تھا تو ایک عجب اضطراب مجھے گھیر لیتا تھا (۱) عبداللہ بن عطار کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے دانشوروں کا علم محمد بن علیؑ کے علاوہ کسی کے مقابلے میں کم نہیں پایا۔

جو کچھ بھی اہلسنت کے دانشوروں نے امامؑ کے بارے میں کہا اور نقل کیا گیا ہے اس کی مثال سمندر کے ایک قطرے جیسی ہے، امام محمد بن علیؑ کے لقب کے بارے میں شیعہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس نظریے کا اظہار کرنا ایک سوال کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم کی قضاوت کا کیا سبب ہے؟ اور اس کا منہج کیا ہے۔

اس سوال کا تفصیلی جواب وسیع میدان کا طالب ہے اس لیے ہم جواب کو دو علتوں میں پیش کرتے ہیں (۲)۔ ایسی روایات جو رسول اکرمؐ سے نقل ہوئی ہیں اور شیعہ اور سنی دونوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن تمام روایات کی بنا پر امام محمد بن علیؑ علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ کی نسل سے ہیں اور جابرؓ کو یہ ذمے داری دی گئی ہے کہ رسول اکرمؐ کا سلام امام محمد باقرؑ تک پہنچائیں۔ اور آپؑ وہ ہیں جو دانش علم کے ابواب کو کھولیں گے اور ان تمام علوم پر خصوصی احاطہ رکھنے والے ہیں۔ جابرؓ مسجد رسولؐ میں بیٹھا کرتے تھے اور بلند آواز میں کہتے تھے: اے باقر العلم، اے باقر العلم! ایک دن جابرؓ مدینے کی گلیوں سے گزر رہے تھے کہ امامؑ اپنے بچپنے کا زمانہ گزار رہے تھے۔ جابرؓ نے کہا: اے بچے! میرے پاس آؤ۔ آپؑ آگے آئے، تو جابرؓ نے کہا۔ واپس جاؤ، تو امام

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۷۳ و بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۸۲۔

۲۔ کافی، ج ۱، ص ۴۶۹۔

واپس چلے گئے۔ اس وقت جابرؓ نے کہا: خدا کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اس بچے کی شکل و صورت رسول اکرمؐ سے مشابہ ہے۔ جابرؓ نے بچے سے سوال کیا اے بچے تمہارا نام کیا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: میں محمد بن علی ہوں۔ جابرؓ آگے بڑھے اور اُن کے سر کو بوسا دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں رسول خداؐ نے آپؐ کو سلام کہا ہے۔

متعدد روایات کی بنا پر ثابت ہے کہ جابرؓ امامؑ سے علمی گفتگو کیا کرتے تھے (۱) اور یہ وہ بات تھی جس نے مدینے کے لوگوں کو متحیر کر دیا تھا۔ لوگ اس کی وجہ جابرؓ سے دریافت کرتے تھے تو جابرؓ اکثر رسولؐ کی حدیث لوگوں کو سنایا کرتے تھے (۲) اس جیسی بہت سی باتیں (۳) سبب بنیں کہ قرآن کریم کے بڑے عظیم مفسر قتادہ، عطاء اور کلبی (۴) جیسے لوگوں نے امامؑ کی علمی شخصیت کا اعتراف کیا۔

(۲) مختلف علوم و دانش کو وسعت دینا:

حضرت امام باقرؑ قرآن کے اسرار، سنت، تفسیر اور احکام شرعی میں یگانہ روزگار تھے اور بہت اصحاب، تابعین، فقہاء، مفسرین، محدثین اور مورخین آپؑ سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص عبد اللہ بن عمر کے پاس آیا اور اس سے ایک مسئلہ پوچھا۔ عبد اللہ مسئلے کا جواب نہیں جانتا تھا، تو اس نے امام محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص سے کہا: اس جوان کے پاس جاؤ اور اس سے اپنا مسئلہ پوچھو اور

(۱) رجال الکشی، ص ۳۲۔

(۲) ارشاد، ج ۲، ص ۱۰۹۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۴۸۶۔

(۳) عوالم، ج ۱۹، ص ۶۵-۶۶، ۳۵۔

جو جواب ملے مجھے بھی بتا دینا۔ وہ شخص امام کے پاس آیا اور اپنے سوال کا جواب پانے کے بعد عبداللہ بن عمر کو بھی بتایا۔ اس وقت عبداللہ نے اس شخص سے کہا: اِنَّهُمْ اَهْلُئِيَّتٍ مُّفْهِمُوْنَ (۱)

ابن شہر آشوب (۲) نے اُن افراد کے نام تحریر کیے ہیں، جنہوں نے امام سے فیض حاصل کیا ہے، اور اُن کے نام کچھ یوں ہیں، جابر بن عبداللہ انصاری (صحابی)، جابر جعفی اور کیاں سختیانی صوفی (تابعین)۔ ابن مبارک، اوزاعی، زہری، مالک ابن انس، ابو حنیفہ، شافعی، زیاد بن منذر عفری (بزرگ فقہاء)، طبری، بلاذری، سلامی اور خطیب بغدادی (نامور مولف)۔

جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے ستر ہزار حدیثیں سنی ہیں (۳) محمد بن مسلم کہتے ہیں: امام سے تیس ہزار احادیث سنی ہیں (۴) اگرچہ زیادہ تر احادیث جو امام سے نقل ہوئی ہیں، فقہ کے موضوع پر ہیں۔ لیکن یہ سوالات صرف فقہ سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ اخلاقی اور معنوی مسائل کے بارے میں اور دعا، مناجات، تفسیر قرآن، کلامی اہم مسائل اور معرفت، طبیعت شناسی اور بہت سے مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ یہ دونوں نکتے امام کی شہرت کا سبب ہیں کہ ان کو باقر العلوم کا لقب ملا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معصومہ علیہا السلام کے زیارت نامے

(۱) مناقب، ج ۲، ص ۲۸۶

(۲) مناقب، ج ۲، ص ۲۸۴

(۳) اصول کافی، ج ۱، ص ۱۴۰

(۴) اصول کافی، ج ۱، ص ۱۴۰

میں بھی اسی لقب کے ذکر کے ساتھ امام کو سلام کیا گیا ہے۔ البتہ ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ بعد النبی کے الفاظ بھی اس کے ساتھ اضافہ کیے گئے ہیں، یعنی رسول اکرم کے بعد علوم کے ابواب کھولنے والے۔ اس لیے ذکر کیا گیا کہ کہیں امام کے بارے میں لوگ غلو نہ کرنے لگیں۔ کیونکہ امام سے فیض حاصل کرنے والے آپ کے بارے میں بہت ہی غلو آمیز باتیں کیا کرتے تھے، اس وجہ سے آپ کو محمد ثانی بھی کہا گیا۔



السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ الصَّادِقَ الْبَارَّ الْأَمِينِ

حضرت امام جعفر صادق شیعوں کے چھٹے امام ہیں، جن پر اس زیارت نامے میں تین القاب کے ذکر کے ساتھ سلام کیا گیا ہے اور وہ تین القاب یہ ہیں:

الف: صادق۔ ب: بار۔ ج: امین۔ لغت میں جعفر کے چند معنی ذکر کیے گئے ہیں ندی، چھوٹی یا بڑی نہر، پانی سے بھری ندی، زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی (۱)

جعفر، امام صادق علیہ السلام کا مبارک نام ہے جو دوسرے آئمہ کے ناموں کی طرح پہلے سے معین ہوا ہے اور روایات میں رسول اکرمؐ نے بارہا اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

الصَّادِق

لغت میں صدق سچے کے معنی میں ہیں، جو جھوٹے کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے اور قرآن میں بھی اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ صادق وہ ہے جو سچی بات کرتا ہے اور جھوٹ اس کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتا (۲)

امام صادق علیہ السلام کا اسم مبارک جعفر ہے، اور آپؑ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، آپؑ کے القاب زیادہ ہیں، لیکن اُن میں سے مشہور لقب صادق ہے، آپؑ کا یہ لقب اتنا مشہور ہے کہ آپؑ کو اصل نام کے بجائے اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخ میں بھی آپؑ کا مشہور ترین لقب صادق ہی لکھا گیا ہے (۳)

۱۔ فرہنگ جامع نوین، ج ۱، ص ۱۹۲۔

۲۔ قاموس قرآن، ج ۲، ص ۱۱۸۔ ۱۲۰۔

۳۔ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۲۵۶، منتهی الامال، شرح زندگی امام صادق علیہ السلام

بعض روایات کے مطابق یہ لقب رسول خداؐ نے آپؐ کو دیا تھا، کیونکہ آپؐ سب سے زیادہ سچے انسان تھے، اپنی گفتگو کرنے میں اور احکام شرعی بیان کرنے میں (۱)۔

اس لقب کو انتخاب کرنے کے بارے میں چند دلیلیں:

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام احکام الہی، تفسیر قرآن اور سنت رسول اکرمؐ کو بیان کرنے میں ایسے صادق القول تھے کہ آپؐ کی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ آپؐ کا بیان خواہ کائنات کی شناخت کے بارے میں ہو یا دین اور اس سے وابستہ احکام کے بارے میں بہت دقیق، فکر انگیز، مستدل اور غیر قابل تنقید تھا۔ رسول خداؐ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا: حق اور سچی زبان کے مالک ہیں۔ (۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے کو جب ہم دیکھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ آپؐ کا یہ لقب بہت حساب و کتاب کے ساتھ آپؐ کے لیے انتخاب کیا گیا۔ کیونکہ آپؐ کے زمانے کے مسائل آپؐ کے والد بزرگوار کے زمانے کے مسائل سے مشابہ تھے۔ اس معنی میں کہ آپؐ کے زمانے میں بھی حقیقی اسلام کی تبلیغ اور ترویج کے تمام وسائل فراہم تھے۔ اموی حکومت سرنگوں ہوئی تھی اور عباسی حکومت کوئی خاص قدرت کی حامل نہیں تھی، اور دوسری طرف امامؑ باقرؑ نے پہلے ہی علمی اور دینی میدان کو تیار کر دیا تھا کہ امام صادقؑ تیزی کے ساتھ اس راہ میں سفر کریں۔ سیاسی، علمی، فرائض اور دینی فضا حکومت اموی کے دس سال اور عمر بن العزیز کے زمانے میں زیادہ وسیع ہو چکی تھی، جس کے نتیجے میں بہت سے علماء، محدث، متکلم اور فقہی

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۹-۸، الانساب للسمعانی، ج ۳، ص ۵۰۷۔

۲۔ دلائل المعارف، ج ۲، ص ۳۵۸۔

افراد عزم راسخ کے ساتھ میدان میں قدم رکھ چکے تھے۔ اس لیے امام صادقؑ کا دور علم حدیث، فقہ اور کلام میں سب سے زیادہ فعال ترین دور جانا جاسکتا ہے۔ احادیث کو جمع کرنے اور ان کی تدوین کرنے کا سلسلہ دوسری صدی کے اوائل میں عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے زوروں پر تھا اور بہت سے اہلسنت محدثین بھی امام صادقؑ سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

فقہ اسلامی کے مدرسے بہت تیزی کے ساتھ اپنے کمال کی منزلیں طے کر رہے تھے، کوفہ، مدینہ، مکہ اور یمن میں اپنے اعتبار کے فقیہ موجود تھے جو کہ شرعی احکام کی تدریس میں مشغول ہو گئے تھے اور اس کا واضح نمونہ ابوحنیفہؒ کا مدرسہ ہے جو کہ کوفہ میں قائم ہوا۔ سیاسی اعتبار سے بنی عباس اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعض فرزند جو کہ عباسی حکومت کے فریب میں آگئے تھے، اس امید پر کہ ستمگاریوں کی حکومت ختم کی جائے اور عباسی حکومت کی تحریک کا نعرہ تھا ”رضا من آل محمد“ جو کہ علوی لوگوں پر صادق آتا تھا نہ عباسی لوگوں پر۔ ایک سیاسی فضا پیدا ہو گئی تھی جس میں یہ ماحول تھا کہ خواہ ناخواہ اس بارے میں اظہار خیال کریں۔

صحیح اسلام کی تفسیر کرنا اور شاگردوں کی تربیت کرنا اور دوسری طرف مختلف فقہی، حدیثی، کلامی، تفسیری، سیاسی اور علمی نظریات کا مقابلہ کرنا سبب بنا کہ امامؑ نے ہزاروں حدیثیں ارشاد فرمائیں۔ اور حقیقت میں اسلام کے مختلف پہلو اور گونا گوں علمی مسائل آپؑ کے ذریعے سے بیان ہوئے۔ اور آپؑ پر کسی بھی قسم کا شک و شبہ اسلام پر ایک کاری ضرب تھی۔

اس وجہ سے رسول اکرمؐ نے درست موقع پر اور وقت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے

آپ کو صادق کا لقب دیا اور یہ آپ کا لقب اتنا مشہور تھا کہ کوئی بھی اس لقب کے بارے میں شک نہیں کرتا تھا اور بہت سے فکری رہبر اپنے مختلف دینی، ثقافتی اور علمی مسائل میں آپ سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

دینی، مذہبی اور معنوی امور کے رہبروں نے ہمیشہ موقعوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ رسول خدا اور دوسرے معصوموں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ جو بھی واقعی امام معصوم ہے اس کو پہچنائیں۔ اور اس طرح واضح کر دیں کہ کسی کو بھی معصوم کے بارے میں کوئی شک و تردید نہ ہو۔ امام ہادی (نقیؑ) کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام جعفر تھا اور اس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہو گیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام متولد ہو تو اس کا نام صادق رکھنا، کیونکہ اس کے بیٹوں میں جعفر نام کا ایک فرزند ہوگا جو بغیر صلاحیتوں کے امامت کا ادعا کرے گا اور کذاب (بہت زیادہ جھوٹا) مشہور ہوگا۔ (۱)

شیخ صدوقؒ اپنی کتاب ”معانی الاخبار“ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

جعفر بن محمد کو اس لیے صادق کہا جاتا ہے، کیونکہ دوسرا جعفر جو رہبری کے لائق نہیں تھا دونوں میں پہچان ہو سکے۔ (۲)

ایک اور روایت کے مطابق ابو خالد فرماتے ہیں: امام علی بن الحسین کی خدمت میں عرض کی، آپ کے بعد امام کون ہیں؟ فرمایا: میرا بیٹا محمد امام ہے، علم و

دانش کی گہرائی تک پہنچے گا اور اس کے ابواب کو لوگوں کے لیے کھولے گا اور محمد کے بعد جعفر امام ہوگا، جن کا نام آسمان پر صادق ہے، میں نے عرض کی کہ آپ سب بھی تو صادق ہیں، تو پھر فقط ان کو کیوں صادق کہا جائے گا؟

آپ نے فرمایا: رسول خداؐ نے فرمایا: جب بھی میرا بیٹا جعفر متولد ہو تو ان کا نام صادق رکھنا، کیونکہ وہ جعفر جو ان کی پانچویں نسل سے ہے وہ خدا کی بارگاہ میں گستاخی انجام دے گا اور امامت کا جھوٹا ادعا کرے گا، پس وہ خدا کے نزدیک جعفر کذاب ہے کہ جس نے خدا کی طرف تہمت اور جھوٹ کی نسبت دی۔
ان روایات کے تناظر میں تین نکتے حاصل ہوتے ہیں:

- (۱) جیسا کہ ارشاد ہوا، یہ لقب رسول خداؐ نے آپ کے لیے انتخاب کیا تھا۔
- (۲) اہلسنت نے بھی اس بات کی طرف اپنی روایت میں اشارہ کیا ہے۔
- (۳) یہ احادیث جن سے پتا چلتا ہے کہ امام جعفرؑ کا صادق لقب کسی دلیل کی وجہ سے رکھا گیا کوئی منافات نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احادیث، تہیں اور تفسیر احادیث میں سب سے زیادہ سچے تھے، بلکہ امت اسلامی میں بے نظیر ہیں آپ کے علمی اور دینی اقوال مستدل، غیر قابل نقد، دقیق اور سچے تھے اسی لیے آپ کو صادق کا لقب ملا اور اس لیے کہ جعفر کذاب سے مشتبہ نہ ہوں آپ کو صادق لقب دیا گیا تاکہ عباسی حکومت کے برعکس جو فضیلتیں امام جعفر صادقؑ کی ہیں جعفر کذاب سے منسوب نہ کر دیں، جیسا کہ امام مہدیؑ کے نام سے سوائے استفادہ کیا گیا، جن کے لیے رسول خداؐ نے فرمایا: عدل کو پوری زمین پر پھیلانے کا اور ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا۔

(۴) جیسا کہ آگے آئے گا کہ صادق، مصدق اور امین رسول خدا کے القابات میں سے ہیں اور یہ القاب بہت اہمیت کے حامل ہیں بلکہ جو بھی رسول اکرم سے محبت کرتا ہے وہ آپ کو صادق کے نام سے بھی پکارتا ہے۔ (۱)

البار

بار لغت میں باتقویٰ انسان، سچا، خیر و برکت والا، خیر خواہ اور مہربان کے معنی میں آیا ہے لفظ ”بَر“ متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے، جیسے عبادات، حج، مہربانی کرنا، سچ بولنا، نیکی کرنا۔ (۲)

ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ (بار) سے مراد وہ شخص ہے جو ہر میدان میں خصوصی امتیازات کا مالک ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام علم و معرفت، حسب و نسب اور اپنے پاک اجداد کے لحاظ سے ایک خصوصی منزلت کے مالک تھے اور عمل کے میدان میں اس کو ثابت کر کے دکھایا۔ اسی وجہ سے آپ کا ایک لقب ”طاہر“ (۳) اور دوسرا لقب فاضل ہے (ممتاز اور فضیلت والا) (۴) امام علیہ السلام لوگوں کے ایسے خیر خواہ تھے کہ جس کا کوئی وصف بیان نہیں کی جاسکتا اور ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ نیکیاں اور خوبیاں لوگوں کے درمیان رائج ہو جائیں اور اس ہدف کو پورا کرنے میں بے حد رنج و مصائب برداشت کیے۔ حقیقت میں امام اس لقب

۱۔ المصباح المنیر، ص ۴۳۔ فرہنگ جامع نوین، ج ۱، ص ۷۸۔

۲۔ اہلسنت کے مختلف منابع میں بھی امام صادق کا مشہور ترین لقب صادق سمجھا گیا ہے۔

۳۔ موسوعہ امام صادق، ج ۱، ص ۴۱۔ بحار الانوار، ج ۷، ص ۹۔

۴۔ موسوعہ امام صادق، ج ۱، ص ۴۱۔ بحار الانوار، ج ۷، ص ۹۔

کے حق دار تھے، کیونکہ آپؐ نے اس راہ میں بہت صبر سے کام لیا اس لیے آپؐ کو صابر بھی کہا جاتا تھا۔

یہ لقب ”صادق“ ان ناموں میں سے ہے جن کے بارے میں روایت ہے کہ خدا کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (۱) اور اسی طرح حضرت امام حسینؑ (۲) اور حضرت امام رضاؑ (۳) کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت معصومہ کے زیارت نامے کے علاوہ حضرت امام علی رضاؑ (۴) کے زیارت نامے میں آپؐ کو (۵) ”صادق بازمین“ کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔ کچھ اور زیارتوں میں بھی آپؐ کو (صادق باڑ) سے خطاب کیا گیا ہے (۶)۔

الامین

لفظ امین عربی لغت کے حساب سے صفت مشبہہ ہے۔ اور قوی امانت دار کے معنی میں آیا ہے، جس پر اعتماد کیا جائے اور لوگ اس سے امان میں ہوں، یعنی اس سے کسی قسم کا ڈرنہ ہو (۷)۔ قرآن میں چار بار استعمال ہوا ہے جس میں اکثر خیر خواہ اور رسالت الہی سے مطمئن ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹ و ص ۱۶۳ و ص ۱۷۸ و ص ۱۸۱۔

۴۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۴۹ و ص ۱۸۹۔

۵۔ بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۴۰۷، مفتاح الجنان۔ صلوات برآئمہ۔

۶۔ بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۴۷، ۲۶۶۔

۷۔ بحار الانوار المصباح المنیر، ص ۲۰۔

کلی طور پر روایات میں لفظ امین ایسے شخص کا لقب رکھا گیا ہے، جو بہت اہم اور حساس دینی ذمے داری کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ روایات میں تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ لقب زیادہ تر جبریل امینؑ اور پیغمبر اکرمؐ کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور کبھی کبھی خدا کے دیگر بزرگ پیغمبروں اور سارے آئمہ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے (۱)۔

قرآن میں امین کی صفت حضرت جبرائیلؑ (۲)، جناب یوسفؑ (۳)، جناب نوحؑ (۴)، جناب ہودؑ (۵)، جناب لوطؑ (۶)، جناب شعیبؑ (۷)، جناب صالحؑ (۸) اور متقین کے لیے استعمال کی گئی ہے۔

اور آصف بن برخیا (۹) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، امام صادق علیہ السلام بزرگ ترین امانتدار الہی (۱۰) یعنی ایسی امانت جس کو پہاڑ

۱۔ المعجم المفہر س الفاظ احادیث بحار الانوار، ج ۱۷، ص ۶۲۲۔

۲۔ سورہ شعراء ۱۹۳۔

۳۔ سورہ یوسف ۵۴۔

۴۔ سورہ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۴۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۸۳۔

۵۔ سورہ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۴۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۸۳۔

۶۔ سورہ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۴۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۸۳۔

۷۔ سورہ شعراء آیات، ۱۰۷، ۱۴۵، ۱۶۲، ۱۷۸، ۱۸۳۔

۸۔ سورہ نمل ۲۷۔

۹۔ سورہ قصص ۲۸۔

۱۰۔ بحار الانوار، ج ۹۴، ص ۷۶۔

جیسی سخت شے بھی نہیں برداشت کر سکی، اسے امامؑ نے اپنے دوش پر لیا اور ہمارے سچے خیر خواہ، امانت دار امامؑ نے احسن طریقے سے اس الہی ذمے داری کو نبھایا۔ حالاں کہ ثقافتی، سیاسی اور اجتماعی حالات کافی خراب تھے۔ اس ضمن میں تمام افراد کو دین کی دعوت دی اور ان میں بالخصوص شیعوں کی رہنمائی کی، جس کی وجہ سے امامؑ کو (المستحفظ لدين الله) کا لقب ملا، یعنی خدا کے دین کی حفاظت کرنے والے۔ امامؑ نے ہرگز اجازت نہیں دی کہ گمراہ لوگ دین میں انحراف پیدا کریں اور اس راہ میں یعنی دین الہی کی حفاظت میں امامؑ کو کافی سختیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔



السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُوسَىٰ بْنَ جَعْفَرٍ الطَّاهِرِ الطُّهَرِ

اس زیارت نامے میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام پر ”طاہر و طہر“ کے الفاظ کے ساتھ جن کے معنی پاکی اور پاکیزگی کے ہیں سلام کیا گیا ہے۔ لفظ طاہر پاک اور پاک کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ اشیا جو پاک ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو معلوم ہوا کہ طاہر یعنی خود بھی پاک ہو اور مطہر یعنی دوسروں کو بھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور زیارت نامہ میں دونوں الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے (۱) وہ انسان جو ہر لحاظ سے پاک ہوں بہت زیادہ نہیں ہیں اور وہ بھی جو اپنے ماں باپ کے لحاظ سے وراثت کے لحاظ سے اعمال اور رفتار میں اپنے دامن کو دنیا کی رنگارنگ مکاریوں میں آلودہ نہ کرنے کے لحاظ سے بھی بہت کم ہیں۔ شاید یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ ان پاک لوگوں میں سے ایک انسان جو بطنِ مادر سے پاک اور پاکیزہ متولد ہوا اور اپنی زندگی کے مختلف مراحل یعنی بچپنا، نوجوانی اور بڑھاپے میں ہمیشہ پاکی ان کے ساتھ رہی امام موسیٰ بن جعفر ہیں۔ اور ان کی زیارت میں یوں لکھا ہوا ہے: (گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی رفتار، گفتار اور روش زندگی بالکل اپنے پاکیزہ اجداد کی طرح ہے..... ہر گز گمراہی کو ہدایت پر ترجیح نہیں دی اور کسی بھی وقت حق سے روگردانی نہیں کی اور باطل کی طرف رغبت نہیں کی اور ہمیشہ خیانت سے اجتناب کیا (۲)۔ جب ہم ان جملوں پر زیادہ غور و خوض کرتے ہیں۔ (۳) تو اس حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ طاہر اور مطہر جیسے الفاظ آپ کی پاکیزگی کو بیان

۱۔ المصباح الممیر، ص ۳۷۹، ۳۷۸، ۳۷۷ اور فرہنگ جامع نوین، ج ۲، ص ۳۱۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۹۴، ص ۷۶ اور مناقب الجنان، ص ۹۳۱ ۳۔ عوالم العلوم، ج ۲۱، ص ۲۱۱

کرنے سے قاصر ہیں بلکہ آپؐ کی پاکیزگی کے ایک گوشے کو بھی نمایاں نہیں کر سکتے کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپؐ عین پاکیزگی ہیں، بلکہ پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ لفظ طاہر کے ساتھ اس زیارت نامے میں طہر کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی طہر خود مصدر بھی ہے، پاکیزگی کے معنی میں اور اسم مصدر بھی ہے یعنی پاک کرنے اور پاک ہونے کا نتیجہ۔ یعنی سلام ہو تم پر اے پاک اور اے عین پاک اور سرچشمہ پاکیزگی (۱)

عربی زبان میں عادل شخص کو عادل کہا جاتا ہے، لیکن جب وہ شخص عدالت کے بلند ترین مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو اس کو عدل کہا جاتا ہے۔ حسینؑ عدل، یعنی حسینؑ خود عدالت ہے، اور اس زیارت نامے میں بھی مقصود یہی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی ذات ہی عین پاکیزگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شیعہ اور سنی مورخوں نے امامؑ کے القاب میں ایک لقب ”نفس ذکیہ“ (۲) بھی نقل کیا ہے اور بعض نے ”طیب“ (۳) اور پاکیزہ بھی القاب میں ذکر کیا ہے۔ اور جب آپؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تو ”طاہر“ کے ساتھ ”الذکی“ بھی نقل کرتے ہیں۔ اور آپؐ کو طاہر الذکی (۴) یعنی پاک اور وابستہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت کچھ اور ہے کیونکہ اس سیاہ دور میں عباسی خلفاء کی تباہیاں اور فساد عروج پر تھا، خصوصاً ہارون الرشید نے تو اسلامی معاشرے کو تاریک دور میں ڈال دیا۔ اس کے دور حکومت میں صرف ان

۱۔ المصباح المنیر، ص ۳۹ اور فرہنگ جامع نوین، ج ۲۰، ص ۷۳۱۔

۲۔ المناجبت، ج ۳ ص ۳۳۷۔ مفاتیح الجنان، زیارت حضرت موسیٰ بن جعفر ص ۹۳۱

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۳۸۔ ۴۔ بحار الانوار، ج ۹۴، ص ۷۶۔ مفاتیح الجنان، ص ۱۰۸۸۔

لوگوں کو زندہ رکھنے کا حق تھا، جو خود کو باطل کے نزدیک کریں اور جس راہ پر وہ چل رہا ہے اسی پر وہ بھی چلیں پاک رہنا، پاکیزہ جینا اور ہر عیب سے دور رہنا بہت مشکل تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ مشکل کام پاکیزگی کو پھیلانا، برائی سے لڑنا اور فساد کو اسلامی معاشرہ سے ختم کرنا تھا۔ اور یہ وہی چیز ہے جو لفظ طاہر میں پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا کہ طاہر پاک کرنے والے کے اور خود پاک رہنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اساس پاکیزگی:

اسی وجہ سے آپ کی بیٹی کے زیارت نامے میں یوں نقل ہوا ہے
سلام ہو آپ پر اے (طاہر و طہر) یعنی سلام ہو آپ پر جو پاک تھے اور سرچشمہ پاکیزگی تھے۔ پاک تھے کیونکہ ہرگز اپنی گفتار اور فکر میں اپنے آپ کو گناہ میں آلودہ نہیں کیا، خدا نے آپ کی ذات کو ہر عیب، ہر کمی اور رذائل سے منزہ خلق کیا تھا۔ اور ایسے پاک و پاکیزہ ماں، باپ کی گود میں پرورش پائے تھے کہ وہ خود بھی پاک تھے۔ پاکیزگی سے زیادہ پاک تر اور شفاف تر، کیونکہ پاکیزگی ان کے بدن، فکر سوچ، گفتار اور عمل میں حلول کر چکی تھی اسی لیے آپ کو ”زاہر“ (۱) بھی کہا جاتا تھا۔

آپ کے وجود سے پاکیزگی فروغ پاتی تھی، کیونکہ اس دور میں جب ظلمت و جہالت اور سیاہی کا سایہ پوری امت اسلامی پر پڑ رہا تھا اور کسی میں جرأت نہیں تھی کہ اس کا مقابلہ کرے اور ہارون کے اہداف کے آڑے آئے۔ امام نے ہارون کے الرشید سے سارے ظلم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اگرچہ امام کو اس کے بدلے ہارون کے زندان میں جانا پڑا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرَّضَا الْمُتَرَضِّي

آپ خاندان اہل بیت علیہم السلام میں تیسرے علی تھے اور پیغمبر خدا اور امیر المؤمنین کے فرزند تھے۔ اس دور میں جب لوگوں نے اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی مسائل میں حقیقت کو دیکھا تو ان کو محسوس ہوا کہ امام کے اہلیت علیہم السلام اصل چشم و چراغ ہیں جو اس دور میں صراط مستقیم اور خوش بختی تک پہنچا سکتے ہیں۔ لوگ بھی اموی ظلم و ستم سے پریشان ہو چکے تھے اور دوسری طرف امین اور مامون کی ویران کر دینے والی سیاست کو دیکھنے کے بعد جب امام کے انسانی اور الہی خلق و خود دیکھتے تھے تو موافق اور مخالف دونوں ہی امام کو پسند کرتے تھے اور امام سے راضی رہتے تھے۔ شاید یہی بات دلیل ہو کہ بعض دانشوروں نے لکھا ہے (۱) کہ آپ کو اسی وجہ سے ”رضا“ کہا جاتا تھا۔ یہ بات لوگوں کے درمیان اس قدر مشہور تھی کہ ہر شخص آپ کو اسی لقب سے خطاب کرتا تھا اور یہ لقب امام کے مشہور ترین القاب میں تبدیل ہو گیا۔ لغت عربی میں ”رضا“، خوشی، خوشنودی اور پسندیدہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے (۲) اور اس بارے میں کہ کیوں آپ کو رضا کے لقب سے ملقب کیا گیا، چند احتمال ہیں۔

الف: یہ لقب خدا نے آپ کو دیا تھا، کیونکہ خدا، خدا کا رسول اور دوسرے معصومین سب امام سے راضی تھے۔ اس بارے میں حضرت امام جواد یوں فرماتے ہیں (خداوند متعال نے ہمارے پدر بزرگوار کا نام رضا رکھا، کیونکہ آسمان میں خدا ان

(۱) مسند الرضا علیہ السلام، ج ۱، ص ۱۴۔ (۲) فرہنگ جامع نورین، ج ۱، ص ۵۰۸،

المصباح الحنیر، ص ۲۴۹، قاموس قرآن، ج ۳، ص ۱۰۳۔

سے راضی تھا اور زمین پر خدا کا رسولؐ اور معصومین علیہم السلام اُن سے خوش تھے (۱)۔

تو اس وقت بزنطی نے آپؐ سے سوال کیا: کیا ایسا نہیں کہ خدا، رسول خداؐ اور آئمہؑ سب ایک دوسرے کے بعد پہلے والے سے راضی تھے؟ امام جوادیؒ نے جواب میں کہا بالکل ایسا ہی ہے تو بزنطی نے پھر سوال کیا: پھر کیوں سارے آئمہؑ میں سے فقط آپؐ کے والد کو رضا کا لقب ملا؟ امامؑ نے فرمایا: کیونکہ میرے والد بزرگوار کے دشمن اور دوست سب اُن سے راضی و خوشنود تھے اسی لیے اُن کو رضا کے نام سے یاد کیا گیا (۲)

مذکورہ روایت اور شیعہ محدثوں کے علاوہ دوسری روایت کے ساتھ اہلسنت (۳) نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے اور ان سب روایات سے مندرجہ ذیل نکات حاصل کیے جاسکتے ہیں:

(۱) امام رضاؑ کے بزرگ ساتھیوں میں بزنطی نے بھی لقب رضا کو امام سے مخصوص جانا ہے۔

(۲) رضا کا لقب آسمانی ہے اور خداوند عالم کی طرف سے امامؑ کے لیے ہدیہ ہے

(۳) خداوند عالم حکیم ہے اور اس کے تمام کام حکمت اور دلیل کے ساتھ ہوتے ہیں اور یہ نام رکھنے کی دلیل یہ ہے کہ خدا، رسول خداؐ اور ان کے اوصیاء کے سب امام سے راضی تھے یہ دلیل کا ایک حصہ تھا کیونکہ دوسرے تمام معصومین بھی ایسے ہی

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۴۔

۲۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۴۔

۳۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۴۱۷۔

تھے کہ خدا، رسول خدا اور تمام معصومین ایک دوسرے سے راضی تھے لیکن دلیل کا دوسرا حصہ یہ ہے جو امام رضاؑ کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ دوست اور دشمن مخالف اور موافق سب امام سے راضی تھے اور حقیقت میں آپؑ کا چہرہ انور لوگوں کے درمیان محبوب ترین چہرہ تھا۔

(۴) جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے کہ اُس دور کے مسلمان آپؑ کے شیدائی تھے امام کے دیدار اور اُن سے حدیث سننے کے لیے شب و روز کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس بات کا واضح ثبوت امام کا وہ تاریخی استقبال ہے جو مدینہ سے مرو تک کے سفر میں ہوا (۲)۔ بعض روایات کی بنا پر یہ نام حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اپنے فرزند علی علیہ السلام کے لیے انتخاب کیا تھا۔ امام موسیٰ ہمیشہ اپنے فرزند کو رضا کے لقب سے پکارتے تھے۔ جناب عبدالعظیم حسنی سلیمان بن حفص سے نقل کرتے ہیں کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اپنے فرزند علی کا نام رضا رکھا ہے، اور اکثر فرماتے تھے کہ میرے فرزند رضا آپؑ فرمائیں، آپؑ آئیں۔ یا فرماتے تھے میرے فرزند رضا نے کچھ اس طرح مجھ سے کہا (۱) فَإِنَّهُ لَا سِوَاءَ إِمَامٍ الْهُدَىٰ وَ إِمَامُ الرَّدَىٰ وَ وَلِيَ النَّبِيِّ وَ عَدُوُّ النَّبِيِّ ہرگز رہبر ہدایت اور رہبر ضلالت برابر نہیں ہو سکتے جس طرح پیغمبر کا دوست اور اُن کا ولی اور دشمن بدخواہ برابر نہیں ہیں (۲)

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۔ کافی، ج ۱، ص ۳۱۲ و وافی، ج ۲، ص ۳۵۹۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۴۲۔ مسند الرضا علیہ السلام، ص ۱۴، شواہد النبوة، ص ۱۸۳ و مناقب اہلبیت علیہم السلام از دیدگاہ سنت ص ۲۰۲، مراۃ العقول، ج ۳، ص ۳۵۳

۲۔ نہج البلاغہ۔ نامہ ۲۔

ایک اور بیان میں رہبرِ برحق کے معیار کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں (اِنَّ اَوَّلٰى النَّاسِ بِالْاَنْبِيَاءِ اَعْلَهُمْ بِمَا حَازَ) (اِنَّ نَعْدَتَ لِحَمَتِهِ وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مِّنْ عَصَى اللّٰهِ وَاِنَّ قُرْبَتَ قَرَانَتْهُ)

امام موسیٰ کاظمؑ نے اس لیے امام کا اسم مبارک ”رضا“ رکھا کہ خداوند متعال نے آسمان میں اُن کا نام رضا رکھا تھا۔

۳) ابن اثیر نے کہا کہ ”رضا“ کا لقب آپؑ کو مامون رشید نے دیا ہے اور آپؑ کو ”ضامن آلِ محمدؐ“ کہا گیا۔ شواہد اور دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ مامون بھی حضرت امام علی رضاؑ کو ادب کے ساتھ اسی نام سے یاد کرتا تھا اور اسی طرح آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو ”یا ابا الحسن“ اور آپؑ کو ”رضا“ کہہ کر مخاطب ہوتا تھا لیکن کُلّی طور پر مامون اور اُس کی پیروی کرنے والے جانتے تھے کہ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ ایک ایسے مردِ الہی ہیں جو تہا رسول اللہؐ کی یادگار اور تمام فضیلتوں کا مظہر ہیں اور تمام رذیلہ کاموں سے پاک و پاکیزہ اور لوگوں کے درمیان عظمت و شرف کا مقام رکھتے ہیں۔ ولی عہدی نے اُن کے لیے کوئی فضیلت نہیں دی، نہ لوگوں کے درمیان ان کی محبوبیت میں اضافہ کیا۔

حقیقت میں جس طرح ابنِ جنبل نے آپؑ کے جدِ امجد حضرت امام علیؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”امیر المومنینؑ نے خلافت کو زینت و خوبصورتی عطا کی۔ اور خلافت نے مولا علیؑ کی منزلت و مقام میں کوئی تاثیر پیدا نہیں کی۔“

اسی طرح مامون کی ولی عہدی نے حضرت امام علی رضاؑ کی بزرگی، امتیاز اور عظمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا، بلکہ عہدہ ولی عہد کو امامؑ کی برکت سے چار چاند لگ گئے۔

لیکن مامون اور بہت سے درباری اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ لوگ امام رضاؑ کی ولی عہدی کی وجہ سے عزت کریں۔ یہاں تک کہ ہر ممکن کوشش کر ڈالی کہ یہ عہدہ امامؑ کی شہرت و فضیلت کا سبب بنے، مامون اور اُس کے اطرافیوں کی ان کوششوں کو ”رضا“ کے لقب کے بارے میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے (۱)۔

”رضا“ کے لقب کے سلسلے میں مامون کی تبلیغ اور پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ حضرتؑ کو یہ لقب مامون نے دیا ہے کیوں کہ مامون نے حضرتؑ کو ولی عہدی اور خلافت کے لیے منتخب کیا ہے۔

بزنطی نے اس بارے میں امامؑ جو اد سے عرض کیا۔ آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ آپ کے پدر بزرگوار کو مامون نے صرف ولی عہد اور خلیفہ منتخب کرنے پر ”رضا“ کا لقب دیا ہے۔ امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ لوگ اپنے فسق و فجور کی بنا پر ایسی باتیں زبان پر لاتے ہیں جب کہ میرے پدر بزرگوار کو ”رضا“ کا لقب خداوند متعال نے دیا۔ (۲)

بہر حال حضرت امام رضاؑ کا لقب ”رضا“ تھا کیوں کہ مامون سے پہلے امام کے والد گرامی موسیٰ بن جعفرؑ انہیں اس نام سے یاد فرماتے تھے لیکن مامون چالاکی کے ساتھ اس

بات کی کوشش کر رہا تھا کہ لوگ یقین کر لیں کہ امامؑ کو ”رضا“ کا لقب انہوں نے دیا ہے اور وہ یہ برملا کہتے تھے کہ جب میں نے اہلبیت کے درمیان تحقیق کی تو علی بن

۱۔ الفصول المهمة، ۲۶۰، ۲۶۱، نورالابصار، ۳۲۰، مناقب اہلبیت از دید گاہ اہلسنت۔ ۲۳۰

۲۔ عیون الاخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۴۱۔

الرضاؑ سے زیادہ بہتر اور فضیلت میں کسی کو نہ پایا تو میں نے انہیں اپنے ولی عہدی کے لیے چنا اور ”رضا“ کا لقب بھی انہیں عطا کیا۔ (۱)

امام جوادؑ نے مامون اور اُن کے طرف داروں کا یہ ادعا کہ امام رضاؑ کا لقب انہوں نے دیا ہے قطعی طور پر جھٹلایا ہے شیعہ منابع میں (۲) اور سنی منابع میں (۳) روایت میں ہے کہ امامؑ کی جانب سے تکذیب نے مامون کے شیطانی رازوں کو سرعام فاش کر دیا۔

۴۔ ”رضا“ کا لقب حضرت امام رضاؑ کو اس دلیل پر دیا گیا ہے کہ انہیں عرب و عجم کے مخالفین اور موافقین دل سے چاہتے تھے اور لوگ اپنے وقت کے امام سے دل و جان سے محبت کرتے تھے امام اپنے زمانے میں لوگوں کے درمیان اس قدر محبوب تھے کہ تمام مسلمانان عالم اس وقت صرف آپؑ کے ارد گرد جمع ہوتے تھے اور اپنے تمام مسائل میں آپؑ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اور مدینہ سے مرو (مشہد) تک تمام مسلمان آپؑ کا احترام کرتے تھے اور زیارت کے مشتاق رہتے تھے۔ شہادت کے بعد بھی اور آپؑ کا روضہ مبارک اس وقت سے آج تک محبین کے علاوہ بہت سے مسلمانوں کے علاوہ بہت سے مسلمانوں کی وحدت کا محور رہا ہے اور علمائے اہلسنت کی بزرگ ترین ہستیوں میں سے کافی تعداد جیسے خزیمہ، ابن حبان حاکم نیشاپوری، غزالی اور داؤد (۴) آپؑ کی زیارت کو جاتے تھے اور آپؑ کے روضہ

۱۔ الکامل فی التاريخ، ج ۱ ص ۳۲۶۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۴۹ ص ۴۲؛ مسند الرضا، جلد ۱ ص ۱۰، المیان

الشیعہ، جلد ۲۔ ۳۔ شواہد النبوة، ص ۱۸۳؛ مناقب اہلبیت از یدگاہ اہلسنت، ص ۲۰۳۔

۴۔ سیرۃ امام رضاؑ، ص ۱۲۲، ۱۲۰۔

مبارک سے معنویت اور قدسی عرفان و آگہی کے جوش مارتے چشمے کے گھونٹ پیتے تھے اور اس گلستان سے تازہ پھول چنتے تھے یہی سبب ہے کہ آپ اپنی زندگی اور شہادت کے بعد ”رضا“ تھے اور اسی طرح ہمیشہ مومنین کے دلوں کی ”رضا“ رہے گا۔

الْمُرْتَضَى

جیسا کہ پہلے تحریر ہوا کہ ”رضا“ کا لقب امام رضاؑ کے مشہور القاب میں سے ایک ہے، لیکن لوگوں نے کہا کہ کلمہ ”رضا“ کے ساتھ ”مرتضیٰ“ بھی آیا ہے۔ ”مرتضیٰ“ اسے کہا جاتا ہے، جس نے خداوند متعال کی رضایت و خوشنودی کو مکمل طور پر حاصل کیا ہو۔ خداوند متعال نے ان سے یہ چاہا ہے کہ اور رضایت کو پسند کروں اور خدا کی خوشنودی کے علاوہ کسی اور چیز کی کوشش نہیں کرتا اور اس نے خدا کی مرضی کو بطور کامل منتخب کیا ہے اس بنا پر خداوند متعال کے سامنے نہایت مطیع اور اطاعت گزار ہیں اور خدا کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کیے رہتے ہیں زمانے کے بعض دانشوروں کے لغات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کلمہ مرتضیٰ کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ جسے خدا کی مرضی حاصل ہو۔ بلکہ مرتضیٰ اسے کہتے ہیں کہ جس نے شوق و رغبت اور عشق سے خدا کی مرضی حاصل کی ہو۔

اسی لیے حضرت امام علیؑ کو مرتضیٰ کہا جاتا ہے کہ شوق و رغبت اور محبت و عاشقانہ طور پر جو خدا آپؑ سے چاہتا تھا اس میں آپؑ خوش تھے اور دستور خداوندی کے سامنے مکمل عجز و انکساری کے ساتھ سر تسلیم خم اور مطیع تھے تیسرے علیؑ پر سلام ہو امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہراؑ سب کے سب انہیں خصوصی طور پر چاہتے اور خوش تھے اور خدا بھی انہیں دوست اور ان سے خوش تھا۔ ارتضیٰ یعنی اس کی خوشنودی کو چاہا۔

بعض نے ارتضیٰ کے معنی صرف خوشنودی لکھے ہیں (۱) اس کے مطابق ارتضیٰ کے معنی یہ ہیں، وہ جو منتخب ہو گیا ہو: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَسْقُفُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ (۲) یہاں ارتضیٰ اس معنی میں ہے بعض اساتذہ ”رضا“ کے معنی خوشنودی اور مہر و محبت مانتے ہیں۔ اس نام کے رکھنے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ بہت مہربان تھے اسی لیے آپؑ کو رؤف بھی کہتے تھے درحقیقت اسم رضا کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ خداوند عالم کی رضا حاصل کرنی ہے۔



۱۔ فرہنگ جامع نوین، جلد ۱، ص ۵۰۸۔

۲۔ سورہ انبیاء، آیت ۲۸۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ النَّقِيُّ

مُحَمَّدِ سَوْم

آپ کا اسم مبارک محمدؐ ہے، جیسے ہی آپؐ نے اس جہان رنگ و بو میں اپنا مبارک قدم رکھا، آپؐ کے پذیر بزرگوار حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے فرمایا: پیدا ہونے والا یہ بچہ شیعوں کے لیے پُر برکت ہے (۱) حضرت امام محمد تقیؑ خاص حالات اور جوانی کی عمر میں شیعہ حیدر کرار کی امامت و رہبری کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اس عظیم فہم داری کو آپؑ نے انتہائی جاں فشانی اور بہترین انداز میں انجام دیے، جسے دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہتے تھے۔ امام جوادؑ ان ائمہ معصومینؑ میں سے ہیں کہ جن کو زیارت حضرت معصومہؑ میں ”تقی“ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ بہت سی زیارتوں میں ”تقی“ کا لقب دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کے لیے بھی کہا گیا ہے، اس زیارت نامے میں حضرت فاطمہ زہراؑ اور امام جواد علیہ السلام کے لیے ایک لقب آیا ہے۔ (۲) اس زیارت نامے میں ”تقی“ اور پرہیزگاری کے معنی میں آیا ہے۔ یہ لقب حضرت امام جواد علیہ السلام کے لیے خصوصی طور پر استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ محققین کے گروہ نے آپ کے لیے مشہور لقب ”جواد“ کو تسلیم کیا ہے (۳)

۱۔ کافی، ج ۱، ص ۳۲۱۔

۲۔ مفتاح الجنان، ائمہ علیہم السلام کی مختلف زیارتوں اور ائمہ علیہم السلام پر بھیجے جانے والے صلوات نمونے کے طور پر زیارت امام حسینؑ ص ۱۸۲، زیارت امام زین العابدین، امام محمد باقرؑ، امام صادقؑ ص ۱۱۷، امام رضاؑ، امام حسن العسکریؑ، امام الہادیؑ علیہم السلام۔ ۳۔ اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۳۲۔

لیکن بہت سارے محققین نے ”تقی“ کا لقب جو زیارتوں اور روایتوں کے ذریعے پہنچا ہے۔ امام جوڈ کے اس لقب کو اہم ترین القاب میں شمار کیا ہے (۱)
بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ لقب آپؑ کی زندگی میں بھی مشہور تھا۔

کلمہ تقی لغت میں پرہیزگار، اہل تقویٰ کے معنی میں آیا ہے، یعنی وہ شخص جو اپنی حفاظت خود کرے (۲)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا نام کیوں ”تقی“ رکھا گیا۔ اس بارے میں بعض مورخین نے کہا ہے کہ اس لیے یہ نام رکھا ہے کہ آپؑ باتقویٰ تھے، خداوند عالم کے دامن رحمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور کبھی بھی نفسانی خواہشات کی پیروی نہیں کی، جس کی وجہ سے آپؑ کو تقی لقب ملا (۳) اس سے قبل اشارہ ہوا کہ تقی کے معنی یہی ہیں اور ظاہر آیتوں میں لفظ تقی باقی ائمہ طاہرینؑ کے بارے میں بھی اسی معنی میں آیا ہے۔

مگر امام جوڈ کے لیے خصوصی طور پر تقی کا لقب آیا ہے۔ جو عام معنی سے کہیں بلند تر ہے۔ جیسا کہ لفظ ”وقی“ کے معنی دیکھ بال کرنا، اپنی حفاظت کرنا ہیں اور راغب اصفہانی کے مطابق اس لفظ کے معنی اپنے آپ کو ان کاموں سے، جن سے

۱۔ مناقب جلد ۱، اعلام الوری، ص ۳۳۰، دلائل امامہ ص ۲۰۹، بحار الانوار، ج ۵، ص ۱۶، مسند امام الجواد ص ۱۶، ۱۷۔

۲۔ فرہنگ جامع نورین، جلد ۲، ص ۱۷۳۰، قاموس قرآن، ص ۳۲۰، قرآن مجید میں اسی معنی کے لیے استعمال ہوا ہے، سورہ مریم آیت ۶۳۔ ۳۔ اعلام الہدایہ ج ۱، ص ۲۸۱۔

ڈرتے ہوں، بچائے رکھنا، پرہیز کرنا ہیں۔ تقی اسے کہتے ہیں جو اپنی حفاظت خود کرے اور کام کی فکر کرے۔ امام جوادؑ نے اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی ہدایت و رہبری کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس زمانے میں جب مامون نے آپؑ کے والد بزرگوار کو شہید کیا۔ اگرچہ مامون کی حکومت بحرانی سے نکل آئی تھی، اور ولی عہدی کا جو جال، بچھایا تھا اور اس کی وجہ سے کسی حد تک علویوں کو خاموش بھی کر دیا تھا، مگر یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ حکومت اب بھی علویوں، اہل بیتؑ رسولؐ اور ان کے طرفداروں کے ہاتھ میں ہے ان کی جانب سے وہ مطمئن نہیں تھا۔ اس لیے حکومت کی اس بڑی مشکل کیفیت کے حل کے لیے اس نے مکر و فریب سے کام لینا شروع کیا۔ مامون نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے امام رضا علیہ السلام کو طوس (مشہد) بلایا اور آپؑ کو اپنا ولی عہد بنایا اس کے بعد موقع پا کر حضرتؑ کو زہر سے شہید کر دیا۔ (۱) اس عیار عباسی خلیفہ نے امام رضاؑ کی شہادت کے جرم پر پردہ ڈالتے ہوئے اہل بیتؑ رسولؐ کے ساتھ منافقانہ روش کو جاری رکھا اور بدترین بغض و عناد سے کام لینا شروع کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے علویوں کے قیام کو ختم کر دیا تھا مگر علویوں کی تحریکیں جو مختلف سبز پرچم تلے سراٹھا رہی تھیں ان کو دبانے کے لیے اپنے آپ کو امام جوادؑ کے قریب کر لیا اور امامؑ کے ساتھ مستقل طور پر رابطہ برقرار رکھا اور ان تعلقات کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے بہت کوششیں کی۔ یہاں تک کہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کی شدید مخالفت کے باوجود اپنے مذموم ارادے کی تکمیل کے لیے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام جوادؑ کے عقد میں دے دیا،

اور اس تعلق کو مامون اپنے نزدیکیوں کے شور اور غوغا سے ختم نہیں کرنا چاہتا تھا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ امام جوآداس کی نظروں سے دور رہیں (۱)۔

مامون اس ازدواج کے ذریعے ایک تیر سے دو ہدف لینا چاہتا تھا:

۱: ایک یہ کہ مامون کی بیٹی ام الفضل امام جوآد کے گھر میں بہترین جاسوس رہے۔ (۲)

۲: دوسرا ہدف یہ تھا کہ مامون نے امام جوآد اور دربار سجانے والے علماء کے ساتھ علمی مناظرے برپا کیے۔ مامون اچھی طرح جانتا تھا کہ محمد بن علی علیہما السلام امام برحق اور پیغمبر اکرمؐ کے سچے وصی و جانشین ہیں اور متواتر روایات کے مطابق بہت سے مسلمان اس بات کو جانتے تھے کہ حضرت امام مہدیؑ امام جوآدؑ کی نسل سے ہوں گے۔ مامون نے اپنے مذموم ارادے کو چھپانے کے لیے درباریوں کو اس بات سے مطمئن کر دیا کہ اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام جوآد کی زوجیت میں اس لیے دیا ہے کہ وہ امام مہدیؑ کی ماں بن جائے۔ یہاں تک کہ مامون نے اپنے خاندان اور نزدیکیوں میں کھلے عام اعلان کیا کہ امام جوآد علم و فضل میں اپنے زمانے میں سب سے افضل ہیں۔

یہی وہ اسباب تھے کہ امام جوآد مامون اور ان کے بھائی معتصم کے زمانے میں ایک انتہائی مظلومانہ زندگی گزر رہے تھے۔ جس طرح مامون امام رضاؑ کے ساتھ پیش آیا تھا، معتصم نے بھی وہی سیاست امام جوآد کے ساتھ جاری رکھی۔ معتصم

۱۔ الارشاد ج ۲، ص ۲۸۴، اعلام الوری ص ۳۳۵، الوصول الجہنہ ص ۲۶۷۔

۲۔ اعلام الہدایہ، ج ۱۱، ص ۱۲۸۔

امامؑ کے ساتھ اپنے طور و طریقوں میں تبدیلی لایا، تاکہ امام کے ساتھ اس طرح پیش آئے کہ نہ اس کے باپ کا خون پامال ہو اور نہ آپؑ حکومت سازی میں کوئی کام کر سکیں اور نہ مامون کی بیٹی کے بطن سے آپؑ کا کوئی بچہ ہو۔ (۱) امامؑ نے خود کو مامون اور معتصم کے خفیہ سازشوں سے محفوظ رکھا۔ مامون اور معتصم کی بے جا عزت و تکریم اور ہر قسم کی ان کی مدد، غلط استعمال اور ان کے بڑے بڑے سیاسی جلسوں میں جانے سے آپؑ نے گریز کیا۔ اور ان کے نمائندوں کے حق میں ایسا وسیلہ نہیں بنے جو ان کے حکومت میں آنے کو شرعی طور پر درست سمجھیں۔ اسی لیے آپؑ کو ”تقی“ کہا گیا، کیونکہ آپؑ نے پیر بزرگوار کے خون ناحق کو ضائع ہونے سے بچایا اور عباسیوں کی جاسوسی سے خود کو دور رکھا کہ کوئی پاک نسل ان کی گود میں نہ چلی جائے۔ اور اسی طرح خود کو مامون اور معتصم کے شیطانی اہداف پلیدیوں اور سازشوں سے بچا کر محفوظ رکھا۔ امامؑ نے اس بارے میں قطعی طور پر مضبوط اور مستحکم طریقے سے کام کرنا شروع کیا کہ معتصم کو خطرے کا احساس ہونے لگا کہ کہیں حکومت بنی ہاشم کے ہاتھ میں نہ چلی جائے اس لیے امامؑ کو زہر کے ذریعے مسموم کر کے شہید کرنے کے علاوہ اسے کچھ نہیں سوچھا، اس ملعون نے اسی میں اپنی عافیت دیکھی، امامؑ کو بغداد بلایا اور دیکھا کہ اب امامؑ اس کے کنٹرول میں نہیں آئیں گے، حضرتؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا ”اللعنة الله على القوم الظالمين وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون“

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۸۸، مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۸۲، بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۷۹۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّقِيِّ النَّاصِحِ الْأَمِينِ

اہل بیت رسولؐ میں سے چوتھے اور آخری علیؑ

آپؑ حضرت جواد الائمہؑ کے فرزند اور اہل بیت رسولؐ میں سے چوتھے علیؑ ہیں۔ پہلے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام خدا پرستوں کے سردار جنہوں نے صبر و شکر میں مثال قائم کی نے اسلام اور حکومت اسلامی کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور اپنی پانچ سالہ حکومت اسلامی میں عقل و دانائی کی بنیادوں کو محکم کیا، معنویت کے دائرے کو وسیع کر دیا اور عدالت کو معاشرے کا حصہ کر دیا۔

اور دوسرے علیؑ جن کی مانند کوئی صابر نہیں، مصیبتوں کو خریدنے والی اس ہستی نے تشیع اور اس کے اہداف کو اس وقت بچایا جب بنی امیہ یہ گمان کر رہی تھی کہ شہادت حسین ابن علیؑ کی شہادت کے ساتھ علوی اور تشیع بھی جڑ سے ختم ہو جائیں گے۔

اس کی حفاظت فرمائی اور شیعہ معاشرے کو پھلنے پھولنے کا ماحول فراہم فرمایا۔

اور تیسرے علیؑ نے مسلمانوں کے دلوں پر اس طرح حکومت کی کہ لوگ بلا تفریق مسلک و ملت آپؑ کی زیارت کے لیے مرو (مشہد) میں گروہوں کی شکل میں ہجوم لاتے، جب مامون نے یہ حال دیکھا تو وہ آپؑ کو ولی عہد بنانے پر مجبور ہو گیا اور امام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار امام موسیٰ بن جعفرؑ کو تختیوں اور مصیبتوں کے مقابل سمجھ داری، صبر و شکر، خدا سے عشق، دین داری، تحمل اور برداشت پہلے اور دوسرے علیؑ سے ارث میں ملا تھا۔

آپ نے اسلام کو مسلمانوں میں بلکہ بہت سے غیر مسلموں میں عام کروایا۔ (۱) اور چوتھے علیؑ جو گیارہ معصومینؑ کی بے انتہا فضیلتوں کے علاوہ عقل و دانائی اور بصیرت تقویٰ، خیر خواہی امانت داری خدا پر توکل، رنج و الم اور مصیبتوں کے مقابلے میں صبر و شکر اور سختیوں کے مقابل برداشت میں وارث تھے۔ آپؑ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی سر بلندی کے لیے وقف کردی اور تشیع کے علم و آگہی کے ضامن بننے کے لیے انتہائی دانائی اور ہوشیاری سے اس کی حفاظت کی۔ اور حضرت امام مہدیؑ کی غیبت پر لوگوں کے اعتقاد میں یقین پیدا کرنے کے لیے راہ ہموار کی۔

عاصب خلفائے عباسی سب کے سب ظلم و ستم کے خوگر تھے اور دنیا دار اور عیاش تھے۔ ان کے دور میں قوالوں کی، باجا بجانے والوں، شراب خوروں، فضول اور بکواس قسم کی محفلیں سجانے والے ایک طرف (۲)۔

دوسری طرف نئے اور خوبصورت محلات کی تعمیر (۳)۔

زندگی میں عام استعمال کی چیزوں میں فضول خرچی (۴) اور غلاموں اور کنیزوں کی بھرمارتھی۔ ہارون رشید کے بعد ان چیزوں میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ (مثلاً متوکل عباسی کی ۴۰۰ کنیزیں تھیں)۔ (۵)

۱۔ کافی، جلد ۱، ص ۳۱۵، مرآۃ العقول، جلد ۳، ص ۳۵۳۔

۲۔ الکھار العریۃ، ص ۸۰، حیاۃ الخلیفہ، جلد ۳، ص ۹۱، جلد ۵، ص ۱۱۵، الاغانی، جلد ۵، ص ۵۔

۱۱۶، جلد ۵، ص ۲۶۳۔ جلد ۳۹۱، ص ۸۶، جلد ۱۳، ص ۱۵، ص ۱۷، ص ۱۸، ص ۲۰، ص ۲۲، ص ۲۴، ص ۲۶۔

۳۔ تاریخ طبری، جلد ۱، ص ۹۴۔ ۴۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۶۷۔ ۵۔ الاغانی، جلد ۹، ص ۸۸۔

امام ہادیؑ کے زمانے میں

اسلامی معاشرے کے حالات پر ایک نظر

آپ کے زمانے کا سب سے بڑا حادثہ جسے مورخین نے بھی بیان کیا ہے وہ ہارون رشید کے دو بیٹوں امین اور مامون کے درمیان ہونے والی شدید جنگ تھی اور امین کے قتل کے بعد مرکز خلافت مامون کے زمانے میں مرو (مشہد) میں منتقل ہو گیا یہ اہم تر واقعات میں ایک تھا۔ (۱)

مرکز خلافت کے بعد ادا منتقل ہونے کے بعد اسلامی معاشرہ کو کسی حد تک امن و سکون میسر آیا مامون ان امن و سکون کے لمحات بنے فائدہ اٹھاتے ہوئے مکرو فریب سے عام مسلمانوں کے افکار میں انحراف ڈال کر اصل مسئلے یعنی مقام و منزلت اہل بیتؑ سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے مذموم اہداف کے حصول کے لیے کسی نئے اقدام کرنے کی طرف گامزن ہوا۔ مامون کے مرنے کے بعد اور معتمد عباسی کی خلافت کے شروع میں ترکوں نے خلیفہ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا اور بہت سی جگہوں کو حکومت سے چھیننے کے بعد وہ بالآخر حکومت عباسی میں شامل ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں قومی اور سیاسی صف بندیوں میں نئی صف بندیوں شروع ہو گئیں۔

مامون کی خلافت کے زمانے میں ایرانیوں اور فارسی زبان بولنے والوں کی عربوں کے ساتھ سخت مخالفت شروع ہوئی، جس کی وجہ سے اہم سیاسی، سماجی اور فوجی جنگی اعتبار سے مختلف سہولیات حکومت کے ہاتھ آ گئیں۔ عرب دنیا اس نئے

پیدا ہونے والے واقعے پر سخت برہم اور ناراض تھی۔

مگر معتمد کے ساتھ حکومت میں آنے کے بعد چونکہ معتمد کی ماں ترک زبان تھیں ترکوں نے حکومت میں اپنا اثر و رسوخ اور نفوذ بڑھا دیا اور واثق عباسی کے زمانے میں حکومت کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لینے کے لیے ترکوں کی اثر و رسوخ اور کوشش مزید زیادہ ہو گئی۔

ترکوں کا اسلامی مرکز اور خلافت میں آنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے فائدے کے علاوہ کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، یہ لوگ اداروں کو خراب اور تباہ کرنے کا، رشوت عام کرنے کا اور ظلم و ستم برپا کرنے کا سبب بنے اور لوٹ مار، قتل و غارت گری اور بے رحمی کو عباسی خلافت کے لیے چھوڑا۔ (۱) ترکوں کا ظلم و ستم اتنا بڑھ گیا کہ معتمد نے اعتراف کیا کہ ترکوں کو اپنے ساتھ حکومت میں جگہ دے کر بے وقوفی کی تھی۔ (۲) ملک میں ایک تو ترکوں نے مصیبت کھڑی کی ہوئی تھی، دوسری طرف سے ایران میں بابک خرمی (ایک بادشاہ کا نام) اور علویوں نے مختلف جگہوں سے سر اٹھا کر حکومت کی اندرونی مشکلات میں اضافہ کر دیا تھا اور بیزانس (رستم پہلوان کے بھتیجے کا نام) کی حکومت کی سرکشی میں شدت آ گئی تھی بابک خرمی کی فوج نے ایران کے سرحدی علاقے پر لشکر کشی کر کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا اور مسلمان عورتوں کو اسیر کر کے لے گئے۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۷، ص ۳۳۱، ص ۳۴۱۔ ۲۔ تاریخ طبری، جلد ۱۱، ص ۹۰۸۔ تاریخ اسلامی، جلد

۳۔ الکامل فی التاريخ، جلد ۶، ص ۴۴۷، ص ۴۶۱۔

۲، ص ۱۶۰۔

ان حالات میں خلافت عباسی کے حکمران اہل بیتؑ اور ان کے پیروکاروں کی طرف سے ایسے اقدام کہاں برداشت کر سکتے تھے، ایران میں اٹھ کھڑے ہونے پر وہ سخت برہم تھے، اس پر امام جوادؑ کی معصم پر مہربانیاں اور مسلمانوں کی اعلیٰ مصلحتوں کے سلسلے میں امامؑ کی بھلائیوں اور اچھائیوں کو نظر انداز کرے اور امام جوادؑ کو زہر دے کر مسموم کر دیا۔ (۱)

اقتصادی لحاظ سے حکمرانوں، مالداروں، امیروں، وزراء اور دیگر لوگ جو خلافت کی مشینری سے وابستہ تھے، سب نے ہر طرف سے لوٹنا شروع کیا جس کی وجہ سے حکومت کے لیے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے بڑے اور اونچے اونچے مکانات اور بعض نے بڑے بڑے محل سراہانے شروع کیے۔ (۲) اور لباس کے نیچے پہننے والا موٹا کپڑا جو بہت قیمتی ہوتا ہے اس پر بے تحاشا رقم خرچ ہونے لگی۔ (۳) گھریلو آرائش و زیبائی، فرنیچر وغیرہ پر، دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانوں پر بہت زیادہ خرچ کیا جانے لگا۔ (۴)

ایک دوسرے کو دیے جانے والے تحفے تحائف اور حکومتی مراعات اس قدر ناقابل برداشت ہو گئی تھی، کہ ملک میں قانون نام کی کوئی چیز نہیں تھی اگر کوئی قانون نام کی کوئی چیز تھی وہ خلیفہ اور اس کے حواریوں کی سن مانیاں تھیں، اور ہر طرف

۱۔ لارشاؤ، جلد ۲، ص ۲۹۵، دلائل الامۃ، ص ۲۰۸، الکامل فی التاریخ، جلد ۶، ص ۴۵۵، مسند الامام الجواد، ص ۵۸۔ ۵۹۔

۲۔ تاریخ طبری، جلد ۱۱، ص ۱۰، مروج الذهب، جلد ۲، ص ۲۶۴، تاریخ الاسلامی، جلد ۲، ص ۳۳۶۔

۳۔ تاریخ الاسلام، جلد ۲، ص ۳۳۸۔

۴۔ تاریخ الاسلامی، جلد ۲، ص ۳۳۶، تاریخ طبری، جلد ۱۰، ص ۵۲، مروج الذهب، جلد ۶، ص ۴۵۹۔

لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا ان حالات کی وجہ سے بہت زیادہ مشکلات تھیں۔ (۱)
 مامون علم و آگاہی کے لحاظ سے علم دوست اور ہوشیار و عاقل دانا آدمی تھا
 ”خلق قرآن“ والے مسئلے کو اس نے اٹھایا اور اسی کو دانشوروں، محدثین اور متکلمین
 کے درمیان حق و ناحق ہونے کا معیار قرار دیا۔ مسئلہ خلق قرآن کی بہت زیادہ تبلیغ اور
 کافی اہمیت و شہرت کی وجہ سے اس نے خود کو احکام دین کے مقابلے میں دل سوز اور
 متدین فرد کی حیثیت سے ظاہر کیا اور اپنے آپ کو دینی احکام کے سرپرست کے طور
 پر پہچوایا۔ اور لوگوں کے اذہان بنیادی مسائل سے یعنی اہل بیت کے مقام و منزلت
 سے ہٹا دیا۔ (۲)

اور معتصم نے بھی اس بارے میں بھائی کی راہ پر چلتے ہوئے اس کے طریقے کو
 جاری رکھا اور مشرق و مغرب کے آثار باخصوص یورپی آثار و افکار کے طور طریقوں
 اور خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے اسلامی ممالک میں ان کے آثار و افکار کو عام
 کر دیا جس سے ڈکیتوں، بدمعاشوں، ڈاکوؤں اور لوٹ کھسوٹ کے بازار کو بہت
 زیادہ رونق ملی (۳) اور صوفیوں کے رسم و رواج، تنگ نظری اور ظلم و تشدد کرنے
 والے لوگوں کے رسم و رواج چھا گئے اور ان کا راج ہو گیا۔ (۴)

اسلامی تعلیمات پر ایک مصیبت یہ تھی مامون اور معتصم کے زمانے میں علم کلام اور
 فقہی علوم کے ماہرین جو کہ تنگ نظری کا شکار تھے کے درمیان اور حدیث میں

۱۔ الاغانی، جلد ۵، ص ۳۳۷۔ ۲۔ تاریخ طبری، جلد ۷، ص ۱۸۸، الکامل فی التاريخ، جلد ۶، ص ۴۲۳۔

۳۔ تاریخ الاسلامی، جلد ۳، ص ۳۳۲۔

۴۔ حدیث الشیعہ، ص ۶۰۳-۶۰۴، اعلام الہدیہ، جلد ۱۲، ص ۳۰، رجال کشی، ص ۵۰۷۔

شدت پسندی کا شکار علماء کے درمیان شدید اختلافات تھے معصم کے زمانے میں فائدہ کلامی اور فقہی رائے رکھنے والوں کے حق میں رہا جو یہ کہتے تھے کہ ”قرآن مخلوق پروردگار ہے“ اور متوکل کے زمانے میں یہ لوگ نقصان میں رہے اور فائدہ حدیث میں سخت موقف رکھنے والے علماء کے حق میں تھا دونوں گروہوں کے درمیان جھگڑے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنی رائے کے اثبات کے لیے احمد بن حنبل جیسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے اسلامی معاشرے کو ذلیل و حقیر اور سرگرداں کر دیا۔ (۱) امام علی بن محمد کی پاکیزہ ہستی خوبیوں اور فضیلتوں کا خصوصی سرچشمہ تھی اور گلستان امامت کے منتخب شدہ پھول اور خالص نیکیوں کے لیے برگزیدہ شمع ہدایت کے منارے بن کر (۲) ان شرائط اور خاص حالات میں مسلمانوں کی امامت و ولایت کی حقیقی ذمہ داری آپؑ نے سنبھالی۔ یہ فطری بات ہے کہ اس پر آشوب دور میں ذمہ داریوں کی انجام دہی میں جو آپؑ کو خاص کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ آپؑ کی پاکیزگی اور خلوص عمل تھا اسی وجہ سے اس زیارت نامے میں آپؑ کو ”نقی“ کے نام سے یاد کیا ہے۔ ”نقی“ کے معنی لغت میں پاک و پاکیزہ، منتخب خالص اور نیک کے ہیں۔ (۳)

امام علی نقیؑ نے ان تمام کمالات اور خدا کے عطا کردہ اوصاف کے ساتھ مسلمانوں کی مختلف گروہوں کی نجات کے لیے بہت کوششیں اور جدوجہد فرمائی، جس طریقے سے امیر المومنینؑ نے تہذیب اسلامی اور امت اسلامی کی حفاظت فرمائی اور

۱۔ الکامل فی التاريخ، ج ۶، ۵۲، ج ۷، ص ۵۶، المذاهب الاسلامیہ، مذہب حنبلی۔

۲۔ اعلام الہدیۃ، ج ۱۳، ص ۳۶، ۲۷۔

۳۔ فرہنگ جامع توہین، ج ۲، ص ۱۶۳۳۔

اسلامی معاشرہ میں نظام اور قانون سازی اور اس کے قیام کے لیے کوششیں فرمائی تھیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ امت اسلامی کے مختلف گروہوں کی خیر خواہی کے لیے آپؐ نے اقدام فرمایا۔ اس کے باوجود کہ عباسیوں کے ظلم و جور بالخصوص متوکل نے اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں کی قتل و غارت گری، حقوق کی پامالی، بے رحمی اور ظلم و ستم میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ (متوکل نے اہل بیتؑ کے حقوق پامال کرنے، ظلم و ستم اور بے رحمی اور قتل و غارت گری میں دوسروں سے زیادہ تیزی دکھائی) (۱)

حضرت امام علیؑ نے عباسیوں کی اصلاح کی غرض سے ان کی بھلائی کے لیے بھی کوششیں فرمائیں، اسی ضمن میں آپؐ نے اپنے شیعوں کی حمایت اور بہت ہی نازک حالات میں طے شدہ پروگرام کے تحت ان کی ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور عباسیوں کے اہداف کو دیکھ کر آپؐ نے مصلحت نہیں جانا کہ قیام اور تحریکیں ایک عمومی تحریک میں تبدیل ہو جائے اور اس طرح عباسی درندوں کو خون بہانے کا ایک ٹھوس ثبوت ہاتھ نہ آجائے۔ (۲)

دوسری طرف سے تمام امکانات کے ساتھ لوگوں کی ہدایت و خوش بختی اور ان کو لڑائی جھگڑوں سے دور اور بدعتوں سے پاک رکھنے کے لیے آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور صوفیوں (۳) اور غالیوں (۴) کے طور طریقوں کو مخرف کرنے والا، ٹیڑھا اور امت محمدیؑ کو بے راہ روی کی طرف لے جانے والے راستہ جانا اور خلق قرآن کو ایک ایسے فتنے کا سبب قرار دیا، جس کے سحر اور آفتوں سے خبردار ہونا چاہیے آپؐ نے

۱۔ الکافی فی التاریخ ج ۶ ص ۸۔ ۲۔ صدیقہ الشیعہ، ص ۶۰۳۔ ۱۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۵۹، ۶۱۔

۲۔ بحار الانوار ج ۵۰، ص ۶۸، مسند الامام الہادیؑ، ص ۲۵، تحت العقول، ص ۳۵۲۔

شعور دلایا اور گفت و شنید کے ذریعے متعدد بار آگاہی دیتے رہے اور جب بھی فرصت ملی آپ علمی نے حقیقی اسلام کی ترویج کے لیے استفادہ فرمایا۔ (۱)

اقتصادی لحاظ سے حضرت امام ہادیؑ اور آپ کے خاندان کے افراد قناعت کے ساتھ انتہائی صبر و شکر سے زندگی گزارتے رہے۔ متوکل اور اس کے کارندے آپ اور آپ کے خاندان کو اقتصادی محاصرے میں رکھتے اور لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے روکتے تھے جس طرح امامؑ پر سختی کرنے کے معاملے میں ان کا طریقہ کار تیز اور حیرت انگیز تھا، وہاں امام ہادیؑ کے صبر و شکر کا انداز اس سے کہیں زیادہ حیران کن تھا (۲)

مزید یہ کہ آپ نے حضرت امام مہدیؑ کی کرامات کے لیے کام کیا، آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام جوادؑ مہدویت کی سوچ اور فکر کو اپنے شیعوں کے اذہان میں ڈالنے اور اس بارے میں ماحول فراہم کرنے کے لیے کوشاں تھے بالکل اسی طرح آپ نے بھی اسلامی معاشرے کو حضرت امامؑ آخر زمان کے ظہور و غیبت کے لیے لوگوں کو تیار کرنے کی راہ میں انتہائی سعی فرمائی۔ (۳)

امام جوادؑ اپنی جانب سے اپنے وکیلوں اور نمائندوں میں سے کچھ افراد کو پوری دنیا میں بھیجنا چاہتے تھے تاکہ شیعہ حضرات اپنے کاموں کی انجام دہی کے بارے میں امامؑ کے نمائندوں اور وکیلوں سے رجوع کریں۔ یہ وکیل اور نمائندے ایسے تھے، جن کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضرات اتنے

۱۔ مقاتل الطالین، ص ۳۹۴۔ ۲۔ مقاتل الطالین، ص ۳۹۴۔

۳۔ اعلام الہدیہ، جلد ۱، ص ۱۸۸، ۱۸۹۔ ۲۔ اعلام الہدیہ، جلد ۱، ص ۱۸۸، ۱۸۹۔

سمجھ دار اور ماہر علماء ہوتے تھے کہ لوگوں کی دینی مشکلات حل فرما سکتے تھے، اور ان کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے اور یہ وہی روشنی تھی جو حضرت ولی عصرؑ کی غیبت کے زمانے میں جاری ہونا چاہیے اور مجتہدین کی صورت میں جاری ہے۔ (۱) امام ہادیؑ نے بھی دقت کے ساتھ اس طریقے کو جاری رکھا اور مزید وسعت دی اور اپنے شیعوں کو بھی اس روش پر عمل پیرا ہونے کے لیے آہستہ آہستہ آمادہ کیا تاکہ مذہبی اور دینی مشکلات کے حل کے لیے اپنے نمائندوں کو جو دانشوروں اور فقہاء پر مشتمل تھے، تیار کیا، تاکہ لوگ ان کی طرف رجوع کریں اور اپنے مسائل حل کریں۔ مزید یہ کہ آپؑ نے امام حسن العسکریؑ کے لیے ایک ایسی شائستہ زوجہ کی تلاش بھی شروع کر دی جو حضرت ولی عصرؑ اور احنافندہ کی والدہ کا مقام پاسکیں اور حضرت ولی عصرؑ کے وجود مبارک سے متعلق مسائل کے بارے میں بتا دینا چاہتے تھے کہ امن وامان کے ساتھ ان مسائل کو امر خدا وندی سمجھ کر قبول کریں اور ان مسائل کے طور طریقوں کی مکمل طور پر رعایت کرتے ہوئے حضرت سے متعلق اسرار اور خفیہ باتوں کو فاش نہ کریں۔ (۲) ایسے حالات میں امام ہادیؑ نے کمال پاکیزگی اور انتہائی خلوص کے ساتھ امت اسلامی اور شیعوں کے لیے اور دینی معارف کے لیے ایسی پاکیزگی عطا کی یہاں تک کہ عباسیوں اور ستم گروں کے لیے بھی دل سوزی، ہمدردی اور خیر خواہی کرتے تھے تاکہ وہ بھی نصیحت کو قبول کریں۔

۱۔ اعلام الہدایۃ، جلد ۱۲، ص ۱۵۵، ۱۶۳۔ کمال الدین، ص ۳۷۹، ۳۸۳، ص ۴۱۷۔ مسند الامام الہادیؑ، ص ۹۸، ۱۰۴، کافی جلد ۱، ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

بعض رايوں نے امام هاديؑ کے ناصح نام رکھنے کے بارے ميں لکھا ہے کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ: آپ تمام لوگوں سے زيادہ اپنے جد کی امت کو نصيحت فرماتے تھے اور ان کے مصلحتوں انہیں بيان کرتے تھے“ (۱)

اور لوگوں کو زمانہ غيبت (امام مہدیؑ) کے ساتھ متصل اور دين دار رہنے کی تائيد فرمائی، آپ نے ان تمام کاموں کو انتہائی راز داری اور امانت داری کے ساتھ پایہ تکميل تک پہنچایا۔

پس سلام ہو ان امام پر جو پاک و پاکيزہ، خير خواہ، دل سوز، نصيحت کرنے والے اور زمان غيبت حضرت مہدیؑ ميں محور ولايت اور دائرہ دين کی حفاظت کے لیے ماحول فراہم کرنے والے ہیں اور اسرار الہی یعنی خدا کے خفيہ رازوں کے امانت دار ہیں ان پر سلام ہو۔



الْسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا حَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ

حضرت امام حسن عسکریؑ وہ تہا معصوم ہیں کہ زیارت حضرت معصومہؑ میں آپؑ کو کسی لقب سے یاد نہیں کیا گیا ہے بلکہ آپؑ کو آپؑ کے مبارک نام سے یاد کیا گیا ہے۔ قوی احتمال یہ ہے کہ آپؑ کے لیے کوئی لقب اس لیے نہیں آیا ہے کہ آپؑ آخری امام حاضر تھے، اس لیے لقب کی ضرورت نہیں تھی جب کہ آپؑ کے القابات زمین و آسمان والوں میں عسکریؑ کے نام سے مشہور تھے۔ شیخ مفیدؒ حضرت امامؑ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:

”امام ہادیؑ کے بعد آپؑ کے فرزند ابو محمد حسن بن علیؑ امام تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ تمام فضیلتیں ایک ساتھ آپؑ میں جمع ہو گئی ہیں علم و دانش، انکساری، زہد، کمال عقل، عصمت، شجاعت، جود و کرم اور بہت زیادہ ایسے اعمال جو انسان کو خدا کے نزدیک کر دیں، اور اس قسم کی صفات جن میں ہوں، وہ امامت اور ریاست کا سبب بن جاتے ہیں اور تمام لوگوں پر خود کو مقدم کر دیتے ہیں۔ (۱)

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ معصومینؑ میں سے آخری ہستیاں بھی تمام کمالات اور فضیلتوں میں اپنے سے پہلے معصومینؑ کی وارث ہوتی ہیں، اصولی طور پر خط امام اور ولایت کی شاہراہ کی ایسے لوگ رہبری اور رہنمائی کر سکتے ہیں جو فضیلتوں، فکر و اندیشوں اور اس قسم کے بلند طریقوں کے حامل ہوں۔

لیکن ضرورتوں کے مطابق اور ہر زمانے میں رونما ہونے والے حالات کے ساتھ خصوصی طور پر سامنا کرنے کی ہمت و جرأت ہو۔ اس بارے میں امام علیؑ

بن موسیٰ الرضا سے اس طرح نقل ہوا ہے۔

”نحن اهل بیت یتوارث اصا غرنا عن اکابرنا القبة بالقبة“ ہم ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کہ ہماری نئی نسل فضیلتوں اور مناقب میں اپنے سے پہلے والوں کی طرح ہیں اور فضائل و خصوصیات میں ہم اہل بیت سب برابر ہیں کیونکہ وہ حضرات تیز دھار لوہے مثلاً نیزہ و تیر کے آخری سرے کی طرح ہیں جس میں تیزی آخری سرے تک آتی ہے۔ (۱) یہی سبب ہے آپ رسول خدا کے وحی اپنے شاگردوں کے لیے محبوب اور ان کے آنکھوں کے نور تھے۔ علم کو وضاحت سے بیان کرنے والے، سچ بولنے والے اور امانت دار، پاک و پاکیزہ، منتخب شدہ، صاف ستھرا چشمہ ہدایت، جوش تقویٰ، یہ وہ تمام صفات ہیں جو اپنے ساتھ اور بھی فضیلتیں لیے ہوئے ہیں۔ (اسی وجہ سے ممکن ہے اس زیارت نامے میں آپ کے لیے کوئی اور لقب نہیں آیا ہو کہ آپ پدر بزرگوار حضرت ولی عصر ہیں اور یہی آپ کا اہم ترین لقب ہو سکتا ہے) (۲)۔



۱۔ زندگانی چھارہ معصومین ص ۱۰۳۷

۲۔ مقالہ آخرین معصوم و حضرت معصومہ، محمد رضا غودریان۔

السَّلَامُ عَلَى الْوَصِيِّ مِنْ بَعْدِهِ

معصومینؑ میں آخری ہستی جن پر حضرت معصومہؑ کی زیارت میں سلام بھیجا جاتا ہے، حضرت ولی عصرؑ ہیں لیکن باقی معصومینؑ اور آپؑ پر سلام بھیجنے کے طریقے میں فرق ہے کیوں کہ:

(۱) دیگر معصومینؑ پر جہاں سلام بھیجا جاتا ہے وہاں ان کو مخاطب قرار دیتے ہیں اور مخاطب کے صیغے سے ان پر سلام بھیجا جاتا ہے، مگر حضرت ولی عصرؑ کے بارے میں زیارت کے لہجے میں تبدیلی آتی ہے اور غائب کے صیغے کے ذریعے سلام بھیجا جاتا ہے یعنی امام حسن عسکریؑ پر سلام بھیجنے کے بعد زیارت کا جملہ یہ ہے کہ ”سلام ہو ان کے بعد کے وصی پر۔“

(۲) زیارتوں میں صرف حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، کے علاوہ سلام بھیجتے وقت دوسرے آئمہؑ کے نام نہیں لیے گئے ہیں۔

(۳) نام کے بدلے ”وصی“ کی صفت کو استعمال کیا ہے۔

(۴) ان کے لیے یہ زیارت دعا کی مانند ہے۔

بیان شدہ نکات کے بارے میں سوالوں کے جوابات دینا ضروری ہے کہ زیارت کا لہجہ مخاطب سے غائب میں کیوں تبدیل ہوا ہے؟ اور حضرت ولی عصرؑ اور ان کے پدر بزرگوار کے اسم مبارک کیوں نہیں لائے گئے ہیں اور تمام القابات میں سے آپؑ کے لیے صرف ”وصی“ کے لقب کو کیوں منتخب کیا ہے؟

ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یقیناً خطاب کا لہجہ غیبت میں تبدیل ہونا بغیر دلیل نہیں ہے۔ احتمالاً اس کی دلیل یہ ہے کہ آپؑ پردہ غیبت میں ہیں اور دیگر آئمہؑ اور

آپ کی مبارک زندگی کے رنگ ڈھنگ اور شرائط میں فرق ہے، کیونکہ آپ کی غیبت اور آپ کی طویل عمر اور قیام حکومت اسلامی روئے زمین پر عدل و انصاف کے قیام کے ذریعے ہوگا۔ آپ کی حکومت معنویت و روحانیت کو زمین کے کونے کونے میں پہنچائے گی۔

دوسرے معصوم اماموں کے ساتھ جو صیغہ غائب استعمال ہوا ہے وہ ان کے مدت معین اور حاضر ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کسی مخصوص حکم کے تحت ہوتا ہے اور مخاطب کے صیغہ کا غائب میں تبدیل ہونا حضرت امام مہدی کی امامت کے طور و طریقوں کے مخفی ہونے اور ان کے دور میں زمانے کے تغیرات کی طرف اشارہ ہے، اور یہ تبدیلی امام مہدی اور باقی آئمہ کے درمیان جو فرق ہے یہ اس کی بہت گہری اور لطیف و دقیق تعبیر ہے۔

امام عصرؑ زندہ ہیں اور زمین پر رہنے والوں اور آسمان میں رہنے والوں پر حجت خدا ہیں۔ آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کے اسمائے مبارک ظاہر نہ آنے کی وجہ اسی نکتے میں پوشیدہ ہے۔ حقیقت میں اچانک جو زیارت کے لہجے میں تبدیلی آئی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ زندہ و سلامت ہیں اس بنا پر آپ کو امام حسن عسکریؑ کے وصی کے طور پر پہنچوایا، یہ پدر بزرگوار کی وصیتوں اور بھاری وصائف کے انجام اور تکمیل کی طرف اشارہ ہے۔

یہ نکتہ بعض دعاؤں میں جیسے قرآنی دعا جو قرآن سر پر اٹھا کر پڑھی جاتی ہے اور جس میں امام زمانؑ کو ”حجۃ“ کے نام سے تعبیر کیا ہے اور آپ کا نام نہیں آیا ہے اور دعائے توسل میں نام کی جگہ خصوصی طور پر ”خلف صالح“، یعنی شائستہ ترین جانشین

امام حسن عسکریؑ کہہ کر یاد کیا ہے، یہ بات اس عظیم اور اہم موضوع کی وضاحت کرتی ہے کہ آپؑ غیبت کے زمانے میں روئے زمین پر حجت خدا ہیں۔ اور خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں اور مومنین کو یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ آپؑ امام معصوم اور حجت خدا ہیں۔ اور پیغمبر اکرمؐ کی جو ذمے داریاں تھیں وہ تمام آپؑ کے دوش مبارک پر ہیں، اور جس طرح رسول خداؐ خاتم الانبیاءؑ تھے، آپؑ خاتم الاوصیاءؑ ہیں، اور جس طرح رسول خاتم کو اسلام کی تعلیمات پہنچانے کے لیے خدا نے رسول بنا کر بھیجا اور اسلام کی توسیع و ترویج کے لیے معبود ہوئے، اسی طرح آپؑ خدا کی جانب سے بقائے اسلام کے ضامن ہیں۔ خداوند متعال کی جانب سے بقائے اسلام کی ضمانت کے ساتھ آپؑ کی ذمے داری ہے کہ دین آسمانی کی حرمت کا بھی پاس رکھیں اور مناسب فرصت میں ظلم و ستم کا خاتمہ کر کے اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور اس کی جگہ پر عدالت کا قیام عمل میں لائیں اور تمام دنیا میں اس عدالت اسلامی کو وسعت دیکر پھیلا نا آپؑ کی اہم ذمے داریوں میں سے ہیں۔ (۱)

اس بنا پر آپؑ کے حق میں دعا کرنی چاہیے اور خداوند متعال سے آپؑ کے ظہور میں تعجیل کے لیے ضرور دعا کرنی چاہیے۔ لہذا اس سلام کا حضرت معصومہؑ کی زیارت میں جاری ہونا آپؑ کے لیے دعا شمار ہوگا۔

۱۔ ممکن ہے آپؑ کے نام نہ آنے کی وجہ تقدیر ہو اس وجہ سے کہ شیعوں کو آپؑ کا اصل نام لینے سے منع کر دیا شاید یہی دلیل ہو۔

حضرت امام مہدیؑ کے لیے دعا

حضرت امام مہدیؑ کے لیے دعا کرنے میں بہت فائدے ہیں۔ حقیقت میں یہ آپؑ سے محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے اور امام عصرؑ کی توحیح یعنی وہ خط جو آپؑ نے اپنے دست مبارک سے تحریر کیا ہو اور اس پر دستخط فرمایا ہو، اس میں اس طرح نقل ہوا ہے: **وَ اكْثِرُوا الدَّعَاءَ تَتَحِيلُ الْفَرْجُ فَإِنَّ ذَالِكَ فَرْجُكُمْ** ”جلدی ظہور ہونے کے لیے خدا سے بہت دعا کریں“ (۱) مرزا محمد تقی موسوی اصفہانی کی کتاب فوائد دعا میں ہے جس کا عنوان ”مکیال المکارم فی فوائد الدعاء للقائم“ ہے۔ یہ زیارت ہمیں بتاتی ہے کہ حضرتؑ کے بارے کس طرح دعا کرنی ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نُورِكَ وَسِرِّ اجْك...

قرآن مجید اور روایات میں خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ پر صلوٰۃ بھیجنے کی بڑی تاکید ہوئی ہے اور اسی طرح خاتم الاوصیاء پر بھی ان کے جد بزرگوار کی طرح صلوٰۃ بھیجنی چاہیے صلوٰۃ کے معنی خداوند متعال سے کسی کے لیے رحمت کی درخواست ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ** ----- **تَسْلِمًا**، خدا اور فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خدا سے ان کے لیے درجات کی بلندی اور نعمت و رحمت میں اضافے کے لیے دعا کرو اور ان پر خصوصی سلام کرو جس طرح سلام کرنے کا حق ہے (۲) آیت کی تفسیر کے بارے میں کچھ روایتیں صلوٰۃ کی فضیلت کے بارے میں نقل ہوئی ہیں کہ ”سلام“ کے معنی وہی ہیں جو لوگوں کے درمیان رائج

ہیں۔ مگر ”صلوٰۃ“ آنحضرتؐ پر دُرود بھیجنے کے معنی خداوند متعال سے ان کے لیے طلبِ رحمت کرنا ہے۔ (۳)

یہاں پر تمام پیغمبروں سے الگ پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کی آلؑ پر دُرود بھیجنے کے بارے میں آیا ہے ”خداوند متعال ہمیشہ ان پر رحمت اور دُرود بھیجتا ہے“ یہ سلام و درود خداوند متعال اور لوگوں کی جانب سے آپؐ اور آپؐ کے آلؑ پر۔ متعدد روایات بلکہ رسول خداؐ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں استفادہ ہوتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”جب آلِ ابراہیمؑ پر درود بھیجو تو مجھ پر بھی درود بھیجو، اور اس طرح کہو“ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ“ (۱)۔

خدا جب درود بھیجتا ہے تو اس دور میں حضرت ولی عصرؑ اور احفادِ بھی بغیر کسی تردد کے شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ ان افراد میں سے ہیں جو آلؑ کے پر سچے مظہر گواہ اور دلیل ہیں۔ بلکہ کامل ترین اور روشن و واضح ترین سچے دلائل میں سے ایک محکم دلیل ہیں۔ زیارتِ معصومہؑ میں زائرِ خدا سے درخواست کرتا ہے کہ امام مہدیؑ پر بھی سلام و دُرود بھیجے۔ صلوٰۃ کے بارے میں پہلے بیان ہوا کہ صلوٰۃ یعنی خداوند متعال سے یہ چاہنا ہے کہ ہمیشہ اور مسلسل آنحضرتؐ پر رحمت اور درود نازل فرماتے رہیں۔

۱۔ تفسیر کنز الدقائق، جلد ۸، ص ۲۱۹، تفسیر نمونہ ج ۱، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، قاموس قرآن، ج ۶، ص ۱۳۸

۲۔ در المنثور میں سورہ احزاب کی آیت ۵۶ کی ذیل میں آیا ہے، المیزان، جلد ۱۶، ص ۳۳۸، تفسیر نمونہ جلد ۱، ص ۴۱۹۔

اس زیارت نامے میں حضرت ولی عصرؑ پر درود بھیجنے کی علت و دلیل کا بیان ہوا ہے ”خدا یا تو ان پر درود بھیج کیوں کہ وہ نور ہیں اور ہدایت کے راستے پر چلنے والوں کے لیے روشنی ہیں تمام مخلوقات اور لوگوں پر تیرے ولی، وصی اور حجت ہیں۔ گزرے ہوئے لوگوں کا قول ہے کہ: کسی وصف پر حکم نافذ ہونا اس بات کا شعور دلاتا ہے کہ حکم اسی وصف کی وجہ سے آیا ہے“ یہاں پر ایک نکتے کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ جب زائر زیارت کے اس مرحلے میں اپنے آپ کو خداوند متعال کے بالکل قریب و نزدیک محسوس کرتا ہے تو خداوند متعال سے حضرت ولی عصرؑ کے قریب تر ہونے کے لیے مزید دعا کرتا ہے۔ امام عصرؑ پر درود بھیجنے کی مناسبت سے اس زیارت نامے میں ان اوصاف سے پانچ وصف ذکر ہوئے ہیں۔

۱۔ نُورِ خُدا

روشنی کے معنی میں آیا ہے جو ظلمت و تاریکی کے مد مقابل استعمال ہوتا ہے راغب اصفہانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: نور سے مراد وہ روشنی ہے جس میں روشنی کا دامن بہت وسیع ہوتا ہے۔ یعنی وہ روشنی جو بہ یک وقت بہت سارے علاقوں میں اجالا کرتی ہو اور لوگوں کو دیکھنے میں سہولت فراہم کرتی ہو، اُسے نور کہا جاتا ہے۔ بعض لغت کے محققین نے اس حوالے سے یوں تحریر کیا ہے کہ نور وہ ہے جو پوشیدہ چیزوں کو آشکار کرتا ہے اور یہ معروف ہے کہ نور وہ ہے جو آشکار ہو اور آشکار کرنے والا ہو ”الظَّاهِرُ فِي نَفْسِهِ الْمُظْهَرُ لغيره“ اور نور مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے، کبھی مادی اعتبار سے جیسے سورج کی روشنی، اور کبھی معنوی اعتبار سے جیسے نورِ رسول خداؐ اور نورِ قرآن۔ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر ان دونوں نور کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں تورات حامل نور ہے ”إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ“ (۱) قرآن مجید نور ہے بقولہ تعالیٰ ”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا“ (۲) خداوند متعال لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف ہدایت کرتا ہے بقولہ تعالیٰ ”اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ“ (۳) خدا آسمان اور زمینوں کا نور ہے بقولہ سبحانہ ”اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (۴) جسے چاہے اپنے نور کی جانب ہدایت کرتا ہے۔ بقولہ سُبحانہ ”يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ“ (۵) قیامت کے دن زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ ”وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا“ (۵)

خلاصہ کلام یہ تمام معنوی اور مادی انوار کا سرچشمہ نور خدا ہے۔ صرف وہی ذات ہے جو مومنین پر نور نازل کرتا ہے۔ اور ایک نور کو اُن کے درمیان قرار دیتا ہے اور اُن کے دلوں کو روشن کرتا ہے۔ بدکردار اور شنگر لوگ نور خدا کو کبھی بُجھا نہیں سکتے ہیں۔ بقولہ تعالیٰ (يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ الْآلَانَ يُمْمَهُ نُورُهُمْ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ) (۶) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے مُنہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے اگرچہ کفار بُرا مانا کریں۔ بعض آیات کی تفسیر میں روایات کچھ اس طرح سے

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۴۔ ۲۔ سورہ نساء، آیت ۴۷۔

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۷۔ ۴۔ سورہ نور، آیت ۳۵۔

۵۔ سورہ نور، آیت ۳۵۔

۶۔ سورہ زمر، آیت ۶۹۔

ذکر ہوئی ہیں: نور خدا کی روشنی پوری کائنات میں پھیلے گی۔ اور ظلم و تشدد کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گی۔ کائنات پر عدل و انصاف قائم کرنے کے ماحول کو فراہم کرے گی۔ اُس عظیم ہستی سے مراد حضرت حُجّت ابن الحسن علیہما السلام ہیں۔ اس آیت کی ذیل میں آیا ہے کہ بقولہ سبحانہ ”وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا“ (۱)

یعنی کائنات نورِ مام اور حُجّت خدا سے روشن ہے۔ آپ خدا کے وہ نور ہیں جو روشنیاں طلوع ہونے کی جگہ، آفاقی نور، ہدایت کو فروغ دینے والے، کائنات کو منور کرنے والے، عقل و خرد کی مشعل، سورج کا سرچشمہ ہیں کہ جس کے علم و دانش سے متوسل ہو کر انسان وادی نور میں قدم رکھ سکتا ہے اور کوہ طور کی بلندی پر فائز ہو سکتا ہے۔ ظلمت و تاریکی سے خوفزدہ نہ ہو جائیں بلکہ عزت و شوکت کے ہمراہ حق اور مقصود کی طرف قدم بڑھائیں۔ تاکہ خداوند متعال اُن پر اپنی رحمت و نعمت کے بے انتہا سلسلے کو نازل کر سکے۔

۲. وَسِرَاجٌ

عربی لغت میں سراج چراغ کو کہا جاتا ہے ایک ایسا چراغ جو روشنی کو پھیلانے والا ہے جو لوگوں کو تاریکی سے نجات دے کر اُن کے اطراف کو منور کر دیتا ہے۔ اس لیے ہر روشنی دینے والی چیز کو سراج سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ چار مرتبہ ذکر ہوا ہے، تین بار سورج کے لیے اور ایک بار رسول خدا کو سراجِ مُنیر سے تعبیر کیا ہے۔ موجودہ دور کے چند محققین نے سراج کو اُس چیز کے معنی

میں لیا ہے جو دلفریب اور آرائش وزینت کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی بنا پر عرب کے لوگ گھوڑے کی لگام کو سراج کہتے ہیں کیونکہ اس سے خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے سراج کو سراج اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ منظومہ سٹشی اور اپنے اطراف کو چشم نوازی سے دیکھتا ہے۔ اور چراغ کو اس لیے سراج کہا جاتا ہے کہ جس سے مکان کی آرائش وزینت اور شان و شوکت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں رسول خدا کو سراج منیر یعنی روشن چراغ کہا گیا ہے اگر چراغ سے مرنور پھیلانا ہوتا تو پھر منیر کی صفت لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت امام مہدیؑ بھی اپنے جد کی مانند ہیں جیسا کہ رسول خداؐ نے ظلم و طاغوت کے خلاف اسلام کی آواز بلند کی۔ جب حضرت حجت علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو رسول خداؐ کے پرچم کو ہاتھوں میں لیے ہوئے رسول خداؐ کی زرہ کو زیب تن کیے ہوئے اور علامہ رسول خداؐ سر پر سجائے ہوئے اور رسول خداؐ کی تلوار کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہوں گے۔

جنگ بدر میں اصحاب رسولؐ کی تعداد کے برابر آپؐ کے بھی تین سو تیرہ اصحاب و انصار ہوں گے۔ جو پروانوں کی مانند شیخ امامت کے گرد طواف کر رہے ہوں گے۔ وہ لوگ زمانے کے حاکم اور زمین کے وارث ہیں۔ آپؐ ایسا چراغ ہیں، جس کی روشنی تابناک، دلفریب، زمان و مکان، انسان اور تاریخ کے لیے باعث زینت ہے۔ خدا کے نام سے خدا کی یاد سے اور خدا کے لیے پوری کائنات کو عدل و انصاف، دلیل و حجت اور ایمان کے سرمائے سے مالا مال کر دیں گے۔ پس آپؐ بھی روشنی پھیلانے والے سراج منیر ہیں۔ ایک ایسا چراغ ہیں، جس کی روشنی میں اتنی وسعت ہے کہ سوائے ایک روشنی کے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ اور وہ نور الہی

ہے۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں آپؑ کو نور اور سراج سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان دونوں کلمات انتہائی لطافت اور ظرافت کے ہمراہ خدا کی طرف نسبت دی گئی ہے اور وہ بھی خطاب کی حالت میں، یعنی بندہ خود کو خدا سے قریب جا کر اس سے التجا کرتا ہے کہ وہ اپنی نور اور سراج پر رحمتوں کو نازل کر دے۔ تاکہ وہ قیام کرتے ہوئے عدل و انصاف کے فروغ کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔ اسی بنا پر آپؑ نور اور سراج ہیں۔ لیکن نور اور سراج خدا کی طرف سے ہیں۔ بنا بریں اس کا نور بے انتہا اور لامحدود ہے۔ ”اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ (۱) تمام انوار کا سرچشمہ نور الہی ہے بنا بریں یہ نور اتنا صاف اور شفاف ہے، جو اپنے اطراف کو روشن کرتا ہے۔ اگر نور کا سرچشمہ نور افشانی کرنے لگے تو یہ اس سمندر کی مانند ہوگا، جو تہہ در تہہ ظلمت کے ساحل سے ٹکراتا ہے اور قرآن مجید کی تعبیر میں نور علی نور کا عملی مصداق بن جاتا ہے۔

۳. وَوَلِيَّ وَلِيَّكَ

ولی کے معنی عربی زبان میں سرپرست، مدبر، دوست، مدد کرنے والے کے ہیں اور وہ جو کسی کے ساتھ اتنا نزدیک ہو کہ ان دونوں کے درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ اسی لیے ولی کہا جاتا ہے کہ وہ اور اس کے کام میں یا کسی کے درمیان کوئی بھی فاصلہ نہ ہو۔

مدیر بطور مستقیم اس کے حوالے سے سوچتا ہے اور اس میں تصرف کرتا ہے۔ حضرت ولی عصرؑ خدا کے ولی ہیں اس معنی میں کہ ان کے اور خدا کے درمیان کوئی

واسطہ موجود نہیں ہے اور وہ خدا کی اجازت سے پوری کائنات اور مخلوقات پر ولایت رکھتے ہیں۔ جمعۃ المبارک کے دن ہم آپؐ کی زیارت نامے میں پڑھتے ہیں ”السلام علیک ایہا الولی الناصح“ آپؐ پر سلام ہواے ولی خدا جو خیر خواہ ہیں۔ ”ولا تأخذ من دونک ولیاً“ میں آپؐ کے علاوہ کسی کو سرپرست منتخب نہیں کرتا ہوں۔ یعنی صرف آپؐ مکمل طور پر میرے حوالے سے صاحب اختیار ہیں اور میرے حوالے سے ہر قسم کے تصرف، سرپرستی اور ولایت کا حق رکھتے ہیں۔ آپؐ کی ولایت نہ صرف انسانوں پر ہے۔ بلکہ مختلف روایات کی رو سے رسول خداؐ اور ائمہ معصومینؑ، مومنین پر ولایت رکھتے ہیں۔ ان کی ولایت دین کی بنیاد اور ستون ہے۔

۴. وَوَصَّی وَصِیْکَ

اس سے قبل بھی وصی کے معنی اور وصی پیغمبرؐ کے متعلق وضاحت کی ہے، جیسا کہ ذکر ہوا کہ انبیاءؑ کے جانشین تھے۔ اور امیر المومنینؑ رسول خداؐ کے جانشین اور سید الوصیین ہیں۔ مذہب شیعہ کے عقیدے کی رو سے جانشین رسولؐ کی تعداد بارہ ہے اور سب کے سب معصوم ہیں۔ ان کے شروع میں امیر المومنینؑ اور آخری ہستی امام مہدیؑ ہیں۔ اس حوالے سے رسول خداؐ کی روایت ہے معراج کی رات بارہ انوار کو دیکھا سبز عبارت میں میرے ہر جانشین کا نام تحریر تھا اور ان کے اولین فرد علی بن ابی طالب علیہما السلام اور آخری مہدی علیہ السلام ہیں۔ اس رات قدرت کی طرف سے آواز آئی ”اے محمدؐ یہ سب تمہارے جانشین ہیں“ میری عزت و جلال کی قسم ان میں سے آخری فرد کے ذریعے میں کائنات کو اپنے دشمنوں سے پاک

وصاف کروں گا۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں حضرت امام مہدیؑ کی وصایت کا تذکرہ ہے آپؑ کو وصی کا وصی کہا گیا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپؑ خاتم الاوصیاء ہیں، جیسا کہ رسول خداؐ خاتم الانبیاءؑ ہیں۔ آپ کا نام اور کنیت رسول خداؐ کی طرح ہے۔ جیسا کہ رسول خداؐ کی ذمہ داری تھی کہ انبیاءؑ کے مقاصد کو لوگوں تک پہنچاتے رہیں اسی طرح آپؑ کی بھی ذمہ داری ہے کہ اوصیاءؑ کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ اسی زیارت میں آپؑ کو وصی الوصی کہا گیا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جانشین رسول خداؐ کا انتخاب بھی خدا ہی کی طرف سے ہے۔ نیز نام اور دیگر علاقوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے ذریعے لوگوں پر واضح کر دیا جائے۔ چوں کہ جانشین کا انتخاب بھی خدا ہی کی طرف سے ہے، اسی لیے آپؑ کو وصی الوصی کہا گیا ہے۔

۵۔ وَحُجَّتِكَ عَلَى خَلْقِكَ

روئے زمین پر اللہ کی حجت

متعدد روایات اور عقل کی رو سے خالق اور مخلوق کے درمیان واسطے موجود ہیں۔ متعدد روایات کی بنا پر حجت خدا کائنات میں موجود ہیں اور کبھی ایسا ممکن ہی نہیں کہ مخلوقات ہوں اور حجت خدا ان کے درمیان موجود نہ ہو۔ شیعہ عقائد کی رو سے یہ بات عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت امام حسن العسکریؑ کے بعد امام مہدیؑ حجت خدا ہیں۔ خدا کے مقرب بندوں کا محور آپؑ ہیں۔ اس زیارت نامے میں آپؑ ”وَحُجَّتِكَ عَلَى خَلْقِكَ“ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی تمام مخلوقات پر آپؑ حجت خدا ہیں۔ اس بارے میں روایت میں آیا ہے کہ ”الْحُجَّةُ قَبْلَ الْخَلْقِ وَمَعَ الْخَلْقِ وَبَعْدَ الْخَلْقِ“ آپؑ خدا کی جانب سے حجت

ہیں مخلوقات سے پہلے مخلوقات کے ہمراہ، اور مخلوقات کے بعد۔ تمام معصومین کو لقبِ حجت سے پکارا گیا ہے، لیکن حضرت امام مہدیؑ کے لیے یہ لقب زیادہ مشہور ہے۔ حجت کے معنی نفی میں دلیل و برہان کے ہیں، جس کے ذریعے حریف یا مقابل کو قانع کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ سات بار قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے۔ انبیاءِ عظامؑ اور اوصیاء کا اس لیے حجت نام رکھا ہے کہ پروردگار عالم ان ہستیوں کے وسیلے سے بندوں پر اپنی حجت تمام کرنا چاہتا ہے۔ صراطِ مستقیم سے بندوں کے انحراف کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس حوالے سے بھی ہے کہ یہ ہستیاں وجود خدا کی دلیل اور لوگوں کے لیے ان کے قول و فعل ہے، اسی لیے یہ لوگ حجت ہیں ”رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا“ (۱) اس آیت سے یہ استفادہ ہوتا ہے حجت یعنی لوگوں کے لیے دلیل ہیں۔ خداوند عالم نے انبیاء کو بھیجا تا کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے ماحول فراہم کریں۔ تاکہ لوگ صراطِ مستقیم اور کمالِ انسانیت کی طرف رخ کریں اور اپنے اختیار اور آگاہی سے حق کے راستے میں قدم اٹھائیں اور مرنے کے بعد حساب کے وقت یہ لوگ بہانہ بازی نہ کر سکیں۔ اب ان کی معذرت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس سلسلے میں فرمایا: خداوند عالم نے رہبرانِ الہی کے ذریعے اپنے دین کو آشکار کیا اور اپنے روشن راستے کو نمایاں کیا اور اپنے پوشیدہ سرچشمہٴ علوم کو ظاہر کیا۔ جو بھی مسلمان امام کی طرف سے اپنی ذمہ داری کو نبھاتا ہے وہ ایمان کی

شیرنی چکھ لیتا ہے۔ اور اسلام کی شان و شوکت کو دیکھ لیتا ہے۔ کیوں کہ خداوند عالم نے امام کو لوگوں کے لیے راستہ پانے کی علامت کے طور پر نصب فرمایا ہے اور انہیں کائنات کے لوگوں پر حجت و دلیل قرار دیا ہے۔ خدا نے ان کے جسم پر شان اور وقار کے لباس کو پہنایا ہے۔ انہیں اپنے انوار کی تجلیات میں محو کر دیا ہے۔ آسمان کے ساتھ امام ہے، اور کوئی بھی چیز ان کی دسترس سے دور نہیں ہے۔ خدا کی جانب سے کوئی بھی چیز بندوں تک نہیں پہنچتی ہے مگر امام وقت کے وسیلے سے ہی پہنچتی ہے۔ اور بندوں کے اعمال قبول نہیں ہوتے ہیں مگر ان کی معرفت کے ساتھ۔ پس خداوند عالم نے انہیں یکے بعد دیگرے حسین ابن علی علیہما السلام کے فرزندانوں میں سے چن لیا ہے۔ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کی نسل سے کسی اور کو منتخب کر لیا جاتا ہے جو کائنات کے لیے حجت ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو لوگوں کو حقیقت کی طرف ہدایت کرتی ہیں۔ خدا نے انہیں اپنے بندوں پر حجت قرار دیا ہے۔ حسب ترتیب حضرت ولی عصرؑ کائنات میں خدا کی حجت ہیں۔ زمانے میں حجت کا لقب ایک ایسا لباس ہے جو صرف آپؑ کے جسم مبارک پر ہی بٹتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی بھی اس لباس کا متحمل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ صرف آپؑ کی ذات ہے جو پردہ غیب میں بیٹھ کر اپنے طاقتور ہاتھوں اور فکر و اندیشے کے ذریعے خدا سے متصل ہو کر خدا کی اجازت سے لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت فرما رہے ہیں۔



اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اس زیارت نامے میں معنوی اور منطقی لحاظ سے خاص کر ایسے علوم کو شامل بحث کیا گیا ہے، جن سے اگلوں کے احوال معلوم کیے جاسکیں۔ یہاں تک کہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں پر، امیر المومنینؑ پر، فاطمہ زہراؑ پر اور دیگر معصومینؑ پر سلام بھیجے گئے ہیں اور باادب اور عجز و انکساری سے سلام بھیجنے کا یہ طریقہ اور محبت و عقیدت کا اظہار حضرت فاطمہ معصومہؑ پر سلام بھیجنے کے لیے مقدمہ ہے۔ البتہ اس قسم مقدمات نہیں، جن کی اہمیت نہ ہو، بلکہ یہ ان مقدمات میں سے ہیں کہ جو بہت وزنی اور قیمتی اور اعلیٰ ترین ہیں، کیوں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاءؑ اور خاتم الاوصیاءؑ اور دیگر معصومینؑ پر سلام کرنا بہت فائدہ مند ہے۔

یہاں تک کہ اظہار محبت اور عقیدت کے لیے یہ خود مقدمہ ہے۔ حقیقت میں یہ ادب، عجز و انکساری، انبیاء اور معصومینؑ کے حق کی ادائیگی اور ان کے لیے دعا ہے۔ انبیاء اور اوصیاءؑ پر سلام بھیجنے کے بعد حضرت معصومہؑ پر سلام بھیجنے کی باری آتی ہے۔ اس زیارت نامے میں حضرت معصومہؑ پر سلام بھیجنے کا طریقہ اس طرح ہے:

اے دختر رسول اللہؐ آپؑ پر سلام ہو، اے دختر امیر المومنینؑ آپؑ پر سلام ہو، اے دختر حسن و حسین علیہما السلام، اے ولی خدا کی دختر آپؑ پر سلام ہو، اے ولی خدا کی خواہر آپؑ پر سلام ہو، اے ولی خدا کی عمہ (پھوپھی) آپؑ پر سلام ہو۔ اے دختر موسیٰ بن جعفر علیہما السلام آپؑ پر سلام ہو، اور رحمت و برکت خداوند متعال آپؑ پر ہو۔ یہ سب چیزیں حضرت معصومہؑ کے نور کو پہنچوانے کے لیے ہیں کہ آپؑ پیغمبر خاتم امیر المومنینؑ، فاطمہ و خدیجہ، حسن و حسین علیہم السلام کی بیٹی ہیں، ولی خدا کی بہن اور

عمہ (پھوپھی) ہیں اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی دختر نیک اختر ہیں۔ اس سے قبل حضرت معصومہؑ کی فضیلت کے باب میں تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ آپؑ کی پاکیزگی، فضیلتوں اور کرامتوں میں سے بعض فضائل دلیل کے طور پر آپؑ کو اپنے ماں باپ اور اجداد طاہرین کی جانب سے ورثے میں ملے ہیں۔ آپؑ پر بھیجے جانے والا سلام و درود اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حضرت فاطمہ معصومہؑ ایسے مکتب کی تربیت یافتہ فرد ہیں جو مکتب حضرت فاطمہ و خدیجہ، امیر المؤمنین اور پیغمبر خاتم صلوات اللہ علیہم اجمعین پر جا کر ختم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے آپؑ کی فضیلتوں اور مناقب سے کامل پاکیزگی کے لیے ماحول فراہم ہوتا ہے۔

مگر ولی خدا کی خواہر اور عمہ (پھوپھی) ہونے کا مسئلہ بھیجے جانے والے سلام میں بلند اور ارفع و اعلیٰ کے معنوں کا حامل ہے، جن کا یہاں ان کلمات میں تذکرہ ضروری ہے۔ درود، رحمت اور اللہ کی تمام نعمتیں آپؑ پر نازل ہوں، اے دختر رسول خداؐ تمام مومنین کی طرف سے بھی آپؑ پر درود و سلام ہو۔ حضرت معصومہؑ پر اس طرح سلام بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ آپؑ دختر رسول اللہؐ ہیں اور آپؑ کی روش، اخلاق، گفتار و رفتار و کردار مثل رسول اللہؐ کے ہے۔ پیغمبر اکرمؐ سارے جہاں میں توحید الہی کے پیغام کو پہنچانے والے ہیں، حضرت معصومہؑ بھی اپنے جدا مجد رسول اللہؐ کی طرح پاک طینت اور پاک و پاکیزہ ہستیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح آپؑ نے بھی توحید الہی کے پیغام کو پھیلانے اور عدل الہی کے قیام کے لیے مسلسل جد و جہد کی اور اس الہی پیغام کو پھیلاتی ہوئی قم مقدسہ کی سرزمین پر تشریف لائیں۔ جیسے اس جہاں میں مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کی قبر مطہر مرکز خلافت ہے

اسی طرح آج آپؐ کی قبر مطہر بھی دنیا والوں کے لیے ہمیشہ رہنے والی اور اسلامی مقدس مقامات میں سے ایک عظیم مقام میں تبدیل ہو گئی ہے، عاشقان اہل بیتؑ اور علوم آل محمدؑ کے تشنگان اس مرکز توحید و ولایت پر ہر طرف سے جمع ہو کر اپنی تشنگی اور پیاس کو دور کرتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”حرم رسول اللہؐ مدینہ منورہ میں ہے اور ہم اہلبیتؑ کا حرم قم میں ہے“ جو روایات قم مقدسہ کے بارے میں آئی ہیں وہ انسان کو حیرت زدہ کر دیتی ہیں۔ ان روایات کے مطابق قم مقدسہ اہل بیتؑ کا اور ان کے شیعوں کا شہر ہے ”قُمْ بَلَدُنَا وَبَلَدُ شِيعَتِنَا.....“ (۱) قم اہل بیتؑ کا حرم اور ان کے شیعوں کے لیے رہنے کی جگہ اور پناہ گاہ ہے۔ (۲) قم مقدسہ ایک ایسا شہر ہے جو گمراہی و جہالت اور بلا سے دور رہے گا یعنی وہاں بلا اور جہل کمتر ہیں اور علوم آل محمدؑ کے حصول کے لیے دینا بھر سے لوگ اس شہر میں آتے ہیں (۳) خداوند متعال تبلیغ و ترویج علوم آل محمدؑ، ان کی فضیلتوں اور حقیقتوں اور احکام شرعیہ کو رائج کرنے کے لیے قم مقدسہ کو انتخاب کرتا ہے اور اس شہر کے اکثر لوگوں پر اپنی حجت تمام کرتا ہے۔ (۴)

مدینہ منورہ حضرت رسول خداؐ کے نام اور کوفہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے نام اور قم مقدسہ حضرت معصومہؑ کے نام مخصوص رہے گا۔ جس طرح پہلے اس بات کی

۱۔ سفینۃ البحار، جلد ۲، ص ۴۴۷۔ ۲۔ مجالس المؤمنین، جلد ۱، ص ۸۳۔ کریم اہلبیت، ص ۱۷۶

۳۔ بحار الانوار، جلد ۶، ص ۲۱۴

۴۔ تاریخ قم، ص ۹۰، ۱۰۰۔ بحار الانوار، جلد ۶، ص ۴۰۷۔ عوالم المعالم، ص ۳۳۴، ۳۵۱۔

طرف اشارہ ہوا کہ حضرت فاطمہ معصومہؑ کی ہجرت و غربت و مظلومیت ہی تھی جس نے تم میں ان فضیلتوں کی بنیاد رکھی یہی وجہ ہے کہ آپؑ رسول خداؐ اور امیر المؤمنین علیہما السلام کی دختر ہیں اور ان کے کام کو جاری رکھنے والی، ان کے ارمانوں اور تمناؤں کی امید آپؑ ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ وَ خَدِيجَةَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت معصومہؑ مختلف پہلوؤں سے حضرت فاطمہ زہراؑ اور خدیجہ علیہما السلام کی مانند ہیں آپؑ کا حسب و نسب انہی دو ہستیوں سے عبارت ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ رسول خداؐ اور خدیجہؑ کی بیٹی ہیں اور حضرت معصومہؑ حضرت موسیٰ بن جعفر اور نجمہ خاتون کی بیٹی ہیں، حضرت فاطمہ زہراؑ کو لوگوں نے نہیں پہچانا اور ان کی قدر نہیں کی، اس زاویے سے دیکھا جائے تو حضرت معصومہؑ بھی حضرت فاطمہؑ کی طرح ہیں۔ لوگوں نے حضرت معصومہؑ کی قبر مطہرا و رقم کو نہیں پہچانا اور لوگوں نے آپؑ کی فضیلتوں اور اہداف کی جو حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجہ علیہما السلام کے اہداف کے مانند تھے، قدر نہیں کی۔

ایک عظیم خاتون جو کچھ مخصوص کمالات و صفات کی حامل ہیں ان حالات میں بھی آپؑ عقل مند اور سمجھ داروں، غور و فکر، عدل و انصاف اور حقیقت کی تلاش میں رہنے والوں کو معنویت کے ذریعے معاشرے میں عام کرنے کی خواہش مند تھیں تاکہ امام علی بن موسیٰ الرضاؑ جو روئے زمین پر حجت خدا تھے ان تک حق کو پہنچا سکیں۔ ان اہداف کے حصول کی راہ میں بہت سخت مشکلات اور دشواریاں موجود تھیں فدا کاری، صبر و تحمل اور غور و فکر کے ذریعے ہی یہ مشکل راستہ طے کیا جاسکتا تھا۔ اس کے

علاوہ کسی اور طریقے سے ممکن نہ تھا۔ حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجہؑ حقیقت میں ان فدا کاریوں کے اظہار اور حقیقت آشکار کرنے کے لیے نمونہ عمل ہیں۔

حضرت معصومہؑ نے ان مقاصد اور اہداف کے حصول کے لیے ہجرت فرمائی۔ پدر بزرگوار، حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کا قید ہونا اور حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی جدائی آپؑ کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس لیے آپؑ نے ان مصیبتوں کے مقابلے میں سفر کی سختیوں اور غربت کی زندگی اختیار کرتے ہوئے صبر و شکر کے ساتھ تحمل اور برداشت سے کام لیا۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی زندگی بھی اسی طرح گزری تھی آپؑ دشمنوں کی طرف سے دی جانے والی تکالیف برداشت کرتی رہیں اور غربت کا عالم یہ تھا کہ مظلومیت کی بلندیوں پر سفر کرتی ہوئی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

فاطمہ آل موسیٰ بن جعفر علیہما السلام، حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرح تقویٰ اور علوم الہی پر کامل دسترس رکھتی تھیں اور تاریخ اسلام و تشیع میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرح آپؑ موثر ترین شخصیت کی مالک تھیں۔ حضرت معصومہؑ نے اپنی جدہ ماجدہ حضرت خدیجہؑ کی طرح اپنے بھائی حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے لیے صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ اپنے پاس جو کچھ تھا ان پر قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ آپؑ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے شایان شان جو کچھ کر سکتی تھیں، خلوص کے ساتھ وہ کام انجام دیے۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت خدیجہ علیہما السلام نے پیغمبر خداؐ اور امیر المؤمنینؑ کے حق میں کام انجام دیے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں:

”اے فاطمہ و خدیجہ سلام اللہ علیہما کی بیٹی خداوند متعال کا آپ پر درود اور رحمت ہو۔“
 بعض نے مستند سچے خوابوں میں سے ایک خواب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت معصومہ کا
 روضہ مطہر حضرت فاطمہ زہراؑ کے روضہ مطہر کا بدل ہے۔ (۱)

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ وَ خَدِيجَةَ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ

اس سے قبل بیان ہوا کہ حضرت معصومہؑ کا قم حضرت امیر المؤمنینؑ کے
 کونے کی طرح ہے، یہ بات حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرمان میں بیان کی گئی
 ہے۔ مگر یہاں پر ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ آپؑ حضرت علی بن ابی طالب
 علیہما السلام کی دختر بزرگ حضرت زینبؑ سے بھی شباہت رکھتی ہیں۔ حضرت زینبؑ
 وہ بے مثل اور بے بدیل خاتون ہیں جنہوں نے اپنے زمانے کے یزید اور یزیدیوں
 کے خلاف انقلاب برپا کیا اور دلیری و بہادری کا پرچم بلند کیا اور جو کچھ ان کے پاس
 تھا حسین ابن علی علیہما السلام کی راہ میں قربان کر دیا۔ حضرت زینبؑ ثانی حضرت
 معصومہؑ نے بھی ایران اور قم مقدسہ کی طرف ہجرت کرنے کے ساتھ غاصب
 عباسی خلفاء کی منافقت اور مامون اور مامونیوں کے مکر و فریب اور جھوٹ، دھوکے
 اور دغا بازی کے خلاف پرچم حق و صداقت بلند کیا اور حضرت زینبؑ کا پیغام پہنچانے
 کے بعد ان کی روح مقدس عالم ملکوت کی طرف پرواز کر گئی۔ ان کا قم مقدسہ میں
 مدفون ہونا حسینیوں اور رضویوں کے لیے ایک عظیم پناہ گاہ کے طور پر تارتخ میں رقم ہوا
 آپؑ کی قم کی طرف ہجرت،

حضرت زینبؓ کی طرح کوفہ و شام کی طرف ہجرت ہے۔ مگر یہ دونوں ہجرتیں اپنے زمان و مکان اور خاص حالات اور شرائط کے ساتھ عجیب و غریب تاثیر رکھتی ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت فاطمہ معصومہؓ حسنیؓ بھی ہیں اور حسینیؓ بھی، حسنیؓ اس لحاظ سے ہیں کہ آپؓ نے اپنے مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ صلح فرمائی اور آپؓ کو اپنے جد امجد حضرت امام حسنؓ کی طرح زہر دغا کے ذریعے شہید کیا گیا۔ آپؓ نے حریم اسلام کی حفاظت میں انتہائی صبر و تحمل سے کام لیا اور اسلام کی عزت و آبرو کو بچایا۔ امام حسینؓ کی طرح آپؓ نے ہجرت فرمائی اور غربت میں آپؓ کے بھائیوں اور ساتھ آنے والوں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا اور اسی جگہ خود بھی شہید ہو کر ان سے جا ملیں۔ حضرت معصومہؓ کا قم، کربلائے حسینیؓ کی طرح ہے اور شیعوں کے لیے ایک عظیم پناہ گاہ ہیں اور معارف اسلامی کی تحقیق و تبلیغ کے مراکز میں تبدیل ہو گیا ہے، جس پر ائمہ معصومینؑ کا بہت اصرار رہا ہے جس طرح کربلا کے بارے میں بھی اسی طرح تاکید کی گئی ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ وَلِيِّ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أُخْتَ وَلِيِّ اللَّهِ،
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّةَ وَلِيِّ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بِنْتَ مُوسَى بْنِ
جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

دختر ولی اللہ: دانشوروں نے عربی زبان میں ایک مقولہ کہا ہے کہ ”جو حکم نامہ شعر کا وصف بیان کرے وہی اس کی علت ہے۔“ مذکورہ سلام بھیجنے کے طریقوں میں حضرت معصومہؓ کے اسم مبارک کی جگہ آپؓ کے ان اوصاف کے ذریعے دختر، خواہر، عمہ، ولی خدا وغیرہ۔

آپؑ پر سلام بھیجا گیا ہے۔ یہ بات حکمت سے خالی نہیں ہے کہ جس طرح ولی خدا حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام چاہتے تھے حضرت معصومہؑ کو اسی طرح پایا یہی وجہ تھی کہ ان کے والد بزرگوار نے آپؑ کے بارے میں فرمایا: ”ان کے باپ ان پر فدا ہوں۔“ یعنی حضرت معصومہؑ کا باپ ان پر قربان ہو۔“ (۱)

خواہر ولی اللہ: حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام چاہتے تھے کہ ان کی کوئی ایسی بہن ہو جو معیار امامت کی شرائط پر پورا اتر سکے اسی لیے آپؑ نے اپنی اس خواہر کے بارے میں فرمایا: ”جو ان کی زیارت کرے وہ اہل بہشت میں سے ہے“ (۲) محترم قارئین میں سے اکثر اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی بیس بہنیں تھیں۔ (۳) مگر جو کلمات حضرت معصومہؑ کی فضیلت میں فرمائے کسی اور بہن کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا۔

ولی خدا کی پھوپھی: حضرت معصومہؑ نے اپنے فریضے پر اس طرح عمل کیا کہ ولی خدا حضرت امام جوادؑ ان کی عظمت کے بارے میں فرماتے ہیں: مَنْ زَارَ عَمَّتِي بِقُمْ فَلَهُ الْجَنَّةُ ”جو قُم مقدسہ میں میری عمہ (پھوپھی) کی زیارت کرے وہ بہشتیوں کے درمیان قرار پائیں گے۔“ (۴) امام جوادؑ کی پھوپھیاں اور بھی تھیں مگر یہ عبارت صرف حضرت معصومہؑ کے بارے میں آئی ہے

خلاصہ یہ کہ آپؑ نے بالکل سادہ اور امام وقت کی پسند کے مطابق زندگی

۱۔ کشف اللغای، کریمہ اہلبیتؑ سے نقل کیا ہے، ص ۵۳۔ ۲۔ جامع احادیث الشیعہ، جلد ۱۲، ص ۶۱۷۔

عیون الاخبار الرضا، جلد ۲، ص ۲۷۱۔

۳۔ الارشاد، جلد ۲، ص ۲۴۴۔ عوالم، جلد ۲۱، ص ۳۱۸، ۳۲۱۔

۴۔ کامل الزیارات، ص ۴۲۴۔

گزاری جس کی وجہ سے امام جوادؑ آپؑ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ آپؑ نے معصومینؑ کی طرح زندگی گزاری، اپنے والد ماجد اور اپنے بھائی کی راہ پر گامزن رہیں، آپؑ نے سر بلندی و سرفرازی اور کامیابی کی منازل کو انوار معصومینؑ کی روشنی میں طے کیا اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے فرزندوں میں سے خداوند متعال نے اپنے احکام پر بہترین عمل کے لیے آپؑ کو منتخب کیا، پس آپؑ پر خدا کی رحمت و برکت اور سلام ہو یعنی اے دختر موسیٰ بن جعفر علیہما السلام خدا کی نعمتیں، رحمتیں اور برکتیں آپؑ کے شامل حال ہوں اور آپؑ پر تمام مخلوقات کا سلام و درود ہو۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ عَرَّفَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ فِي الْجَنَّةِ.....!

یہاں سے زیارت کا لجن اور لہجہ ایک دم بدل جاتا ہے۔ اور خود حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے ایک قسم کی گفتگو کے عنوان سے تبدیلی آتی ہے۔ یہ سلام، آپؑ پر ایک مخصوص سلام کہلاتا ہے، جس کے بعد زیارت کرنے والے زائر کی دعائیں اور حاجتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

زائر کی پہلی دعا یہ ہے کہ وہ خداوند عالم سے خود اور حضرت معصومہؑ اور اہلبیتؑ عصمت و طہارت علیہم السلام کے درمیان بہشت میں آشنائی کا تقاضا مند ہے اور ان ہستیوں کے جوار میں زندگی گزارنے کی توفیق کا متقاضی ہے۔ کلی طور پر حضرت معصومہؑ کی معرفت و آشنائی بہت اہمیت کی حامل ہے، کیوں کہ اس زیارت نامے میں دو مرتبہ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے اور اس معرفت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دنیا میں معرفت و آشنائی، (۲) آخرت میں معرفت، دنیا میں معرفت سے مراد وہی ہے جو روایت میں نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں: ”جو شخص

معرفت کے ساتھ فاطمہ معصومہؑ کی زیارت کرے وہ اہل جنت میں سے قرار پائے گا۔ ”مَنْ زَارَهَا عَارِفًا بِحَقِّهَا فَلَهُ الْجَنَّةُ“ (۱)

زیارت نامے کا بقیہ حصہ بھی اسی مطلب پر دلالت کرتا ہے۔ ”وَلَا يَسْلُبُنَا مَعْرِفَتَكُمْ“ بی بی معصومہؑ کا زائر خدا سے یہ چاہتا ہے کہ جو توفیق خدا نے اس کی قسمت میں لکھ دی ہے وہ اس سے سلب نہ کی جائے۔ اور ان لوگوں میں شمار ہو جو اہل بیتؑ کے بلند و عالی مقام کو پہچاننے والے ہیں۔ اور یہ معرفت وہ دُرّ بے بہا ہے جو عظیم توفیق اور الہی ہدایت کے زمرے میں آتی ہے کہ جو بھی معصومینؑ کو پہچان لے لے گیا اس نے خدا کو پہچان لیا ہے اور جو ان ہستیوں کی معرفت حاصل نہ کرے وہ ان لوگوں کی مانند ہے جنہوں نے خدا کو نہیں پہچانا۔ ”مَنْ عَرَفَكُمْ فَقَدْ عَرَفَ اللَّهَ وَمَنْ جَهِلَكُمْ فَقَدْ جَهِلَ اللَّهَ“ (۲)

معرفت کی دوسری قسم: اہل بیتؑ اور فاطمہ معصومہؑ کی آخرت میں معرفت حاصل کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ معرفت کا متلاشی فرد، آخرت میں ان ہستیوں کے جوار میں زندگی گزارنے کا سلیقہ و اہلیت رکھتا ہو۔ اس مطلب کی طرف زیارت جامعہ کبیرہ و زیارت عاشورہ میں اشارہ ہوا ہے۔ لہذا ان دعاؤں اور زیارتوں کے ذریعے زائر خدا سے چاہتا ہے کہ اس جہاں (آخرت) میں بھی محمدؐ و آل محمدؑ کے ہمراہ رہے اور ان تک دسترسی پیدا کرے، اور یہ عظیم نعمت اور بلند و بالا مقام و مرتبہ ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس مقام تک پرواز کرتا ہے۔ اس کے بعد زیارت نامے

۱۔ جامع احادیث الشیعہ، جلد ۱۲، ص ۶۱۔

۲۔ زیارت جامعہ صغیرہ، مفاتیح الجنان۔

میں اسی نکتے کی طرف دوبارہ اشارہ کیا گیا ہے۔ ”وَ اَنْ يَّجْمَعَنَا وَاَيَّاكُمْ فِى زُمْرَةٍ جَدِّكُمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم“ خدا سے یہ طلب کرتا ہوں کہ ہمیں اور آپؐ کو اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ کے زمرے میں قرار دے۔

اس عبارت کی مختصر وضاحت یوں ہے کہ پیغمبر خداؐ کی امت، تمام امتوں سے ممتاز ترین امت کہلاتی ہے۔ اگرچہ ہر نبی کی امت اپنے نبی کی اطاعت و فرماں برداری کی وجہ سے نجات پائے گی، لیکن حضرت محمدؐ کی امت ایک خصوصی مقام رکھتی ہے۔ زائر اس دعا میں خدا سے یہ چاہتا ہے کہ پیغمبر خداؐ و اہل بیتؑ کی اطاعت کی توفیق کے ساتھ، امت کا جز، معرفت حاصل کرنے والے گروہ کا حصہ قرار پائے اور ”فساد خللنى فى عبادى“ کے مصداق میں سے قرار پائے۔ یعنی خدا سے یہ چاہتا ہے کہ بہشت میں رسول خداؐ کے ہم نشین ہوں، اور آپؐ کے قرب میں رہنے والے افراد میں شامل ہو۔

وَحَشَرْنَا فِى زُمْرَتِكُمْ

”خداوند عالم قیامت کے دن ہمیں آپؐ کے زمرے میں محشور فرمائے“ آیات و روایات کی روشنی میں روز قیامت کے مختلف نام ہیں۔ یہ ایک انتہائی اہم دن ہے، جس دن پروردگار عالم اپنے بندوں سے حساب و کتاب لے گا۔ پھر بعض لوگوں کو سزا کے طور جہنم میں اور بعض لوگوں کو اجر و پاداش دینے کی غرض سے جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس دن رسول خداؐ اہل بیت اطہارؑ اور حضرت معصومہؑ کے منفرد اور امتیازی مقام کو مشاہدہ کریں گے۔ اور یقیناً وہ لوگ خوش نصیب ہوں گے جو ان کے ہمراہ محشور ہوں گے۔ بنا برائیں یہ عبارت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس عظیم دن

میں سب کو نجات مل جائے۔ سب سے آسان اور بہترین نجات کا راستہ یہی ہے کہ انسان رسول خداؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے ہمراہ محشور ہو جائے۔

وَأُورِدْنَا حَوْضَ نَبِيِّكُمْ وَ سَقَانَا بِكَاسٍ جَدِّكُمْ

مِنْ يَدِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ

اور ہمیں آپؐ کے نبی کے حوض پر پہنچائے اور آپؐ کے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے دست مبارک سے سیراب کروائے۔ اس جملے میں دو دُعا کی ہیں: (۱) خداوند عالم سے زائر اس بات کا متقاضی ہے کہ حوض کوثر پر پہنچا دے۔ (۲) امیر المؤمنینؑ کے ہاتھوں سے سیراب ہو جائے۔

حوض کوثر

اس حوالے سے شیعہ اور سنی محدثین نے متعدد روایات کا تذکرہ کیا ہے، رسول خداؐ قیامت کے دن اس خوبصورت حوض پر تشریف لائیں گے اور اپنے ماننے والوں کو سیراب کریں گے۔ اس حوض سے سیراب ہونا ایک انتہائی قابل فخر بات ہے، جس کے لیے زائر درگاہ الہی میں دست بیدُعا ہے۔

کوثر کی تفسیر مختصری کی نظر میں

رسول خداؐ سے منسوب روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ جنت میں ایک نہر ہے، جس کے لیے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ ایک ایسا صاف و شفاف پانی ہے جو شہد سے زیادہ شیریں، دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، ملائی سے زیادہ نرم ہے، جس کا گوشہ زبر جد اور پیالے آسمان کے ستاروں کی مانند چمکدار ہیں۔ جو کوئی اس سے سیراب ہوگا وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہو

گا۔ حوض کوثر کے بارے میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ: اس حوض کے ساقی امیر المؤمنین ہیں۔ آیات و روایات کی روشنی میں تمام علمائے شیعہ اس بات پر متفق ہیں کہ حوض کوثر کے ساقی علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔ اس بارے میں اہل سنت کے ہاں بھی متواتر احادیث موجود ہیں۔ بنا برائے امیر المؤمنین ہی حوض کوثر کے ساقی ہیں۔ نا اہل لوگوں اور کفار و منافقین کو آپ حوض کوثر سے دور کریں گے۔ علامہ مجلسیؒ، شیخ مفیدؒ اور شیخ طوسیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب سورہ کوثر نازل ہوئی تو امیر المؤمنینؑ نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کوثر سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک نہر ہے، جس کو میرے لیے عطا فرما کر عزت و سر بلندی بخشی ہے۔ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: ہمارے لیے مزید وضاحت فرمائیں آپؐ نے فرمایا: کوثر ایسی نہر ہے جو عرش الہی کے نیچے سے جاری ہوتی ہے، جس کا ریگ زبرجد، یاقوت و مرجان، جس کے پتے زعفران، مٹی مشک کی طرح خوشبودار ہے، جس کا سرچشمہ عرش الہی ہے۔ اے علیؑ اس نہر کو تیرے اور تیرے چاہنے والوں کے لیے قرار دیا ہے، جیسا کہ اشارہ ہوا کہ متعدد روایات میں یہ نکتہ آیا ہے کہ علیؑ کے چاہنے والے شیعہ قیامت کے دن اس نہر سے سیراب ہو جائیں گے۔ بطور مثال حضرت امام رضاؑ نے اپنے آباء و اجداد سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے امیر المؤمنینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے علیؑ تیرے شیعہ قیامت کے دن حوض کوثر پر وارد ہو کر اس نہر سے سیراب ہوں گے اور تیرے دشمن تنگی کے عالم میں اس نہر پر آئیں گے اور پانی مانگیں گے، لیکن ان کو پانی نہیں دیا جائے گا۔ خدا کی عنایت کے مقابلے میں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے

خدا سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ اس کی رحمت و برکت کا آپ پر نزول ہو، جو تمہیں سیراب کرے گا وہ خدا کی عنایت و کرامت ہے خدا سے چاہتا ہوں یہ رحمت و کرامت تمہیں نصیب ہو جائے۔

أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يُرِينَا فِيكُمْ السُّرُورَ وَالْفَرَجَ وَأَنْ يَجْمَعَنَا وَإِيَّاكُمْ فِي زُمْرَةِ جَدِّكُمْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

میں خداوند عالم سے یہی چاہتا ہوں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا ماحول فراہم کرے۔ ان کے فرج کے ہمراہ تمہاری خوشیاں بھی دو بالا ہو جائیں اس میں ہمارا بھی حصہ ہو اس طرح ان کی اور آپ لوگوں کی خوشیاں سمیٹ سکوں اس جملے سے حسب ذیل نکات اخذ کر سکتے ہیں:

(۱) اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ظہور اور خوشی کے لیے دعا کرنا مطلوب ہے زیارت کے اس جملے میں زائر خدا سے یہی درخواست کرتا ہے کہ ان کے ظہور میں تعجیل ہو جائے۔

(۲) اہل بیت کے ظہور میں شریک ہونا انسان کے لیے بہت ہی خوش قسمتی کا باعث ہے اس دعا کا مضمون یہی ہے کہ خداوند متعال حضرت امام مہدیؑ کو ظاہر کر دے تاکہ آپ حضرات شاد و مسرور ہو جائیں اور میں اس خوشی کو دیکھ سکوں۔ میرا رابطہ آپ حضرات سے مضبوط ہو جائے اور حضرت امام مہدیؑ کے عدل و انصاف سے بھرپور عالمی حکومت کا مشاہدہ کر سکوں۔

(۳) ظہور اور سرور اہل بیت کے لیے دعا کرنا ایک انتہائی اہم توفیق الہی ہے جس سے ہمیں غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

(۴) اہل بیتؑ کی خوشی اس وقت ہوگی جب ان کا ظہور ہو جائے ان کا ظہور حضرت امام مہدیؑ کے ظہور پر موقوف ہے۔

(۵) آگے اس کا تذکرہ آئے گا کہ حضرت معصومہؑ اہل بیتؑ کے زمرے میں ہیں اس جملے میں ان کے حق میں بھی دعا ہے لیکن دوسرے اہل بیتؑ کے ہمراہ مراد ہیں، جن کے اسمائے گرامی کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا ہے۔

”وَ اَنْ لَا یَسْلُبَنَا مَعْرِفَتُکُمْ اِنَّہٗ وَلِیُّ قَدِیْرٌ....“

آپ حضراتؑ سے آشنائی اور معرفت رکھنا ایک اہم امتیاز ہے۔ خدا نہ کرے کہ پاکیزہ ہستیوں سے دوری ہو یا ان ہستیوں تک رسائی پیدا نہ ہو سکے یا ہماری تسلیں پاکیزہ ہستیوں سے جدا ہو جائیں، یا ہمارے اعمال باعث بن جائیں کہ ہم آپؑ سے جدا ہو جائیں، ہمارے اور آپؑ کے درمیان آشنائی نہ ہو جائے۔ آیات و روایات کی روشنی میں ان کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ انسان ان کے معصوم اور حجت ہونے پر مکمل یقین کے ساتھ عقیدہ رکھے۔ زیارت عاشورا میں اس معرفت کو عطیۃ الہی سے تعبیر کیا ہے: ”وَ اَسْأَلُ اللّٰہَ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِمَعْرِفَتِکُمْ وَ مَعْرِفَۃِ اَوْلِیَائِکُمْ“ خدا سے ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ یہ عطیہ پروردگار ہمیشہ باقی اور جاوداں رہے ایسا کبھی بھی نہ ہو کہ یہ انسان سے چھین جائے۔ ”اِنَّہٗ وَلِیُّ قَدِیْرٌ“ خداوند متعال اس دعا کو مستجاب کرے گا، کیوں کہ مومنین اور کائنات پر اس کی ولایت قائم ہے ”اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا“، ہر چیز اسی کی قدرت سے ہے اور ہر کام کا آغاز اسی کے نام سے ہوتا ہے۔ وہ اس دعا کو مستجاب قرار دے سکتا ہے اور یقینی طور پر ایسا ہی ہے، کیوں کہ وہ ولی ہے اگر ولی طاقتور ہو تو وہ اپنی حکمت و آگاہی سے ارادہ کر لیتا ہے۔ مومنین

کے مصلحتوں، جو اس کی ولایت میں ہیں، ان کی حفاظت کرتا ہے۔ یقیناً ولایت اہل بیت ہر مومن کے لیے سب سے اہم منفعت اور مصلحت ہے، جس کی بنا پر اس کی سعادت و شقاوت متعین ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ یہ جملہ استجابات دعا کے لیے تاکید ہے۔

”اَتَقَرَّبُ اِلَى اللّٰهِ بِحُبِّكُمْ“

عشق کے بغیر زندگی اس جسم کی مانند ہے، جس میں روح نہ ہو، جس میں نہ کوئی حرکت ہے اور نہ کوئی شادابی ہے، جس معاشرے میں محبت کی حکمرانی نہ ہو وہ معاشرہ ایک قبرستان کی مانند ہے، جس میں خاموشی، غم و اندوہ، افسردگی اور ناامیدی کی بارش برتی ہے۔ تمام خوشیوں کا محور محبت ہے حرکت، مقصود اور مقصد تک پہنچنے اور عظیم اہداف کو حاصل کرنے کے لیے محبت بہت ضروری ہے۔ لیکن یہ سوال انسان کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے کہ کس چیز سے محبت کریں اور کن لوگوں سے محبت کریں؟ اس کا جواب انتہائی اہمیت کا حامل ہے ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان اس چیز یا اس شخص کے ہمراہ محشور ہوگا، جس سے وہ محبت رکھتا تھا۔ ”المرء مع من احب“ آیات و روایات کی روشنی میں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کو خدا سے دوستی رکھنی چاہیے، کیوں کہ اصل محبوب اور معشوق وہی مقدس ذات ہے۔ کوئی بھی چیز اس کی راہ میں ہو یا اس کے لیے ہو، یا اس کی طرف نسبت دی جائے تو وہ چیز بھی محبت کے لائق ہے۔ مومنین کے قلوب خدا کی محبت سے سرشار ہیں اپنے پورے وجود کے ساتھ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے غیر سے اپنے آپ کو الگ کر دیتے ہیں۔ اہل بیت رسولؑ

خدا کے محبوب بندے ہیں، کائنات پر خدا کی حجت اور معصوم ہیں۔ بنا برائیں ان کی محبت بھی خدا کی محبت ہے۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے محبت رکھنا ایک عظیم نعمت الہی ہے۔ زیارت عاشور میں ہم اس جملے کو پڑھتے ہیں ”اے حسینؑ میں نے آپؑ کی محبت کو خدا اور رسولؐ کی قربت کا وسیلہ قرار دیا ہے۔“ اس سلسلے میں رسول خداؐ سے ایک روایت ہے آپؐ نے فرمایا: ”حقیقی ایمان تم میں سے کوئی نہیں لایا جب تک وہ مجھ سے دوستی نہ رکھے، میرے اہل بیتؑ کو اپنے اہل بیت سے زیادہ، میری عترت کو اپنی عترت سے زیادہ اور میری ذریت کو اپنی ذریت سے زیادہ دوست نہ رکھے۔“ جس کسی نے اہل بیتؑ سے محبت کی اور ان کے دشمنوں سے اظہار براست کی تو درحقیقت اس نے خدا کی مضبوط رسی کو تھام لیا ہے، ہدایت کے راستے پر ثابت قدم ہوا ہے۔ سب سے بہترین نمونے کو پالیا ہے ان کی پیروی کی ہے اس کے پاس بہترین حجت ہے۔ یہ ہستیاں نجات کی کشتی ہیں، جو کوئی ظلمت کے پردوں سے نکلنا چاہتا ہے اور گمراہی و جہالت کے طوفانوں سے بچنا چاہتا ہے تو ان ہستیوں سے محبت رکھنے کی ضرورت ہے اور ان کے دشمنوں سے بچ کر رہنا چاہیے۔ آیات و روایات کی روشنی میں محبت اہل بیتؑ کی ایمان سے ایک خاص نسبت ہے۔ مومنین کو چاہیے کہ اس نعمت الہی کی قدر و منزلت کو پہچانیں۔ اس محبت و مودت کے حصول کے لیے سعی و تلاش کریں، کیوں کہ یہ نجات کا راستہ اور صراطِ مستقیم ہے اس سلسلے میں آیات و روایات کو بیان کرنے کے لیے وسیع فرصت کی ضرورت ہے، جو یہاں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے فی الوقت ممکن نہیں۔

وَالْبَرَّآئَةِ مِنْ أَغْدَاكُمْ

جس طرح محبت اہلبیت کی اہمیت نمایاں ہے اور انسان کی سعادت کے لیے اس کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح ان کے دشمنوں سے اظہار برائت کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اہل بیت کے دشمنوں سے اظہار برائت کے سلسلے میں مختلف آیات و روایات اور دعاؤں میں تاکید کی گئی ہے۔ اس زیارت نامے میں چند بار حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا اور اہل بیت کے لیے ضمیر جمع حاضر (کُمْ) سے خطاب کیا گیا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت معصومہ ائمہ معصومین کے پاس کتنی قربت رکھتی ہیں۔

”وَالْتَسْلِيمِ إِلَى اللَّهِ رَاضِيًا بِهِ غَيْرَ مُنْكَرٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ“

تسلیم کا مادہ ”سلم“ سے ماخوذ ہے جو راضی ہونے اور حکم پر خوشنود ہونے کے معنی میں آیا ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں مومنین سے یہ چاہتا ہے کہ وہ رسول خدا کے فرامین کو دل و جان سے قبول کریں ان کے فرامین کے ذریعے زنگ آلود دلوں کو صیقل کرتے ہوئے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر لیں: مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۱) اس آیت مجیدہ سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ حق کو پانے کے لیے سعی و تلاش کرنے کی ضرورت ہے اس مقام تک پہنچنا اگرچہ مشکل ضرور ہے، لیکن پاکیزہ دل کے وسیلے سے انسان اس مرحلے تک با آسانی پہنچ سکتا ہے۔ عمل کے میدان میں بھی فرامین الہی اور احکام الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر لیں۔

مرحوم علامہ راقیؒ تسلیم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جان لیں کہ تسلیم واگزار کرنے کے معنی بھی آیا ہے، رضا کے معنی کے بالکل قریب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کو ترک کرنا اور تمام کاموں کو خدا کے سپرد کرنا، ان سے مکمل طور قطع تعلق رکھنا، اس معنی میں کہ اس کی طبیعت مکمل طور پر ان سے وابستگی نہیں رکھتی ہو۔ پس یہ رضا کا بلند ترین مقام ہے۔ رضا کے مرحلے پر انسان کی طبیعت حکم خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اس کی طبیعت مکمل طور پر حکم خدا کے ماتحت ہے اور انسان کلی طور پر اپنی ذات کی محبت کی نفی کرتا ہے۔ بنا برائیں تسلیم کے یہی معنی ہیں کہ اس کا دل احکام الہی کے سامنے خوشحال ہو۔ عمل کے میدان میں بھی یہی صورتحال ہو خدا کی لامتناہی قدرت پر یقین رکھنے والا ہو، اسی لیے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب بندہ کہتا ہے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ تو خداوند عالم فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے میرا بندہ مکمل طور پر تسلیم ہوا ہے۔ پس اس کی حاجت کو بر آورده کرو۔ جو کوئی خداوند عالم کے علم، قدرت، حکمت اور عظمت پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا حقیقی محبوب خدا کی ذات ہو، تو جب پروردگار عالم کسی خاص موضوع کے بارے میں ارادہ کر لیتا ہے یا کوئی خاص حکم دیتا ہے تو وہ دل و جان سے اسے قبول کر لیتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال ہوا: ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ کون صاحب ایمان ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے سے اور مشکلات و مصائب کو خندہ پیشانی سے قبول کر لینے سے معلوم ہوگا کہ بندہ صاحب ایمان ہے۔

”رَاضِیاً بِہِ غَیْرِ مُنْکِرٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ“

احکام، ارادے اور تقدیر الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا باعث عزت اور مومن کے لیے بلندی ایمان کی غمازی ہے حضرت معصومہؑ کی زیارت نامے میں ہم پڑھتے ہیں کہ ”میں خدا کے فرامین کے سامنے سر تسلیم خم ہوں اور یہ تسلیم دل کی گہرائیوں اور مکمل رضایت کے ساتھ ہے نہ اس کے مد مقابل تکبر کرنے والا ہوں اور اس کے انکار کو عمل اور کردار سے ثابت کرتا ہوں۔“

زیارت کے جملوں پر ایک طائرانہ نظر

اس زیارت نامے کے مطابق قربت الہی کے عوامل حسب ذیل ہیں:

(۱) محبت اہل بیت (اَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰهِ بِحُبِّکُمْ)

(۲) ان کے دشمنوں سے اظہار برائت (وَالْبَرَاءَةُ مِنْ اَعْدَائِکُمْ)

(۳) خدا کے فرامین کے مد مقابل سر تسلیم خم رہنا، وہ تسلیم جو کمال رضایت اور دل کی گہرائیوں سے ہو، جیسا کہ پہلے اشارہ ہوا کہ اہل بیتؑ کی محبت اور ان کے دشمنوں سے اظہار نفرت کرنا، صراط مستقیم قرب الہی کا وسیلہ کائنات کی حقیقت تک رسائی، ابدی اور لافانی سعادت ہے۔

متعدد روایات کی روشنی میں تسلیم حسب ذیل مصادیق سے عبارت ہے:

خدا کی رسی، نجات کا وسیلہ، سیرت رسولؐ اور اہل بیتؑ۔ انسان کی مصلحتوں کے مطابق تقدیر الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔

(۴) رسول خداؐ کے دین و شریعت پر مکمل یقین رکھنا (وَعَلٰی یَقِیْنُ مَا اٰتٰیْہِ

محمدؐ)

(۵) دین اور آئین اسلام پر رضایت و خوشنودی کا اظہار کرنا (وبہ راضٍ) ان سب کو قربت الہی کے لیے وسیلہ قرار دینا (وَبِهِ رَاضٍ نَطْلُبُ بِذَلِكَ وَجْهَكَ يَا سَيِّدِي)،

حضرت معصومہؑ کا زائر عاجزی سے کہتا ہے کہ میں رسول خداؐ کے دین پر ہوں، اور اس پر مکمل یقین بھی رکھتا ہوں، دل کی گہرائیوں سے اس سے خوش ہوں، اور اس یقین و رضا کو قربت الہی کے حصول کے لیے سرمایہ زندگی سمجھتا ہوں، میں قربت الہی کے حصول کی جستجو میں ہوں۔ یقین کے حوالے سے مسلمان مفکرین اور دانشوروں نے اپنی تفاسیر، منطق، فلسفہ، کلام، اصول فقہ، فقہ، حدیث اور اخلاق میں وضاحت کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ یہاں پر اختصار کے ساتھ یقین کے بارے میں کچھ ذکر کریں گے:

(۱) ظاہری طور پر یقین یہاں معروف معنی میں ہے، یعنی ایسا احتمال جو سو فیصد ہو اور فلاسفہ کے معنی میں یقین ایسا تصدیق ہے جو سو فیصد ہو اس کے برخلاف کسی قسم کا کوئی احتمال نہ ہو۔ اگر احتمال مضبوط ہو تو اس کے مد مقابل احتمال نظر انداز اور کمزور ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت معصومہؑ کا زائر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول خداؐ اپنے پروردگار کی جانب سے دین لے کر آئے ہیں یہ یقیناً خدا کا دین اور آخری آسمانی شریعت ہے، جس میں انسانوں کے لیے خیر و برکت ہے۔ اس یقین کے متعلقات میں دینی جذبے، فضائل، فقہی مسائل اور اجتماعی اور ثقافتی آداب شامل ہیں۔

(۳) دین اور احکام شریعت پر یقین انسانوں کے لیے قربت الہی کو حاصل

کرنے کے لیے سرمایہ زندگی اور خدا کی طرف سے مخصوص عنایت ہے، جو کوئی خداوند عالم اور اس کے رسولؐ پر، نیز احکام الہی پر ایمان رکھتا ہے اس نے حقیقت میں عظیم سرمائے تک رسائی حاصل کر لی ہے، جس کے ذریعے وہ سعادت اور کمال کی شاہراہ پر کامیابی سے سفر کر سکتا ہے۔

قرآن مجید نے رہبران دین اور ائمہؑ کو اہل یقین تعبیر کیا ہے، خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو اہل یقین میں شمار کیا ہے۔ ائمہ معصومینؑ کی روایات کی روشنی میں یقین کو خدا کی عظیم نعمتوں میں سے شمار کیا گیا ہے ائمہ معصومینؑ کے فرامین کے مطابق یقین کے تیرہ معنی ہیں:

- ۱۔ سربلندی کا وسیلہ ۲۔ وسیلہ نجات ۳۔ دل کی زندگی اور آبادی۔
- ۴۔ بہترین چیز جو انسان کے دل پر القا ہوتی ہے۔ ۵۔ انسان کی سب سے عظیم سعادت۔ ۶۔ سب سے اصل ترین اور با فضیلت ایمان کا رکن۔
- ۷۔ دین کا نتیجہ۔ ۸۔ ایمان کا معیار اور بنیاد۔ ۹۔ باعث ہدایت۔
- ۱۰۔ عبادتیں مکمل ہونے کا ذریعہ۔ ۱۱۔ ایمان کا ایک خاص مقام و منزلت۔
- ۱۲۔ استجاب دعا کا وسیلہ۔ ۱۳۔ قربت الہی کا وسیلہ۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ”مامن شیء اعز من الیقین“ یقین سے بڑھ کر کوئی چیز باعث عزت نہیں ہے۔ باعث عزت ہونے کی دلیل شاید یہ ہو کہ یقین انسان کو خدا کے قریب کر دیتا ہے، کیوں کہ اہل یقین خدا کی ذات کو حاضر و ناظر اپنے اعمال کا مشاہدہ کرنے والا اور کائنات کی کشتی کا ناخدا تصور کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ ان افراد کی مانند ہو جاتے ہیں جو حساب و کتاب، پل صراط جنت اور

دوزخ کو مشاہدہ کرتے ہیں اسی لیے یقین کو سب سے بافضیلت عبادت شمار کیا جاتا ہے۔ یقین کے ہمراہ تھوڑا عمل بغیر یقین کے زیادہ عمل سے بہتر ہے، حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں اس نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یقین قربت الہی اور عنایات الہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

(۴) یقین ایک پھل دار درخت ہے، جس کی کلیاں دلفریب اور پھل لذیذ ہوتے ہیں، جو کوئی یقین رکھتا ہے کہ خداوند عالم دانا و توانا اور حکیم ہے، اس کا دین بندے کی سعادت کو طے کرتا ہے اور اہم ترین اسلوب زندگی کو معین کر دیتا ہے، جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہو۔ ان تمام احکام اور آداب کا نہ صرف احترام کرتا ہے، بلکہ دل و جان سے اس پر راضی بھی ہے، رضا خود ایک ایسا مقام ہے، اس منزل پر بہت کم لوگ پہنچتے ہیں اور یہ مقام رضا بھی یقین کے آثار میں سے ایک ہے۔ مختلف روایات میں صراحت کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ مقام رضا یقین کا نتیجہ ہے جب تک انسان کو خدا کے علم، قدرت اور حکمت پر یقین نہ ہو اس وقت تک وہ مقام رضا تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے میں زائر پہلے اعلان کرتا ہے کہ مجھے دین محمدیؐ پر یقین ہے پھر کہتا ہے رسول خداؐ کے احکام اور ان کی شریعت پر راضی ہوں، درحقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ خداوند متعال، خدا کے رسولؐ اور دین خدا سے راضی ہوں۔ یہ وہی مقام ہے جسے قرآن مجید عظمت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ خالص مومنین وہ ہیں جو خدا اور اس کے دین سے راضی ہیں اور خدا بھی ان سے راضی ہے۔ ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ زیارت نامے کی اس عبارت کے تحت انسان کا خدا سے راضی ہونا بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ زائر حضرت معصومہؑ

کے حضور بطور صراحت اعلان کرتا ہے کہ خدا کا بندے سے راضی ہونا بہت ہی افتخار کا باعث ہے۔ بعد کے جملے میں زائر راضی ہونے کو خدا سے چاہتا ہے یعنی طرفین کی رضایت، خدا اور بندے کی رضایت ایک عظیم کامیابی ہے ان افراد کے لیے جو خدا کی ذات سے ڈرتے ہیں اور خدا کے گروہ میں سے ہیں۔

تیسری بار اسم مبارک محمدؐ اس زیارت نامے میں ذکر ہوا ہے۔ آنحضرتؐ کے اسم مبارک کو لینے میں ایک لطیف نکتہ اور اشارہ ہے کہ یقین ایک بہترین حالت ہے، لیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ یقین کیا چیز انسان کو سکھاتا ہے اور اس کی سعادت کا ماحول فراہم کرتا ہے۔ بے شک اس جملے کی بنا پر زائر اس چیز پر یقین رکھتا ہے، جو حضرت محمدؐ لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے تحفہ لے کر آئے ہیں۔ بطور صراحت رسول خداؐ کا اسم مبارک لینا اس لیے ہے تاکہ لوگوں کے اذہان اس بات کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ صرف اور صرف وہی حق ہے، جو رسول اکرمؐ خدا کی جانب سے لے کر آئے ہیں۔ یقین اور خوشی کے ساتھ ہمیشہ اس کی طرف متوجہ رہے کہ اللہ کے آخری رسول کا اسم مبارک حضرت محمدؐ ہے۔ ایسی شخصیت جنہیں تمام حق پرست انسان جانتے ہیں درحقیقت یہ سب خدا کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

”نَطْلُبُ بِذَلِكَ وَجْهَكَ يَا سَيِّدِي اَللّٰهُمَّ وَرِضَاكَ وَالدَّارَ

الْآخِرَةَ“

ان سب کو تیری رضایت کی خاطر انجام دیا ہے۔ پروردگار جسے تو پسند کرتا ہے اسے میں پسند کرتا ہوں اور تیری مقدس ذات سے دو چیزوں کا سوالی ہوں (۱) تیری رضایت (اَللّٰهُمَّ وَرِضَاكَ) (۲) بروز قیامت مسلسل رحمت کا نزول ہو (وَلَدَارُ الْآخِرَةِ) ان جملوں کا لب و لہجہ، کلمات اور جملوں کا استعمال بہت ہی خوبصورت اور دلنشین ہے اس سے بڑھ کر کیا کسی ادیب نے معافی کو سمجھنے اور بیان و بدیع کے حوالے سے گفتگو کی ہے اس زیارت نامے کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ امام معصومؑ کی زبان مبارک سے جاری ہونے والے کلمات ہیں جو ترجمان وحی ہیں۔

”يَا فَاطِمَةُ اِشْفَعِي لِيْ فِي الْجَنَّةِ“

فَاِنَّ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ شَأْنًا مِّنَ الشَّأْنِ“

مقام رضا اور آخرت کے عظیم مدارج پر فائز ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے جس تک پہنچنے کے لیے انتھک جدوجہد اور سخت شرائط درکار ہیں۔ بنا برائیں ایسی ہستیوں کے دامن کو تھامنے کی ضرورت ہے جن کے لیے خدا کے پاس ایک خاص امتیازی حیثیت ہے۔ اس راستے کو طے کرتے ہوئے قربت الہی کے سب سے اعلیٰ درجے تک پہنچنے کے لیے ان ہستیوں کے دامن کو پکڑنے کی ضرورت ہے۔ حضرت معصومہؑ وہ معظمہ خاتون ہیں، جو قربت الہی کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں معصومینؑ نے آپؑ کو عزت و عظمت کے ساتھ یاد کیا ہے، کیوں کہ آپؑ سے مخاطب ہو کر زائر کہتا ہے کہ ”اے فاطمہ معصومہؑ“ میں آپؑ سے شفاعت کا طلب گار ہوں۔ میرے

لیے جنت میں جانے کے ماحول کو فراہم کیجئے۔ میں آپؐ کی عظیم شفاعت کے وسیلے سے جنت میں جانا چاہتا ہوں، کیوں کہ یہ طریقہ میرے لیے ایک خاص عزت و سربلندی ہے۔

حضرت فاطمہ معصومہؑ کے نام کی طرف اشارہ:

زارؑ یہاں تک بار بار آپؐ پر سلام بھیجتا ہے، لیکن بطور احترام آپؐ کا نام نہیں لیتا ہے، بلکہ القاب و صفات کے ذریعے آپؐ سے مخاطب ہوا ہے، کیوں کہ بعض اوقات مخاطب کا نام نہ لینا بھی مقام احترام ہے۔ لیکن یہاں پر آپؐ کا نام اس لیے لیا گیا ہے کیوں کہ زارؑ آپؐ سے شفاعت کا طلب گار ہے، کیوں کہ زارؑ کہتا ہے: اے حضرت فاطمہ معصومہؑ میں آپؐ سے شفاعت چاہتا ہوں، زارؑ جانتا ہے کہ کون اس مقام پر فائز ہے جو میری شفاعت کر سکتا ہے۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لیے زارؑ آپؐ کا نام لے کر مخاطب ہوا ہے۔

شفاعت طلب کرنے کی دلیل:

”فَإِنَّ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ شَأْنًا مِّنَ الشَّانِ“

(اس سے پہلے حضرت معصومہؑ کے فضائل کے باب میں بی بیؑ کا مقام شفاعت اور ان کی شان و منزلت کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔)

اے حضرت معصومہؑ خدا کے پاس آپؐ کی بڑی منزلت ہے۔ پس آپؐ میری شفاعت فرمائیں میں آپؐ کی شفاعت کے راستے سے جنت میں جانا چاہتا ہوں۔ میں اس جنت کو چاہتا ہوں جو آپؐ کی شفاعت اور وسیلے سے میسر ہو جائے۔ بے شک میں جانتا ہوں کہ خدا کے پاس آپؐ کی بڑی منزلت ہے اور آپؐ میری

شفاعت کر سکتی ہیں۔ ابدی سعادت اور خوبصورت جنت کے دروازے کو آپ ہی میرے لیے کھول سکتی ہیں، صرف وہ لوگ ہی شفاعت کر سکتے ہیں، جو عادلانہ طریقے سے لوگوں کے ہاتھوں کو تھام کر انہیں آتش دوزخ سے نجات دلا سکتے ہیں، جو خدا کے پاس عظیم مقام و منزلت رکھتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کس سے مخاطب ہوں آپ کا نام فاطمہؑ ہے اور آپ کے القاب اور صفات سے بخوبی آگاہ ہوں۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تَخْتِمَ لِي بِالسَّعَادَةِ“

بعض لوگوں کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا ہے اور بد بخت ہو کر دنیا سے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کی زندگی کی شروعات اچھی نہیں تھی، مگر آخر الامر نیک بن کر مرتے ہیں، بعض دفعہ زندگی کا آغاز تاریک دکھائی دیتا ہے مگر جب نیکی کے ساتھ اس دنیا سے جاتا ہے تو آخرت کی زندگی میں ہر طرف اجالا دکھائی دیتا ہے۔ حضرت معصومہؑ کے زیارت نامے کے ان جملوں میں، جن میں زائر خدا سے چاہتا ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور عافیت کے ساتھ دنیا سے چلا جائے۔ درحقیقت زائر کی یہ آرزو و تمنا ہے کہ اس کی زندگی ہمیشہ سعادت کے ہمراہ ہو، کیوں کہ زیارت کے دوران زائر ایک بہترین حالت اور پاکیزہ عقیدے کے ساتھ ہے اور رضایت خداوندی کو اپنی طرف مبذول کرایا ہوا ہوتا ہے۔ پس وہ دعا کرتا ہے اس کے بعد بھی وہ اسی حالت اور عقیدے پر ثابت قدم رہنا چاہتا ہے۔ پروردگار حضرت معصومہؑ کی زیارت کے صدقے میں تیرے حضور میں ایک بہترین حالت میں ہوں۔ پس تیری مقدس ذات سے یہی التجا کرتا ہوں کہ میری دنیاوی زندگی کا آخر بھی نیک اور سچائی پر مکمل

فرما۔ بقول شاعر۔

الہی چنان کن سرانجام کار تو خوشنود باشی و مارستگار
پروردگار میری زندگی کے انجام کو ایسا کر دے کہ تیری مقدس ذات عبد ذلیل سے
خوش ہو اور میں فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤں (آمین)

”فَلَا تَسْلُبْ مِنِّي مَا أَنَا فِيهِ“

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“

پروردگار! اس عظیم توفیق کو جو حضرت معصومہؑ کی زیارت کے سائے میں
نصیب ہوئی ہے مجھ سے چھین نہ لینا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس سے تشیع کا
عقیدہ اور جذبہ انسانیت چھین لیا ہو۔ ایسی صورت حال میں توفیق کا ماحول سلب ہو
جاتا ہے، عقیدہ اور صحیح و سالم ماحول باقی رہتا ہے۔ لیکن انسان کا عمل خراب ہو
جاتا ہے۔

”اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا وَتَقَبَّلْهُ بِكَرَمِكَ“

وَعِزَّتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَعَافِيَّتِكَ“

زائر کہتا ہے کہ پروردگار اس دعا کو تمام شیعوں کے لیے کر رہا ہوں تیری
مقدس ذات سے التجا کرتا ہوں کہ تمام مومنین کا خاتمہ بالخیر ہو۔ بے شک اس دعا کی
قبولیت تیرے لطف و کرم پر منحصر ہے تو وہ کریم ہے، جس کا کرم اور رحمت ہر پاکیزہ
شخص کے سر پر سایہ فگن ہے۔ مومنین کے سروں پر ہمیشہ تیری رحمت کی بارش برسی
رہی ہے وہ تیری باد نسیم جو بندوں کے دل و جان کو معطر کر رہی ہے۔

”وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ اَجْمَعِيْنَ
وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا يَّا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ“

تیری رحمت و عنایت اور درود و سلام ہو محمدؐ و آل محمدؐ پر ہر مکان اور ہر زمانے میں یہ وہ خاندان ہے، جنہوں نے خدا کے راستے سے کبھی بھی روگردانی نہیں کی۔ سیدھے راستے سے باہر نہیں نکلے۔ چوتھی مرتبہ زیارت نامے میں نام محمدؐ کو لیا گیا ہے اسی نام کی برکت سے زیارت نامے کی زیبائی اور حُسن میں اضافہ ہوا ہے۔

صیغہ مخاطب کے ساتھ سلام بی بی کے نام سے شروع ہوتا ہے اور زیارت آپؐ پر درود و سلام کے ساتھ انتہائی توجہ کے ساتھ اختتام ہوتا ہے۔ بالخصوص اس مبارک نام کے ساتھ آنحضرتؐ کی آل پاکؑ کا بھی تذکرہ ہوا ہے اور ان کے حق میں دعا کی ہے۔
”وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا يَّا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ“

پروردگارا! رسول خداؐ اور ان کی پاک آلؑ پر مسلسل درود و سلام بھیج، جو درود و سلام کبھی نہ رکے۔ کیوں کہ سلام اور صلوات میں فرق یہ ہے کہ سلام کا سلسلہ رک سکتا ہے بنا بریں کلمہ تسلیم کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ادبیات عرب کی اصطلاح میں یہ مفعول مطلق ہے اور یہاں پر بطور تاکید ذکر ہوا ہے تاکہ سلام کا سلسلہ جاری و ساری رہے۔ اے سب سے زیادہ مہربان قرآن مجید میں ”خیر الراحمین“ (۱) اور ”اُرَحَمَ الرَّاحِمِيْنَ“ (۲) دونوں ذکر ہوا ہے دعاؤں میں بھی بار بار یہی آیا ہے خدا کی معرفت رکھنے والے اس وقت خدا کو انہی ناموں سے پکارتے ہیں، جب اپنی دعاؤں کو مستجاب

۱۔ سورہ مومنون، آیات ۱۰۹، ۱۱۸۔

۲۔ سورہ یوسف، آیت ۶۴، ۹۲۔ سورہ اعراف، آیت ۱۵۱۔ سورہ انبیاء، آیت ۸۳۔

قرار دینے کے لیے زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ دعاؤں کے مستجاب ہونے میں یہ نام
بہت تاثیر رکھتے ہیں۔



ہے لقب جن کا ”کریمہ اہل بیتؑ“
”بی بی معصومہؑ“ کہیں سب مومنیں
اُن کے قدموں کی کرامت دیکھیے
ہے مقدّس اُن سے ہی تُم کی زمیں



فصل پنجم

آستانہ مقدسہ کی فنی و ہنری تعمیرات کا خاکہ

روضہ حضرت معصومہ علیہا السلام آستانہ مقدسہ کی فنی و ہنری تعمیرات کا خاکہ

فِي بُيُوتِ اٰذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيتَاءِ
الزَّكَاةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (۱)

خداوند عالم کا یہ روشن چراغ ایسے گھروں میں ہے کہ خداوند عالم نے اذن دیا ہے کہ اس کی دیواروں کو بلند رکھے (تاکہ شیاطین، ہوا و ہوس کے شکار افراد کی زد سے محفوظ رہ سکے) وہ گھر کہ جس میں خدا کا نام لیا جاتا ہے اور وہ لوگ صبح و شام اس میں تسبیح پڑھتے ہیں یہ وہ افراد ہیں جن کو خرید و فروخت اور تجارت یا دالہی سے غافل نہیں کرتی ہے۔

بارگاہ حضرت معصومہ علیہا السلام دیگر مشاہد مشرف کی طرح اسلامی اقدار اور تشیع و قرآن کی ثقافت کا سہارا ہے اور اسلامی جمہوریہ ایران انہی روضوں کے تصدق زمانے کے حوادث اور حملوں سے محفوظ رہا ہے اور یقیناً ہر شیعہ کا تشخص انہی معنویات کی روشنی میں ممکن ہے۔

یہ مزار اور دیگر مزارات اسلامی افکار کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں کے لیے محکم قلعہ ہیں۔ نیز انسانی بلندی کا معیار ہیں۔ کیونکہ یہ مشاہد مشرف فقط زیارت گاہ نہیں ہیں بلکہ زائروں اور عاشقوں کے لیے

کسب علوم الہی کی عظیم درس گاہ بھی ہیں۔ جو بھی زائر اس حرم مطہر میں آرام فرما خاتون یعنی حجرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی معرفت و شناخت اور ان کے اہداف کو مد نظر رکھتے ہوئے زیارت کرے گا تو یقیناً صاحب قبر نبی سے الہامات حاصل کرے گا اور مذہب کے اصول و قوانین کی تعلیمات کو یاد رکھے گا اس کا ہر کام انہی درس اور الہامات سے سرشار ہوگا اور کسی نہ کسی طرح خود کو مادی و معنوی کجی و کمی سے محفوظ رکھے گا اور ہر اس خصلت و اعمال سے دوری اختیار کرے گا جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کی اولاد اطہار کو ناپسند ہیں اخلاقی بہتری اور اپنی رفتار و کردار میں اس بات کا کوشاں رہے گا کہ اپنے اماموں اور ولیوں کے نقش قدم پر گامزن رہے (۱)

ان دینی مراکز کے زندہ اور معنوی وجود میں تھوڑی سی بھی تردید نہیں ہے لیکن معنویات سے ہٹ کر ان روضوں کو اسلامی ہنر کا عظیم ذخیرہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اہل ذوق ہنرمندوں نے دین کی ترویج اور بزرگان دین کی تجلیل و تکریم کے پیش نظر حیرت انگیز ہنروں کو ایجاد کیا ہے جو ہر ہنرمند کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اسے داد و تحسین پر مجبور کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں درحقیقت یہ کہا جاسکتا ہے کہ بارگاہ فاطمہ معصومہ علیہا سلام دیگر متبرک اسلامی مقامات کی طرح اسلامی ہنر کی تجلی گاہ اور قوم ایران کے دینی معاشرے کے درخشاں ماضی کی حکایت گر ہے۔

اسی وجہ سے ہم اس تاریخی میں حضرت معصومہ علیہا السلام کے متبرک مزار کے ہنری آثار اور ہنری و معماری تغیرات کا ایک خاکہ پیش کریں گے اور اسے اسلامی ہنر کے جلووں کو پسند کرنے والوں کی خدمت میں پیش کریں گے۔ لیکن

شنیدن کی بود مانند دیدن بہتر ہے ہنر شناس افراد قریب سے ان حیرت انگیز ہنروں کا نظارہ کریں تاکہ ان گرانقدر آثار میں چھپے لطائف و ظرائف کو کشف کر سکیں اور اس کے موجد کو داد و تحسین سے نوازیں۔

حرم مطہر کا گنبد

موسیٰ بن الخزرج کے ایک حصری سائبان بنانے کے بعد جو سب سے پہلا گنبد فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی تربت پاک پر بنایا گیا تو وہ برجی شکل کا ایک قبہ تھا کہ جو حضرت زینب بنت امام جواد علیہ السلام کے ہاتھوں اینٹ و پتھر اور چونے کے ذریعے تیسری صدی ہجری میں بنایا گیا۔ زمانے کے گزرنے اور حضرت معصومہ علیہا سلام کے ساتھ کچھ علوی خواتین کے دفن ہونے کے بعد اس گنبد کے ساتھ دوسرے دو گنبد بنائے گئے۔ جس میں تیسرا گنبد دفن حضرت زینب بنت امام محمد تقی علیہ السلام قرار پایا۔ یہ تین گنبد ۴۴۷ھ تک باقی تھے۔ اسی سال میر ابو الفضل عراقی (وزیر طغرل کبیر) نے شیخ طوسی کے حکم پر ان تین گنبدوں کے بجائے ایک بلند و بالا گنبد بنایا۔ اس گنبد کو نگین نقش و نگار اور کاشی کاری کر کے بنایا تھا جس میں ایوان اور حجرے نہ تھے یہ گنبد تمام سادات کی قبور پر محیط تھا

شاہ بیگی بیگم دختر شاہ اسماعیل کی ہمتوں سے اسی گنبد کی تجدید بنا ہوئی جس میں معرق کاشی استعمال ہوا اس میں ایوان اور دو منارے نیز صحن (عتیق) بنایا گیا ۹۲۵ھ میں گنبد کی خارجی سطح معرق کاشی سے آراستہ ہوئی۔

یہ گنبد ۱۲۱۸ھ میں زنگار اینٹوں سے مزین کیا گیا۔ جس میں ۱۲ ہزار سنہری اینٹیں استعمال کی گئیں۔ اس گنبد کی بلندی سطح زمین سے اور چھت کی سطح سے ۱۶ میٹر تھی۔

اس کا محیط باہر سے ۳۰/۶، اور اندر سے ۲۶/۲۸۔ اور اس کا قطر ۱۲ میٹر اور اس کی لمبائی (لمبی گردن کی طرح) ۶ میٹر تھی۔

چھت کی سطح سے نچلا حصہ نوے (۹۰) سینٹی میٹر تک تراشی ہوئی اینٹوں سے اور اس کے اوپر ایک میٹر نشی فیروزہ والی کاشی اس کے اوپر (تمام دیوار) سنہری اینٹوں سے مزین ہے گنبد کے نچلے حصے پر ایک کتبہ ہے جس پر فتح علی خان صبا کے اشعار ہیں جو خط نستعلیق میں لکھے ہیں۔ (۱)

بارگاہِ ملکوتی کریمہ اہل بیت علیہا السلام کے گنبد کا یہ ایک تاریخی خاکہ تھا جو شروع سے لے کر آج تک اسلامی ہنر اور معماری کا شاہکار ہے نیز عتباتِ عالیات کی عمارتوں میں کم نظیر ہے۔

حضرت معصومہ کا مرقد

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کا مرقد (بقعہ مبارکہ کے درمیان) بلندی کے اعتبار سے ۱۲۰ اور طول و عرض ۹۵ ۲/ اور ۱/۲۰ میٹر ہے۔ جو بہترین نفیس و خوبصورت زرقام (ساتویں صدی ہجری کی ابتدا میں) کاشیوں سے مزین ہے۔

مرقد منور کے ارد گرد دو میٹر دیوار اور طول و عرض تقریباً ۴/۸ اور ۴/۴ میٹر ہے۔ جو ۹۵ھ میں بنایا گیا ہے اور یہ مرقد معرق کاشی سے آراستہ ہے۔ اس وقت یہ دیوار ایسی ضرتح ہے جس میں چاندی پوش چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں۔ (۲) حضرت کے مرقد پاک کا تاریخی خاکہ اس طرح ہے:

۶۰۵ھ میں امیر مظفر احمد بن اسماعیل خاندان مظفر کے مورث اعلیٰ اس زمانے کے

بزرگ ترین استاد کاشی نے محمد بن ابوطاہر کاشی قمی کو مرقد مطہر پر رنگا رنگ کاشیوں کے لگانے پر مامور کیا۔ وہ آٹھ سال تک اس کام میں مشغول رہے۔ آخر کار ۶۱۳ھ میں کاشی کاری کا کام مکمل ہو گیا، ۹۶۵ھ میں شاہ طہماسب صفوی نے سابق مرقد کے ارد گرد اینٹوں کی ایک ضریح بنوائی جو ہفت رنگ کاشیوں سے آراستہ تھی جس میں نقش و نگار کے ساتھ ساتھ معرق کتبے بھی تھے نیز اس کے اطراف میں درتچے بھی کھولے گئے تھے تاکہ مرقد کی زیارت بھی ہو سکے اور زائرین اپنی نذریں بھی مرقد کے اندر ڈال سکیں۔ اس کے بعد مذکورہ شاہ کے حکم سے سفید و شفاف فولاد سے اسی اینٹوں والی ضریح کے آگے ایک ضریح بنائی گئی جس کی لمبائی ۱۰۵۳۲۵ اور چوڑائی ۷۳۷۲۔ اور بلندی ۱۰۲۰۰ تھی۔ جس میں ۲۰ مصلع کھڑکیاں ۱۲۳۰ ہجری میں فتح علی شاہ نے اس ضریح کو نقرہ پوش کر دیا تھا جو گردش زمانہ سے فرسودہ ہو گئی تھی۔ لہذا ۱۲۸۰ ہجری میں اس زمانے کے متولی کے حکم سے ضریح بدل دی گئی اور موجودہ ضریح کو (خصوصاً ہنری ظرائف و شاہکار کے ساتھ) اس کی جگہ پر نصب کیا گیا جو آج تک حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی نورانی تربت پر جلوہ گلن ہے (۱)

حرم مطہر کے ایوان

ایوان طلا

ایوان طلاء اور اس کے بغل میں دو چھوٹے چھوٹے ایوان روضہ مقدسہ کے شمال میں واقع ہیں۔ جنہیں ۹۲۵ ہجری میں گنبد کی تجدید بنا، صحن عتیق اور گلہ ستوں کے بناتے

وقت شاہ اسماعیل صفوی اور اس کی دختر کے زمانے میں بنایا گیا۔ یہ ایوان طول و عرض کے اعتبار سے ۹۸/۷۰ میٹر اور بلندی کے لحاظ سے چودہ میٹر ہے۔ دیوار کا نچلا حصہ (تین طرف سے) ۱۸۰ میٹر کی بلندی تک آٹھ گوشے فیروے والے کاشی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے آراستہ ہے۔ اس کے درمیان کتھی رنگ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جو کاشی کے حاشیے کو لا جو ردی نقش و نگار سے) چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ان کے اوپر ایک کتبہ ہے جس کا ایک سوم سفید لا جو ردی زمین میں ایوان کے ارد گرد دکھائی دیتا ہے جس کا متن نورانی حدیث الا و من مات علی حب آل محمد مات شہیدا۔ تا آخر حدیث ہے۔

اس کتبے کے بعد ایوان کی دیواریں دو میٹر کی بلندی تک معرق کاشیوں سے آراستہ ہے جو صفوی کے دور آغاز کا شاہکار ہے۔ اس کے بعد ہر طرف کتبہ دکھائی دیتا ہے اور اس کے اوپر ایوان کی چھت زرقام اینٹوں سے مزین ہے۔ (۱)

دوسرے دو ایوان

ایوان طلاء کے دونوں طرف ایوان ہیں جن کی بلندی دس اور چوڑائی دو میٹر اور دونوں طرف کا حصہ پانچ میٹر ہے یہ صفوی دور کی عمارتیں ہیں ان کی سب دیواریں ایوان طلاء کی طرح معرق کاشیوں سے آراستہ ہے۔

ایوان آئینہ

رواق مطہر کے شرقی جانب بھی ایوان طلاء کی طرح ایک بلند و بالا ایوان ہے جس کی

لبائی ۷/۸ اور چوڑائی ۹ میٹر ہے۔ آئینہ کاری کی وجہ سے ایوان آئینہ کے نام سے معروف ہے۔ دیوار کے نیچے ایک میٹر کی بلندی تک سنگ مرمر ہے جس کا ہر حصہ پتھر کے ایک ٹکڑے سے آراستہ ہے اور اس کے اوپر سارے حصوں میں چھت تک آئینہ کاری ہے۔

ایوان کے بیچ میں ایک سنگ مرمر کا کتبہ ہے جس کی چوڑائی تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر ہے جس پر آیہ شریفہ اللہ نور السماوات والارض تا آخر منقوش ہے۔ شرقی رواق کے درمیان ایک چھوٹا سا ایوان ہے جو اصلی ایوان کی طرح مزین ہے جس کے صدر دروازے پر حدیث شریف من زار قبر عمتی بقم فله الجنة کالے حروف سے خط نستعلیق میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ شگفت انگیز ہنری مجموعہ قاجاری دور کے عظیم ہنر کا شاہکار ہے (جو استاد حسن معمار قتی کے ہاتھوں تشکیل پایا تھا) جو صحن نو کے ساتھ میرزا علی اصغر خاں صدر اعظم کے دستور پر بناتھا۔ (۱)

صحن عتیق کے منارے

صحن عتیق میں بر فراز ایوان طلا کے اوپر دو رفیع و بلند منارے ہیں جن کی بلندی ۷/۸ (چھت کی سطح سے) اور قطر ۵۰/۱۰۰ ہے۔ منارے کی کاشی چھ قدم کے ساتھ مزین ہے جس کے درمیان اسماء مبارک اللہ محمد علی بخوبی پڑھے جاسکتے ہیں منارے کے بالائی حصے کو تین ردیفوں میں رکھا گیا ہے جس کے نیچے بخط سفید کتبہ ہے جس پر آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ (غربی منارے میں) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (شرقی منارے میں) مرقوم ہے۔

یہ منارہ محمد حسین خان شاہسون شہاب ملک حاکم قم کے حکم سے ۱۲۸۵ ہجری میں بنایا گیا ہے جس کا قبة ۱۳۰۱ ہجری میں طلاء کاری کیا گیا ہے۔

ایوان آئینہ کے منارے

ایوان کے پایوں پر دو منارے ہیں جن میں سے ہر ایک چھت کی سطح سے ۲۸ میٹر اور گہرائی ۳۲۳۰ میٹر ہے یہ آستانے کی بلند ترین عمارت ہے۔ یہ منارہ سطح بام سے تین میٹر اور آٹھ تساوی الاضلاع پھر آدھا میٹر تین پھر ایک میٹر لمبا ہے اس کے بعد ۲۵ میٹر تک بارہ برجستہ گوشے ہیں اور تمام کے بعد (لکڑی کے منارے کے نیچے) ایک ستون ہے جس پر ایک کتبہ ہے اس کی چوڑائی تقریباً ایک میٹر ہے ان مناروں میں سے ایک کے کتبہ کا متن لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ہے اور دوسری طرف سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ہے۔ پھر ایک بلند عمارت ہے جس کی چوڑائی تقریباً ایک میٹر ہے اس کے اوپر ایک چوبی منارہ ہے جس کا قبة موجود ہے دونوں منارے اوپر سے نیچے تک گرہی کاشی سے مزین ہیں جن کے درمیان خداوند عالم کے نام دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۱)

حرم مطہر کی مسجدیں

مسجد بالاسر

مسجد بالاسر حرم مطہر کے وسیع ترین علاقوں میں شمار ہوتی ہے جہاں عمومی مجلسیں، نماز جماعت ادا کی جاتی ہے۔ صفوی دور میں یہ علاقہ چوڑائی میں ۶ اور لمبائی میں ۳۵،

میٹر آستانہ کے مہمان سرا میں شمار ہوتا تھا چا چاری دور میں تقی خان حسام الملک فرزند فتح علی شاہ کی طرف سے اس عمارت کی نو سازی ہوئی اور بصورت مسجد اس میں دو گنبد بنائے گئے جس کا شمار آستانے کے بزرگ ترین علاقوں میں ہوا۔

۱۳۳۸ھ میں جو مسجد کے غربی حصے میں زمین تھی اس کو ملانے سے اس کی مساحت، ۴ اور ۲۸ میٹر ہو گئی جو تین محکم اینٹوں کے ۳ اور ۲ میٹر ستونوں پر استوار ہے۔ یہ مقدس عمارت اپنی جگہ اسی طرح برقرار تھی لیکن جب مسجد اعظم ایک خاص وسعت و زیبائی کے ساتھ بنائی گئی تو چونکہ مسجد بالا سر کی قدیمی عمارت مسجد اعظم اور حرم کے مطہر کے درمیان خوشنما نہیں تھی لہذا متولی وقت آقائے سید ابوالفضل تولیت نے اس کی نو سازی کا اقدام کیا۔ قدیم عمارت کو زمین کی سطح سے ہٹا دیا گیا اور اس کی جگہ پر ایک بلند و بالا عمارت ۲۴ اور ۴۸ میٹر (بغیر ستونوں کے) معماری کی بے شمار خصوصیات کے ساتھ بنائی گئی جو آج حرم مطہر کی خوبصورت و عمدہ عمارت میں شمار ہوتی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسجد کے جنوبی حصے میں فقہاء اور استوائہ علم و حکمت کی قبریں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ شیخ عبدالکریم حائری اعلیٰ اللہ مقامہ مؤسس حوزہ علمیہ قم، آیتہ اللہ سید محمد تقی خوانساری۔ آیتہ اللہ سید حسن صدر، آیتہ اللہ سید احمد خوانساری طاب ثراہم۔ نیز زمانہ جدید کے علماء و فقہاء، مثلاً علامہ طباطبائی، آیتہ اللہ گلپایگانی، آیتہ اللہ اراکی، آیتہ اللہ بہاء الدینی، آیتہ اللہ میرزا ہاشم آملی، آیتہ اللہ فاضل لنکرائی، نیز انقلاب اسلامی کے شہداء مثلاً استاد شہید مطہری، شہید محراب آیتہ اللہ مدنی اس تربت پاک میں آرام فرما رہے ہیں۔ جبکہ آیتہ اللہ العظمیٰ سید محمد حسین

بروجردیٰ مذکورہ ہال کے رہرو میں دفن ہیں۔

مسجد طباطبائی

مسجد طباطبائی کا گنبد پچاس ستونی ہے جو قدیم زمانے میں جن کی جگہ روضہ مطہر کے جنوبی حصے میں بنایا گیا ہے یہ گنبد بیچ میں چوڑائی کے اعتبار سے اے، اور بلندی کے لحاظ سے ۱۷ میٹر ہے۔ جس کی مساحت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اس کے اطراف ۲۴/۸۰ در ۲۴/۲۰ میٹر ہیں۔ اس مسجد میں بشکل مثلث رواق ہیں جن کے نچلے حصے ۱۵/۲ میٹر ہیں۔ اس کے گنبد کو اینٹوں کی بنیاد پر ۲ میٹر کی موٹائی اور ۳۰/۳۰ میٹر کی بلندی میں بنایا گیا ہے۔ پھر تمام بنیادوں کو نیچے سے تراشا گیا اور ستونوں کے چاروں گوشے سے ایک ستون (بہت اچھے مسالے کی مدد سے جس میں سیمنٹ، چھڑ، لوہا وغیرہ مخلوط تھا) اوپر لایا گیا پھر اندر سے ان چاروں ستونوں کو یکجا کر دیا گیا اور اس طرح یہ عظیم گنبد، ۳۲ سے ۴۰، ستونوں پر برقرار ہوا ان ستونوں کے اوپر جن پر سیمنٹ تھا، مشینوں سے تراشے ہوئے سنگ مرمر چوڑائی میں دس اور بلندی میں پچاس سینٹی میٹر تک مزین کیے گئے۔ اس طرح سب کے سب ستون سنگ مرمر کے لباس سے مزین ہو گئے اور اس گنبد کے ستونوں کے نیچے مدارجی شکل میں بروز ایک فلز جو سونے کی طرح ہوتا ہے، سے مشتمل کر کے اس کی زیبائی میں ایسا اضافہ کیا گیا کہ اس میں چار چاند لگ گئے۔

اس بلند گنبد کے ستونوں کی تعداد رواق اور اطراف کے ستونوں کو ملا کر پچاس ستونوں تک پہنچتی ہے۔ اس بلند و بالا اور با عظمت مسجد کے بانی حجۃ الاسلام جناب محمد طباطبائی فرزند آیۃ اللہ حسین قمی ہیں۔ اس عمارت کی تعمیر میں تقریباً ۲۰،

سال صرف ہوئے (۱۳۵۰ ہجری سے لے کر ۱۳۷۰ ہجری تک تعمیر ہوئی) اس مکان مقدس کے شمال مغربی علاقے میں بزرگ علماء و شہدا کی قبریں ہیں مثلاً آیۃ اللہ ربانی شیرازی، شہید ربانی املشی، شہید محمد منتظری، شہید آیۃ اللہ قدوسی، شہید محلاتی جس نے اس مکان مقدس کی معنویات میں اور اضافہ کر دیا۔

مسجد اعظم

لَمْ يَسْجُدْ اُنْسٌ عَلَى التَّقْوَى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُومَ فِيهِ
 باعظمت دینی آثار میں سے ایک عظیم اثر مسجد اعظم ہے جو عالم تشیع کے علی الاطلاق مرجع تقلید آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی قدس سرہ کی بلند ہمتی کا ثمرہ ہے۔ یہ مسجد حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم کے نزدیک زائروں کی آسانی کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ بلند و بالا عمارت آستانہ رفیع فاطمی کے کنارے ایک فرد فرید مسجد ہے۔ جسے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ گلپایگانی کی اجازت سے درمیان سے دیوار ہٹا کر حرم کا حصہ قرار دیا گیا۔

مسجد کی تاسیس کا سبب

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محمد حسین بروجردی اعلیٰ اللہ مقامہ کے لیے اس مسجد کی بنا کی اساسی ترین وجہ و ضرورت یہ تھی کہ وہ کریمہ اہل بیت کی بارگاہ میں ایک ایسی مناسب مسجد کی کمی محسوس کر رہے تھے جس میں زائرین روحانی فیوض سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہو سکیں۔ لہذا اسی کمی کا احساس کرتے ہوئے انھوں نے اپنے احساسات کو عملی جامہ پہنا دیا۔ چنانچہ بعض بزرگوں کے بیان کے مطابق آپ نے فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ حرم مطہر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے جوار میں ایک ایسی مسجد کی بنیاد

ڈالوں جو حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کے حرم کے کنارے مسجد گوہر شادی طرح باجلالت ہو۔ دوسری طرف آپ کا نظریہ تھا کہ حوزہ علمیہ قم ایک طویل مدت تک مختلف دروس خصوصاً درس خارج کے لیے ایک وسیع و عریض جگہ کا نیاز مند ہے، اس سے بہتر کیا ہوگا کہ یہ عظیم مرکز حرم مطہر کے جوار میں بنام مسجد ہو۔ آپ کی اس نیت میں کتنا خلوص تھا اس کی گواہی آج بھی قبر مطہر دے رہی ہے۔

یقیناً اس مسجد کو قرآن مجید کی اس آیت لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ (۱) (وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ ضرور اس کی حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو) کے مصادیق میں سے ایک روشن مصداق کہا جاسکتا ہے۔

تاریخ تاسیس

۱۱ / ذی القعدہ ۱۳۷۳ ہجری روز ولادت باسعادت حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کو ایک خاص جاہ و چشم کے ساتھ اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔

مشکلات

اس مسجد کو بنانے میں ایک اہم مشکل اس کے لیے زمین کی کمی تھی۔ جیسا کہ خود مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف سے آستانہ مقدسہ کی طرف تو دوسری جانب نہر کے ساحل کی طرف سے محدود ہے۔ نتیجتاً مسجد کا جغرافیائی ڈھانچہ ایک ناموزن شکل میں مثلث ہے جس کا غربی حصہ تقریباً ۱۲۰ میٹر اور بنیاد ۱۵ میٹر ہے۔ ایک دوسری مشکل وہ گھر تھے جو مسجد کے اطراف میں واقع تھے جن کا خریدنا ایک خطیر رقم کا

معاملہ تھا۔ لیکن آیۃ اللہ بروجردی کے حکم پر ان تمام مکانوں کو بہت ساری مشکلیں برداشت کر کے خرید لیا گیا اور ان کے مالکوں سے رضایت بھی لے لی گئی۔ اسی طرح مسجد بالاسر کی جانب سے ۳۰۰ میٹر سے زیادہ جگہ آستانہ مقدسہ کی عمارتوں اور متعلقات میں شمار ہو رہی تھی جو آپ کی خاص درایت سے مسجد میں شامل ہو گئی۔ آخر کار مذکورہ مشکلوں کو دور کر کے باعنایات الہی مشہور معروف انجینئروں اور معماروں کے زیر نظر (مثلاً لرزادہ صاحب مرحوم) دقیق نظر کے ساتھ جامع طور پر مسجد کا نقشہ بنایا گیا۔ اور اسی نقشے کی بنیاد پر مسجد بننے لگی چھ سال کی جاں توڑ محنت کے بعد مسجد کا اچھا خاصہ حصہ بن کر تیار ہو گیا اور ۱۳۳۹ شمسی سال کے چھٹے مہینے آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی قدس سرہ کی اقتدا میں نماز جماعت کے ذریعے اس مسجد کا افتتاح ہو گیا۔ اس کے بعد تمام افراد مسجد سے بہرہ مند ہونے لگے۔

مسجد کا معماری خاکہ

مسجد کی مجموعی مساحت تقریباً ۱۲۰۰ مربع میٹر ہے۔ پوری عمارت محکم مسالوں (جن میں سینٹ چھوٹے چھوٹے پتھر، لوہے کے چھڑ وغیرہ استعمال کیے گئے ہیں) سے بنائی گئی لہذا یہ مسجد مضبوطی کے حوالے سے اسلامی عمارتوں میں کم نظیر شمار ہوتی ہے۔ مسجد میں چار شبستان (ہال) ہیں جن میں گنبد کے نیچے والے شبستان کی مساحت ۴ مربع میٹر اور اس کے دونوں طرف ہر شبستان کی مساحت ۹۰ مربع میٹر ہے۔ نیز مسجد کے شمالی حصے میں گھڑی کے نیچے ایک شبستان ہے جس کی مساحت ۳۰۰ مربع میٹر ہے۔ تمام شبستانوں کی چھتوں کی بلندی اس کی سطح سے تقریباً ۱۰ میٹر ہے، مسجد کے غربی حصے میں بیت الخلاء اور مسجد کا وضو خانہ ہے نیز خادموں کے لیے ایک ہال

بنام آسا شگاہ ہے۔ اسی طرح مسجد کے غربی حصے میں ایک لائبریری بنائی گئی ہے۔ جس میں دو ہال ہیں۔ ایک مطالعہ کے لیے اور دوسرا ہال کتابوں کا مخزن ہے لائبریری میں داخل ہونے کا راستہ مسجد اعظم میں داخل ہونے والی گزرگاہ سے ہے۔ اس مسجد میں ایک بڑا سا گنبد ہے جس کی موٹائی ۳۰ مربع میٹر اور بلندی سطح بام سے ۱۵ مربع میٹر ہے اور شبستان سے اس کی بلندی ۳۵ مربع میٹر ہے۔ (خاطرات زندگی آیۃ اللہ بروردی ص ۱۰۱) اس کے بلند و بالا گلدستے سطح بام سے ۲۵ مربع میٹر اور سطح زمین سے ۴۵ مربع میٹر ہیں۔ اسی طرح گھنٹی بجنے والی خوبصورت گھڑی پر ایک چھوٹا سا گنبد ہے جو چاروں طرف سے دکھائی دیتا ہے۔ یہ مسجد تزئین اور کاشی کاری کے اعتبار سے آخری صدی میں اسلامی ہنر کا بہترین نمونہ شمار ہوتی ہے۔ (۱)

بہترین مصرف

انقلاب کی کامیابی کے بعد حرم مطہر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے زائرین کے استقبال کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس مسجد کی عبادی و معنوی فضا کی بارگاہ معصومہ سلام اللہ علیہا میں شدید ضرورت محسوس کرتے ہوئے نیز مسجد اعظم کا بطور کامل استفادہ نہ ہونے کی وجہ سے کہ جو اس کے بانی کا اصل ہدف تھا ماہ مبارک رمضان کے آخری عشرے میں ۱۳۷۱ شمسی میں موازین شرعی اور قانون کی رعایت کرتے ہوئے مسجد اعظم اور بالائے سر کے حصے کو ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد مسجد کے اداری و خدماتی امور کو آستانے کے سپرد کر دیا گیا۔

آستانہ مقدسہ کے متولی محترم کو حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای دام ظلہ

العالمی کی طرف سے دستور ملنے کے بعد اس امور سے مربوط مسئولین پابند ہو گئے کہ مسجد کے موقوفات میں مداخلت کیے بغیر مسجد کی نگہداری، اس کی حفاظت اور اس کے متعلقات کی پاسبانی نیز اس میں کام کرنے والوں کی تنخواہ کی ذمہ داری سنبھالیں۔

اب یہ مکان مقدس محققین کی تحصیل کے لیے ایک مناسب ترین مکان ہو گیا ہے کیوں کہ ایام تعلیم میں اکثر و بیشتر مراجع تقلید اسی مکان میں درس دیتے ہیں اور طلاب و فضلاء کی کثیر تعداد ان کے علمی فیوض و کمالات سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ اسی طرح مختلف مذہبی پروگرام جو مسجد کی زینت میں اضافے کا باعث ہیں، بڑی شان و شوکت کے ساتھ برپا ہوتے ہیں۔

حرم مطہر کا صحن نو (اتابکی)

صحن نو ایک وسیع و خوش منظر و قابل دید بنا ہے جس نے اپنی خاص معنویت کے ذریعے بارگاہ فاطمی کی جلالت و عظمت میں اضافہ کر دیا ہے یہ خوبصورت صحن چار ایوانوں، شمالی، جنوبی، شرقی اور غربی پر مشتمل ہے۔ اس کا شمالی ایوان میدان آستانے کی طرف سے وارد ہونے کا راستہ ہے اور جنوبی ایوان خیابان موزہ (میوزیم روڈ) سے وارد ہونے کا راستہ ہے اور شرقی ایوان خیابان ارم (ارم روڈ) سے وارد ہونے کا راستہ ہے۔ ان تمام ایوانوں میں ہنری و معماری کے ظریف آثار ہر فن کار، ہنر شناس کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

غربی ایوان وہی ایوان طلا ہے جو صحن نو سے روضہ مقدسہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ ان باجلالت ایوانوں (خصوصاً ایوان آئینہ) کے وجود اور صحن مطہر کے وسط میں بیضوی شکل کے حوض (جس کی اپنی اہم خصوصیت ہے) نے اس مکان مقدس

کی زیبائی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

یہ صحن مرزا علی اصغر خان صدر اعظم کے آثار میں سے ہے۔ جس کے بننے میں ۸ سال کی مدت صرف ہوئی ہے۔ (۱۲۹۵ھ سے ۱۳۰۳ھ) اس صحن میں بہت سارے علماء کی قبریں ہیں، مثلاً مشروطیت کے زمانے میں شہید ہونے والے بزرگوار آیتہ اللہ شیخ فضل اللہ نوری، شہید آیتہ اللہ مفتی، بزرگ عالم شیعہ قطب الدین راوندی حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کے زائرؤں کے لیے ضروری ہے کہ ان راہ امامت و ولایت کے فداکاروں کی زیارت سے مشرف ہوں اور اس سے کبھی غافل نہ ہوں۔

صحن عتیق (صحن قدیم)

صحن عتیق جو روضہ مبارکہ کے شمال میں واقع ہے وہ ایک سب سے پہلی عمارت ہے جو قبہ مبارکہ پر بنائی گئی ہے۔

اس صحن کو تین خوبصورت ایوان جو جنوب میں واقع ہے جو وہی ایوان طلا ہے جو روضہ مطہر سے صحن میں وارد ہونے کا راستہ ہے۔ مشرقی والا صحن عتیق سے صحن نو میں وارد ہونے کا راستہ ہے، یہ صحن چھوٹا ہونے کے باوجود باجلالت ایوانوں اور متعدد حجرؤں کی وجہ سے ایک خاص خوبصورتی کا حامل ہے۔

اس صحن اور اس کے اطراف کے ایوانوں کو شاہ بیگم دختر شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۲۵ ہجری میں بنوایا تھا۔

صحن صاحب الزماں و شبستان (ہال) امام خمینیؑ:

یہ نیا صحن جو گزشتہ سالوں میں تعمیر کیا گیا ہے مسجد محمدیہ (قدیم) کی اور پیل انجی کے

قریب مکانات اور مہمان سراؤں کو ختم کر کے بنایا گیا ہے۔ یہ صحن اپنے ایوانوں اور حجروں کے ساتھ آٹھ ہزار مربع میٹر پر چار بڑے دروازوں کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ اس کی تعمیر ۱۳۸۱ھ میں شروع ہوئی اور ۱۳۷۷ھ میں مکمل ہوئی۔ شبستان امام خمینیؑ کے چار دروازے ہیں مغربی دروازہ پل آہنجی، شمالی دروازہ مسجد اعظم، اور جنوبی دروازہ جدید خیابان پر واقع ہے۔ اس صحن کی دیواریں قرآنی آیات اور مختلف خطوں سے مزین ہیں۔ اس صحن کے وسط میں خوبصورت حوض بنایا گیا ہے۔

یہ آستانہ مقدسہ حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے ہنری و معماری آثار کا ایک مختصر خاکہ تھا۔ اسلامی ہنرمندوں کے لیے مناسب ہے کہ اس بلند و بالا عمارت کو جس میں ہنر کے خزانے پوشیدہ ہیں نزدیک سے دیکھیں اور اس کے موجد کو داد و تحسین سے نوازیں۔

نماز جماعت:

یوں تو حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا میں آپؑ کی تدفین کے وقت سے ہی اسے عبادت الہیہ کی جگہ قرار دی گئی تھی لیکن باقاعدہ مذکورہ مساجد کی تعمیر کے بعد جن مجتہدین و مراجع نے اس میں امامت کے فرائض انجام دیے، ان میں:

حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ سید محمد حسین بروجرودیؒ، حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپاگانیؒ، حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفیؒ، حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ شیخ محمد فاضل لنکرانیؒ، حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ شبیری زنجانیؒ، حضرت آیتہ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازیؒ، حضرت آیتہ اللہ ابراہیم امینیؒ، حضرت آیتہ اللہ اشتہار دی و غیرہ جیسی شخصیات سر فہرست ہیں۔

فصل ششم

منظومات

(در شانِ کریمہ اہل بیتؑ)

PIA

jabir.abbas@yahoo.com

حضرت فاطمہؑ معصومہؑ شعراء کی زبانی

اگرچہ قرآن مجید سورہ شعراء کی آخری آیات میں شعراء کی مذمت کی وجہ اور تعریف کی وجہ دونوں بیان کر دی گئی ہیں، گویا شاعری ایک ایسا فن ہے جو معاشرے کو بے راہ روی کی طرف لے جاسکتا ہے اور ہدایت اور کامیابی کی راہ پر بھی گامزن کر سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: ”حالاں کہ ان میں اکثر تو جھوٹے ہیں اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ جنگل جنگل سرگرداں مارتے پھرتے ہیں اور یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جو کبھی نہیں کرتے مگر ہاں! جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں، اور جب ان پر ظلم کیا جا چکا تو انہوں نے ظالموں سے بدلہ اور عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جنہوں نے ظلم کیا، وہ کہاں لوٹائے جائیں گے۔“ (سورہ شعراء آیات ۲۲۳ تا ۲۲۷)

مذکورہ آیت میں شاعر کے اہداف کو معین کر دیا گیا ہے کہ وہ ایمان، عمل صالح، ذکرِ خدا اور ظلم کے خلاف اپنے فن کا استعمال کرے۔ چنانچہ مسلمان شعراء ان چاروں نکات کو اہل بیتؑ کی مدح اور دشمنانِ اہل بیتؑ کی ذم میں شمار کرتے ہیں، اور شاعری کی تاریخ میں حسان، فرزدق، دعلج، ابو العطاء، سید حمیراؒ وہ نام ہیں جنہوں نے اس خدمت کی بنیاد ڈالی۔

تاریخ کی رہ گذر میں مکتب امامت و ولایت کی ترویج اور فضائل و مناقب اہلبیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے نشر میں مسلمان شاعروں کا ایک اچھا کردار رہا ہے، جن کے حکمت آمیز فضائل و محاسن پر مشتمل اشعار نے ہمیشہ عاشقانِ خاندان

نبوت و رسالت کے قلوب کو جلا بخشی ہے اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں اضافے کا سبب قرار پائے ہیں۔ ایک زندہ جاوید سند کی حیثیت سے گلستانِ فضائلِ اہل بیت کو معطر کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

اسی رہ گزریں کریمہ اہل بیت علیہم السلام کی عظمت نے ان منادیانِ حق شعراء کو بارگاہِ ملکوتی حضرت معصومہ علیہا السلام میں عرضِ ادب پیش کرنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح وہ پر معنی اشعار و قصائد کہنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

زبانِ فارسی میں تو حضرت معصومہ کی شان میں قصائد کی تعداد بہت زیادہ ہے کہ اگر بطور مستقل اس پر کام کیا جائے تو ایک دیوان ہو جائے گا۔ لیکن اُردو میں موجود منتخب قصائد اس کتاب میں جمع کر کے اسے ایک مستقل فصل قرار دیا ہے۔

بنا براین دورِ حاضر کے جن شعراء کے اشعار دستیاب ہو سکے ہیں انہیں اس فصل میں ذکر کر رہے ہیں، خاص طور پر سالِ گزشتہ بابِ العلم میں منعقدہ محفلِ میلاد حضرت معصومہ میں جن شعرائے کرام نے اپنا کلام پیش کیا، شامل کر رہے ہیں۔

اگرچہ بہت سے بزرگ اور دیگر معروف شعرائے کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ ان سے رابطہ نہ کر سکے، ان قصائد کو لکھنے کا ایک مقصد منقبتِ خوانِ حضرات کے لیے حضرت معصومہ کی شان میں کلام مہیا کرنا بھی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان شعرائے کرام کے کلام کو اپنی بارگاہ میں قبول

فرمائے۔ (آمین)

عنوان: دونورِ مظهر کلام: امام خمینی رضوان الله تعالی علیه

ای ازلیت به تربیت تو مخمّر
آیت رحمت ز جلوه توهویدا
جودت هم بستر، به فیض مقدس
برده کشد گر که عصمت تویه اجسام
جلوه توایزدی را مجلی
گویم واجب ترا، نه آنت رتبت
ممکن اندر لباس واجب پیدا
ممکن اما چه ممکن، علت امکان
ممکن اما یگانه واسطه فیض
ممکن اما نمود هستی از وی
وین نه عجب ز آنکه نور اوست ز زهرا
نور خدا در سول اکرم پیدا
وز وی تابان شده به حضرت زهرا
این است آن نور کز مشیت کن، کرد
این است آن نور کز تجلی قدرت
شیطان عالم شدی اگر که بدین نور
آبروی ممکنات حمله از این نور
جلوه این خود عرض نمود عرض را
عیسی مریم به پیشگاهش دربان
این یک چون دیده بان فراشده بر دار

وی ابدیت به طلعت تو مقرر
رایت قدرت در آستین تو مضمّر
لطف هم بالشاء به صدر مصدر
عالم اجسام گردد، عالم دیگر
عصمت تو سرمختفی را مظهر
خوانم ممکن ترا، ممکن برتر
واجبی اندر ردای امکان مظهر
واجب، اما شعاع خالق اکبر
فیض به مهتر رسد وز آن پس که تر
ممکن اما ممکنات فزون تر
نور وی از حیدر است و اوز پیمبر
کرد تجلی زوی به حیدر صفدر
اینک ظاهر ز دخت موسی جعفر
عالم، آن کاو در عالم است منور
داد به دوشیزگان هستی زیور
ناگفتی، آدم ز خاک هست و من آذر
گر نبودی، باطل آمدند سراسر
ظّلش بخشود، جوهریت جوهر
موسی عمران به بار گاهش چاکر
وین یک چون قایقان معطی بر در

یا که دو طفلند در حریم جلالش
 این یک انجیل را نماید از حفظ
 گر که نگفتی امام هستم بر خلق
 فاش بگفتم که این رسول خدای است
 دختر جز فاطمه نیابد این سان
 دختر چون این دوازده شیمه قدرت
 آن یک امواج علم را شده میدا
 این یک از خط ابش مجلی
 این یک بر فرق انبیا شده تارک
 این یک در عالم جلالت کعبه
 لم یلد بسته لب و گرنه بگفتم
 این یک کون و مکانش یسنه به مقع
 چادر آن یک حجاب عصمت ایزد
 آن یک بر ملک لایزال تارک
 تابشی از لطف آن بهشت مخلد
 قطره ای از جود آن بحار سماوی
 آن یک خاک مدینه کرده مزین
 خاک قم این کرده از شرافت حیت
 عرصه قم غیرت بهشت برین است
 زید اگر خاک قم به عرش کند فخر
 خاکی عجب خاک، آبروی خلایق
 گر که شنیدندی این قصیده هندی
 آن یک طوطی صفت همی نسرودی
 وین یک قمری نمط همواره نگفتی
 از پی تکمیل نفس آمده مضطر
 و آن یک تورات را بخواند از بر
 موسی جعفر، ولی حضرت داور
 معجزه اش می بود همانا دختر
 صلب پدر را و هم مشیمه مادر
 نامد و نایدد گر همواره مقتدر
 وین یک افواج حلم را شده مصدر
 وین یک معدوم از عقابش مستر
 وین یک اندر سر او لیار امغفر
 وین یک در ملک کبریائی مشعر
 دخت خدایند این دونور مظهر
 وین یک ملک جهانش بسته به معجر
 معجز این یک نقاب عفت داور
 این یک بر عرش کبریائی افسر
 سایه ای از قهر این جحیم مقعر
 رشحه ای از فیض این ذخایر اغبر
 صفحه قم را نموده این یک انور
 آب مدینه نموده آن یک کوثر
 بلکه بهشتش یساولی است برابر
 شاید گر لوح را بیاید همسر
 ملجأ بر مسلم و پناه به کافر
 شاعر شیراز و آن ادیب سخنور
 ای به جلالت ز آفرینش برتر
 ای که جهان از رخ تو گشته منور

عنوان: نگین خاتمیت

کلام: حضرت آیه الله العظمی وحید خراسانی دامت برکاته

وی گوهر دُرُج عز و تمکین	ای دختر عقل و خواهر دین
ای علم و عمل مقیم کویت	عصمت شده پای بند مویت
همشیره ماه و دخت خورشید	ای میوه شاخسار توحید
فرخنده نگین خاتمیت	وی گوهر تساج آدمیت
پس تخت تو را به قم نشانند	شیطان به خطاب قم برانند
ناموس خدای جایش اینجا است	کاین خانه بهشت و جای حق است
زین خاک که چشمه حیات است	اندر حرم تو عقل مات است
جانی است که در تن جهان است	جسمی که در این زمین نهان است
عکسی بود از قم و خراسان	این ماه منیر و مهر تابان
مشکات صفت عرش و کرسی	ایران شده نور بخش ارواح
محتاج تر از همه وحیدی است	هر کس به درت به یک امید است



عنوان : نگینِ قم

کلام: حجة الاسلام والمسلمین جواد محمدی

شهرها انگشترند و قم، نگین
 تربت قم، قبله عشق و وفاست
 مرقد معصومه ع چشم شهر ما
 دختری از اهل بیت آفتاب
 در حریمش مرغ دل پر می زند
 هر دلی اینجاست مجذوب حرم
 این حرم باشد ملانک را مطاف
 دیده پاکان به قبرش دوخته
 حوزه قم هاله ای برگرد آن
 قم همیشه رفته راه مستقیم
 شهر خون، شهر شرف، شهر جهاد
 هر کجا را هر چه سیرت داده اند
 نقطه قاف قیامند اهل قم
 اهل قم ز اول ولایت داشتند
 اهل قم از یاوران قائم اند
 دختر موسی بن جعفر ع را درود
 قم، همواره حجت روی زمین
 شهر علم و شهر ایمان و صفاست
 مهر او جانهای ما را کهریا
 وارث درّ حیا، گنج حجاب
 هر گرفتار آمده، در می زند
 حان، اسیر رشته جود و کرم
 زائران را ارمغان، عشق و عفاف
 عصمت و پاکی از آن آموخته
 فقه و احکام خدا را مرزبان
 بوده در مهد هدایتها مقیم
 شهر فقه و حوزه، علم و اجتهاد
 اهل قم را هم بصیرت داده اند
 برق تیغ بی نیامند اهل قم
 در دل و در دیده آیت داشتند
 در قیام و پیشتازی دائمند
 کز عنایاتش تراوید این سرود



فخر جہاں

(از: جناب مظفر حسین (شادان دہلوی)

یہ فاطمہؑ ، شہزادی قمؑ ، فخر جہاں ہیں
 موجود یہاں ان کی عبادت کے نشان ہیں
 یہ موسیٰ کاظمؑ کی ہیں وہ دُختر پُر نور
 معصومہؑ ہیں امکانِ خطا ان میں کہاں ہیں
 معصومہؑ قمؑ، مولا رضاؑ، نسبؑ و شہیرؑ
 دُنیا میں بھلا ایسے بہن بھائی کہاں ہیں
 ان کے لیے مولائے دو عالمؑ کا ہے ارشاد
 معصومہؑ قمؑ ثانی خاتونِ جنان ہیں
 بھائی کی مہرِ حیات میں مدیے سے کیا گوج
 اس عمر میں بھی صاحبِ ایثارِ جوان ہیں
 زہراؑ کی جو تربت کا نشان پا نہیں سکتے
 وہ روضہٴ معصومہؑ پہ مصروفِ فغاں ہیں
 غلے نہ دیا بھائی سے مظلوم بہن کو
 عباسیوں کے واسطے یہ ظلمِ گراں ہیں
 جو عظمتِ معصومہؑ قمؑ کے نہیں قائل
 ان کے لیے درجات یہاں ہیں نہ وہاں ہیں
 سب مسئلے حل ہوتے ہیں آکر اسی درپر
 سب مشکلیں آسان جو ہوتی ہیں یہاں ہیں

سب اپنی مُرادوں کے لیے آتے ہیں قم میں
 جو بابِ حرمِ اِن کے ہیں وہ بابِ جِناں ہیں
 انبار در انبار جو ہیں اِن کے فضائل
 انگشتِ بدنداں قلمِ اہلِ جہاں ہیں
 وہ عظمت و توقیر ہے معصومہٴ قمؑ کی
 تاریخِ نویسوں کے قلمدانِ دُھواں ہیں
 یہ حوزہٴ علمیہٴ قم کی ہے فضیلت
 جو علم کے دریا یہ زمانے میں رواں ہیں
 جو حجتہٴ الا سلام میسر ہیں یہاں سے
 وہ منبر و محراب کی عظمت کا نشان ہیں
 آنسو ہیں رواں روضہٴ معصومہٴ قمؑ پر
 آنسو جو ہر اک ٹوٹے ہوئے دل کی زباں ہیں
 عرضی بھی ہے، حسرت بھی، تمنا بھی، دُعا بھی
 اِن آنسوؤں میں دل کے سب ارمان نہاں ہیں
 شاداں یہ ہوں مقبول تو بی بیؑ کا کرم ہے
 ورنہ تو نصیبِ اپنے بھلا ایسے کہاں ہیں



مدحتِ معصومہ رقم

(از: جناب سید نسیم الحسن (حسن زیدی))

مدحتِ معصومہ رقم میں بڑی تاثیر ہے
یہ برائے حفظِ ایمان تحفہ تنویر ہے
آسمانِ علم و حکمت پر یہی تحریر ہے
سر زمینِ قم بڑی اچھی تیری تقدیر ہے
کب جدا ہیں فاطمہ زہراؑ سے قم کی فاطمہؑ
ایک ہے قرآن کی صورت دوسری تفسیر ہے
مثلی زہراؑ رکھتی ہیں معصومہ رقم بھی عزیز
اس کو جو بھی غم گسار حضرتِ شیرؑ ہے
سرزمینِ قم بھی شامل ان کی ہے جاگیر میں
جس طرح سے کربلا عباسؑ کی جاگیر ہے
بھائی سے ان کی محبت اور عقیدت دیکھ کر
”پیش حق معصومہ رقم کی بڑی توقیر ہے“
یہ بھی اک پہلو ہے ان کی عظمت و تحریم کا
مثلی زہراؑ فاطمہؑ نام ان کا بھی تحریر ہے
کہہ دیا مولا رضاؑ نے اپنے ہر زائر سے یہ
پہلے تم پہ فرض طوافِ روضہ ہمیشہ ہے
کربلا ہمشہد، مدینہ اور نجف کی طرح سے
روضہ معصومہ رقم کی بڑی توقیر ہے
معجزاتِ حضرتِ معصومہ رقم سے حسن
ہر طرف دنیا میں پھیلی علم کی تنویر ہے

ایمان کی تفسیر

(از: جناب نقاش کاظمی)

ایمان کی تفسیر ہیں معصومہ قلم
 اسلام کی تصویر ہیں معصومہ قلم
 اک خواب کہ تھا موسیٰ کاظم کا تصور
 اس خواب کی تعبیر ہیں معصومہ قلم
 سب مانگتے آتے ہیں مری طرح یہاں بھی
 زوار کی تقدیر ہیں معصومہ قلم
 جن ہاتھوں نے ہمیشہ کی عظمت کو سراہا
 اُن ہاتھوں کی تحریر ہیں معصومہ قلم
 پرتو ہیں رضاؑ گرچہ حسینؑ ابن علیؑ کے
 زمیْن کی سی ہمیشہ ہیں معصومہ قلم
 ہم نام کی ہے ساری صفت ذات میں ان کی
 زہراؑ ہی کی تصویر ہیں معصومہ قلم
 ”حرمین“ نے نقاش ہمیں لاکے دکھایا
 اس شہر کی تقدیر ہیں معصومہ قلم



کیا میری تقدیر ہے

(از جناب سید عباس حیدر زیدی)

لوح پر کندہ ہے، قلب لوح میں تحریر ہے
 خاکِ قم خاکِ نجف کی ہو یہو تصویر ہے
 سوئے قم ہم گامزن ہیں کس نئی جج دھج کے ساتھ
 ہاتھ میں اپنے علم ہے، پاؤں میں زنجیر ہے
 کیا ہے حق اور کیا ہے باطل، جا اور اُن سے پوچھ لے
 جن کے دل میں کربلا ہے اور پاتصویر ہے
 قم ہے اک ایسا صحیفہ طوس پر اُترا ہوا
 آخری آیت جہاں آغاز میں تحریر ہے
 یہ نسب میں ائما ہیں اور حسب میں حل اتی
 ان کے خوں میں سیدہ کے خون کی تاثیر ہے
 ایک شہزادی نے جو کی تھی سر دربارِ شام
 قم کا ہر منظر اُسی تقریر کی تفسیر ہے
 قم سے جب میں لوٹ کر آؤں تو مجھ سے پوچھنا
 کیا میری تقدیر تھی اور کیا میری تقدیر ہے



مدحتِ معصومہ قم (از: جناب ریاض میرٹھی)

مدحتِ معصومہ قم ثوبی تقدیر ہے
مدحِ ان کی آیہ تطہیر کی تفسیر ہے
انکی اُلفت انکی چاہت شاملِ ایمان ہے
نامِ ان کا زندگی کی لوح پر تحریر ہے
وہ خیر کاظمِ امینِ جرأتِ حیدر بھی ہے
ثانیِ زہرا کی اس کے خون میں تاثیر ہے
روضہِ معصومہ قم مرکزِ انوار ہے
تشنگانِ علم کے یہ خواب کی تعبیر ہے
شیرِ قم کو شیرِ ثوبی رپ اکبر کر دیا
وصفِ معصومہ کا یہ تاریخ میں تحریر ہے
موسیٰ کاظم نے اس کا نام رکھا فاطمہ
مثلِ زینب یہ امامِ وقت کی ہمشیر ہے
برسرِ قم آج بھی مینارِ عزم و آگہی
آپ کے کردار کی بنیاد پر تعمیر ہے
موسیٰ کاظم سے جرأتِ انکو ورثے میں ملی
صبر اور ایثار بھی اجداد کی جاگیر ہے
راہِ ایثار و وفا میں اپنے بھائی کے لیے
ہو یہ زینب و گلشوم کی تصویر ہے
ورثہِ معصومہ قم حق کی جانب سے ریاض
عزم و ہمت کی سہر اور علم کی شمشیر ہے

(از: جناب ساغر نقوی)

اونج پر تقدیر ہے

اللہ اللہ دیکھیے کس اونج پر تقدیر ہے
 مدحتِ معصومہؑ قلم میں بری تحریر ہے
 مرتبہ ان کا بھی مثلِ زینبؑ دلگیر ہے
 ”پیشِ حقِ معصومہؑ قلم کی بڑی توقیر ہے“
 قلم کی جانب لے چلا مجھ کو تصور میں قلم
 صفحہ قرطاس پر تنویر ہی تنویر ہے
 دُخترِ بابِ الحوائج کی لکھوں میں منقبت
 ہر گھڑی فکرِ رسا کی بس یہی تدبیر ہے
 بھائی سے معصومہؑ قلم کو ہے اُلفتِ اس طرح
 جس طرح زینبؑ فدائے حضرتِ خیمہؑ ہے
 ان کے روضے کی زیارت ہے بشارتِ عہد کی
 فاطمہؑ ہے مثلِ زینبؑ وارثِ تطہیر ہے
 فاطمہؑ کا فیض ہے علمِ ہدایت کے لیے
 قلم کی شہرت اس لیے تو آج عالمگیر ہے
 قلم سے آئے جو خراساں آئے زیارت کے لیے
 والی مشہد کو پیاری کس قدر ہمیشہ ہے
 اُن کو روضے پر بلا نے کا ہو بی بی انتظام
 گردشِ دوراں کی جن کے پاؤں میں زنجیر ہے
 سجدہ کرتے ہیں ملائک ان کے در پر آن کر
 ثانی زہراؑ ہے مثلِ زینبؑ دلگیر ہے
 ذرہ ذرہ قلم کا اُن کے نور سے روشن ہوا
 فاطمہؑ کے نام کی ساغرِ عجب تاثیر ہے

حرفِ ثنا سلام

(از: جناب ڈاکٹر ریحان اعظمی)

شہزادیِ قم خواہرِ مولا رضا سلام
ہم نامِ بنتِ مصطفیٰؐ بے ساختہ سلام
آیا ہے جو بھی آپؐ کے روضے پہ ایک بار
قسمت نے اُس کی، اُس کو کیا بارہا سلام
نہیبِ مثال آپؐ بھی بھائیؑ پہ تھیں فدا
کیوں نہ کروں میں آپؐ کو بی بی سدا سلام
مولا رضاؑ کے یومِ شہادت پہ آپؐ کو
سینہ زنی سے کرتے ہیں اہلِ عزا سلام
تھا نامِ فاطمہؑ تو وہی طور تھے سبھی
لکھ کر قلم بھی کرتا ہے صدِ مرجبا سلام
پُرسا تمہارے بھائیؑ کا دینے میں قلم گیا
نوحہ کبھی پڑھا کبھی پڑھتا رہا سلام
اُس کی سلامتی میں کوئی شک نہیں رہا
کرتا ہے جو بھی آپؐ سے لے کر دُعا سلام
دختر ہیں بی بی آپؐ بھی مظلوم باپ کی
کیسے کریں نہ آپؐ کو زین العباسلام
نان و نمک ہے آپؐ کے بھائیؑ کا مستقل
مشہد کے زاروں کے لیے اک عطا سلام
بی بیؑ تمہارے روضے پہ بھرتی ہیں جھولیاں
دیتا ہے بھائیؑ آپؐ کا سب کو شفا سلام

مدحت ہو آپ کی یا امام رضا کی ہو
 دراصل پیش کرتا ہے حرفِ ثنا سلام
 روضہ تمہارا نقطہ جہ _____ سے کم نہیں
 کرتا ہے اس بنا پہ تو عرشِ علا سلام
 معصوم خانوادے کی معصومہ آپ ہیں
 معصومیت پہ آپ کی صبح و مساء سلام
 پڑھتا ہوں یا سلام کی تسبیح دم بہ دم
 شاید اسی طرح سے ہو میرا ادا سلام
 کر کے سلام آپ کو گھر سے نکلتا ہوں
 دورِ فنا میں دیتا ہے ہم کو بقا سلام
 تم کو سلام کرنا نہ بھولوں گا میں کبھی
 بچے کا اپنے نام ہے میں نے رکھا سلام
 مشکل کو ٹال دیتا ہوں کہتا ہوں جس گھڑی
 یا فاطمہؑ یا طاہرہؑ یا سیدہؑ سلام
 ریحانِ کوئی کام کیا ہی نہیں، مگر
 نوحہ، رُباعی، سوز، لکھا، مرثیہ سلام



عُلُوئے مرتبت (از: جناب پروفیسر ڈاکٹر سید سیّد جعفر زیدی)

کوئی جانے بھلا کیا مَقْدَرِ معصومہ قُم کی
خُدا ہی جانتا ہے منزلتِ معصومہ قُم کی
زیارت کے لیے وہ پالِیقِ ایران آئے گا
لکھے گا جو کوئی بھی منقبتِ معصومہ قُم کی
ہیں یہ بھی فاطمہؑ، اِن کا لقبِ معصومہ قُم ہے
مُقَدَّس کس قدر ہے شخصیتِ معصومہ قُم کی
نہیں معصوم، پر محفوظ تھیں ہر اک بُرائی سے
کوئی کیا کر سکے گامِ نقصت، معصومہ قُم کی
انہیں معصومِ آئمہؑ بھی کہا کرتے تھے معصومہ
یہ عظمت دیکھیے زینبؑ صفتِ معصومہ قُم کی
وہ ہوں مولاؑ رضاؑ یا اِن کے والدِ موسیٰ کاظمؑ
کیا کرتے تھے سب عزتِ بہتِ معصومہ قُم کی
زیارت اور سلامی کو امامِ عصرؑ آتے ہیں
کوئی دیکھے عُلُوئے مرتبتِ معصومہ قُم کی
جو زائرِ طُوس آئے گا، میٹر لازماً ہوگی
شُفاعت اُس کو یومِ آخرتِ معصومہ قُم کی
مدد کرتے نہ میری گر امامِ موسیٰ کاظمؑ
کہاں تھی میرے بس میں منقبتِ معصومہ قُم کی
یہاں سے بھی نہ مل پالا اگر بخشش کا پروانہ
خدا کی معذرت ہے معذرتِ معصومہ قُم کی
زہے قسمتِ تمہاری آئے ہو پھر سیّد جعفر تم
زیارت کو عظیم المرتبتِ معصومہ قُم کی

باب شہرِ علم

(از: جناب سید عابد حسین شاہ (ہاتف الوری)

بخت کی بالائی منزل پر میری تقدیر ہے
یہ کرم مجھ پر طفیلِ آلِ خیر گیر ہے
قم کی بستی بابِ شہرِ علم کی جاگیر ہے
کفر کے مدِّ مقابل دین کی شمشیر ہے
جس طرح قرآن میں شانِ آیہٴ تطہیر ہے
”پیشِ حق معصومہٴ قم کی بڑی توقیر ہے“
ساری دنیا دیکھ لے اعجازِ اولادِ علیؑ
علم کی بارہ دری میں ایک ہی تاثیر ہے
مرقدِ معصومہٴ قم، مثلِ قبرِ فاطمہؑ
ایک قرآن ایک اس قرآن کی تفسیر ہے
اب مشہد اور قم چن دونوں ہیں زہراؑ آپ کے
کتنی پاکیزہ تمہارے شیر کی تاثیر ہے
یہ بھی کیا کم ہے فضیلتِ فاطمہؑ معصومہٴ کی
دُخترِ معصومہٴ ہے، معصومہٴ کی ہم شیر ہے
اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ کا رب میرا اللہ ہے
میرا قبلہ ہے علیؑ، کعبہ میرا شہیر ہے
آپؐ نے ہاتف کو بھی ایسا نوازا فاطمہؑ
آپؐ ہی کی یہ عطا کردہ میری تحریر ہے

شاخِ نخلِ آیہِ تطہیر

(از: جناب ڈاکٹر اختر ہاشمی)

اس لیے معصومہ قم کی بڑی توقیر ہے
 بولتے قرآن رضا کی بولتی تفسیر ہے
 کیوں نہ ہم مدحت کریں معصومہ قم کی بھلا
 یہ بھی تو اک شاخِ نخلِ آیہِ تطہیر ہے
 مرتبہ تو دیکھیے معصومہ قم کا ذرا
 پاک سیرت سلسلوں کی آہنی زنجیر ہے
 یوں تو لاکھوں ہیں شرف معصومہ قم کے مگر
 یہ بھی زینب کی طرح معصومہ تطہیر ہے
 یہ تو ہم پر ہے کہ ہم حق کا کرم سمجھیں کسے
 آدمی ہی شاخِ گل ہے، آدمی ہی تیر ہے
 مدحت معصومہ قم زندگی کی ہے اساس
 پاؤں میں اجر رسالت کی اگر زنجیر ہے
 مدحت معصومہ قم کا اثر تو دیکھیے
 اب مری تدبیر سے آگے مری تقدیر ہے
 وہ یقیناً خلد میں جائیں گے اختر دیکھنا
 ہاتھ میں جن کے علیؑ کے ہاتھ کی تحریر ہے



کوثر و تطہیر

(از جناب شاعر حسین شاعر)

روضہ معصومہ قم کی بڑی توقیر ہے
 عظمتوں میں یہ حرم کی بولتی تصویر ہے
 نثر میں بالکل یہی قرآن کی تفسیر ہے
 ”پیش حق معصومہ قم کی بڑی توقیر ہے“
 علم کا مکتب ہے تیرا آستان، قرآن گواہ
 شہر قم میں علم کے در کی یہی جاگیر ہے
 تیرے در پہ ہوتی ہیں پوری مرادیں آج بھی
 تیرا در بھی مثل باب زینبؑ دل گیر ہے
 تیرے تابع کیوں نہ ہوں اے فاطمہؑ یہ دو جہاں
 دو جہاں کے آٹھویں مالک کی ٹو ہمیر ہے
 بنت کاظمؑ فاطمہؑ بنت نبیؑ کے فیض سے
 آپؑ کا تو نام لوح عرش پر تحریر ہے
 کیوں نہ رب دیتا تجھے معصومہ قم کا لقب
 تیری رگ رگ میں جناب فاطمہؑ کا شیر ہے
 جانشین بنت احمدؑ تُو ہے اپنے عہد کی
 تیری چادر عکس تُو چادر تطہیر ہے
 بات یہ سچ ہے جو تجھ کو ثانیؑ زینبؑ کہوں
 تیری ہر اک سانس وقف ماتم شہید ہے

کی عیاں مظلومیت بھائی کی زینب کی طرح
تیری حق گوئی رضا کے حق میں عالمگیر ہے
درس گاہِ قم سے وابستہ اُجالے کیوں نہ ہوں
اس کے دامن میں متاعِ کوثر و تطہیر ہے
میں ہوں شاعر، شاعرِ معصومہ قمؑ شاعرِ کرب
ذاتِ دُعلیٰ کی طرح روشن میری تقدیر ہے



نگاہِ لطف

(از جناب سید مختار علی مختار اجیری)

بیاں کیا ہو تمہارا مرتبہ اے قم کی معصومہ
 ہو تم ٹورنگاہِ فاطمہ، اے قم کی معصومہ
 درِ والا پہ حاضر ہیں، لبوں پر التجائیں ہیں
 ہمارے حق میں بھی کیا ہے دُعا اے قم کی معصومہ
 تمہارا قم بہارِ عِلد ہے، جنتِ بَدامان ہے
 تمہارا قم بہشتِ جاں فزا، اے قم کی معصومہ
 جہاں پر درس میں تدریس میں علمِ آئمہ ہے
 تمہارے قم میں ہے وہ جامعہ، اے قم کی معصومہ
 نہ کیوں وہ جامعہ آلِ عباء کے نور سے چمکے
 جہاں پڑو ہے بابِ العلم کا، اے قم کی معصومہ
 حسینِی درگاہوں میں، ایمانی بارگاہوں میں
 تمہارے نام کا ڈنکا بجا، اے قم کی معصومہ
 تھیں شہزادی قم ہو، تھیں معصومہ قم ہو
 ولیہ ہو علیہ مرجا، اے قم کی معصومہ
 تمنا ہے دمِ آخرِ مودت کیش آنکھوں میں
 نجف ہو قم ہو اور ہو کربلا، اے قم کی معصومہ
 خجلِ اعمال سے اپنے یہ مختارِ حزیں بھی ہے
 نگاہِ لطف ہو برحالِ ما، اے قم کی معصومہ



فکرِ رسا

(از: جناب سید مختار علی - مختار اجیری)

”قم کی زمیں کا مرتبہ عرشِ علا کا ہے“
 سایہ یہاں پہ بنتِ نبیؐ فاطمہؑ کا ہے
 نادِ علیؑ لبوں پہ دلوں میں علیؑ علیؑ
 قم کی فصاحت میں ذکرِ تو مشکل کشا کا ہے
 قم کے جُمل میں ایک سو چالیس ہیں عدد
 مفرد ہے پانچ وہ کہ جو آلِ عبا کا ہے
 قائم سے خاص نسبتِ قم ہے جہان میں
 قم لالہ زار قائم ہر دوسرا کا ہے
 مختار پانچ شعر گزارے ہیں نذر میں
 قم سے نمود میری بھی فکرِ رسا کا ہے

نازش نُو رِخَر

(از: جناب کوثر نقوی)

نازش نُو رِخَر ، یوں قلب کی تنویر ہے
 نام اے معصومہ قلمِ آپ کا تحریر ہے
 تُو اِسے پیانہ دینار و درہم میں نہ دیکھ
 جو ولائے آلِ رگھے، صاحبِ جاگیر ہے
 سجدہ تعظیم کو، جو شرک دیتا ہو قرار
 چشمِ مومن میں وہی تو صاحبِ تقصیر ہے
 یوں ملکِ پلکوں پہ لیتے ہیں مری تحریر کو
 نسبتِ معصومہ قلم سے مری تحریر ہے
 خاکِ قم ہے یہ، اِسے سطحِ عمومی پر نہ دیکھ
 صاحبِ عرفاں کی نظروں میں یہی اکسیر ہے
 کس طرح معصومہ قلم کا نہ ہو اعلیٰ مقام
 جو ہے ہمنامِ علی اُس بھائی کی ہمشیر ہے
 موسیٰ کاظمِ پدر ہیں ، تو یہی مطلب ہوا
 سر پہ بیٹی کے یقیناً سایہ تطہیر ہے
 نعمتیں یوں تو بہت سی شاملِ تقدیر ہیں
 اَلْقِتِ معصومہ قلم حاصلِ تقدیر ہے
 جب وہاں سے ہم یہاں پہنچے ، تو یہ ہم پر گھلا
 شہرِ قم تو شہرِ مشہد کی ہی اک تصویر ہے
 جَنّتِ فن میں ہے ان کے دم سے کوثر کا بھرم
 ایک قطرے کی سمندر سے ہوا توقیر ہے

وارثِ تطہیر

(از جناب ارتضیٰ جوہوری)

لبِ کُشاءِ قرآن میں یوں آیۂ تطہیر ہے
 ”پیش حق معصومۂ قم کی بڑی توقیر ہے“
 فاطمہؑ ہے نامِ معصومہؑ لقب ہے آپ کا
 ہاں جلی لفظوں میں بابِ قم پہ یہ تحریر ہے
 علم کے چشمے ہیں جاری جس زمیں پہ آج بھی
 وہ زمیں روزِ ازل آپ کی جاگیر ہے
 ہیں پدرِ بابِ الحوائج، بھائی ہیں مشکلِ کُشاء
 آپ کی قسمت پہ نازاں کا تب تقدیر ہے
 کہہ رہی ہیں جُھوم کے قم کی فضا میں بار بار
 ہے ضیاء جو چاروں وہ آپ کی تنویر ہے
 ہو نہیں سکتی کبھی معصومۂ قم کی ثنا
 وارثِ تطہیر ہے، تطہیر کی تفسیر ہے
 سر جھکا کے آپ کے در پہ فرشتوں نے کہا
 آپ کے روضے کی چوکھٹ کی عجب تاثیر ہے
 گھر سے کوسوں دورِ زیارت کی طرح پردیس میں
 جو فدا بھائی پہ ہو جائے یہ وہ ہمیشہ ہے
 منقبت اے ارتضیٰ لکھی ہے اُس کی شان میں
 جو جنابِ فاطمہؑ کی ہو ہو تصویر ہے



جبین لوح

(از: جناب ظفر عباس ظفر)

جس طرح سے کر بلا اور شام کی تصویر ہے
مشہد و قم اک بہن اک بھائی کی جاگیر ہے
نقطہ قم کو بنایا ہے عبادت گاہ یوں
”پیش حق معصومہ قم کی بڑی توقیر ہے“
ہر دُعا ان کے ویلے سے ہوئی ہے مستجاب
مدحت معصومہ قم کی یہی تاثیر ہے
شہر قم ہے منبع روحانیت بحر العلوم
یہ حقیقت بھی جبین لوح پر تحریر ہے
بادشاہ طوس مولا قم کی شہزادی بتول
ایک ہے قرآن اک قرآن کی تفسیر ہے
روشنی کرتے ہیں ان کے گھر امامت کے چراغ
شہر قم میں اس لیے تنویر ہی تنویر ہے
ان سے وابستہ کیا ہے میں نے خود اپنا نصیب
مہرباں مجھ پر ظفر یوں کاتب تقدیر ہے



خواب کی تعبیر (از: جناب قرحنین)

اک برادر کا شرف، اک عظمت ہمیشہ ہے
 ایک ہے قرآن، اک قرآن کی تفسیر ہے
 زندگی معصومہ قم نے گزاری اس طرح
 سامنے آنکھوں کے ہر دم بھائی کی تصویر ہے
 روضہ معصومہ قم کی زیارت ہوگی
 یہ نہیں ہے خواب، یہ تو خواب کی تعبیر ہے
 کربلا میں ہی نہیں ہوتی فقط خاکِ شفا
 مشہدِ مولا رضا کی خاک بھی اکسیر ہے
 جب بلایا عید کے دن، یوں چلے مولا رضا
 ہر زباں پر آج دیکھو ’نعرۂ بکبیر‘ ہے
 ذہن میں معصومہ قم کے رضا کی ہے رضا
 سامنے مولا رضا کے مقصدِ شیر ہے
 یہ غمِ معصومہ قم، یہ رضا کی مشکلیں
 یہ ہے زینبِ آج کی، یہ آج کا شیر ہے
 نام ہی ان کا نہیں ہے فاطمہ کے نام پر
 ہر عمل میں فاطمہ کے نام کی تاثیر ہے
 اب میں سمجھا ہیں مرے اعمال ہی اس کا سبب
 یہ ظہورِ حجتِ آخر میں جو تاخیر ہے
 مرقدِ مولا رضا پر آج پہنچی ہے بہن
 آج پھر زینب کے گھر میں ماتمِ شیر ہے
 داد دیتے ہیں قمر، دل کھول کر مولا رضا
 مدحتِ معصومہ قم کی عجب توقیر ہے

یابی بی معصومہ

(از جناب سید سہیل شاہ)

نوحہ کناں ہیں اہلِ عزا، سوگ میں ہے مشہد کی فضا
 یابی بی معصومہ یابی بی معصومہ
 ماتمیوں کا لو پُرسہ، زہرِ دعا مولّا کو ملا
 یابی بی معصومہ یابی بی معصومہ
 جیسے بقائے دیں کے لیے اکبرؑ چھوٹے صغریٰؑ سے
 قتلِ جفا شہیر ہوئے، جیسے ستمِ زینبؑ نے سہے
 تم پہ ہوئی ویسی ہی جفا، بھائی تمہارا قتل ہوا
 یابی بی معصومہ یابی بی معصومہ
 گونجیں صدائیں یہ گھر گھر، واویلا صد واویلا
 روتے ہیں دیوار و در، واویلا صد واویلا
 ماتم ہے گھر گھر میں بپا، تم سے ہوا ہے بھائی جُدا
 یابی بی معصومہ، یابی بی معصومہ
 کیسے کٹے دنِ فرقت کے، کوئی یہ صغریٰؑ سے پوچھے
 بھائی بہن کی اُلفت کے صدمے پوچھو زینبؑ سے
 ماں جائے سے ہو کے جُدا، مشکل ہے زندہ رہنا
 یابی بی معصومہ، یابی بی معصومہ
 نوحہ سہیل نے جو لکھا، کیجئے قبول یہ بحرِ خدا
 جتنے اٹھے ہیں دستِ دُعا، صدقہ رضا کا کیجئے عطا
 سُن لیں عزاداروں کی صدا، واسطہ آپ کو بھائی کا
 یابی بی معصومہ، یابی بی معصومہ

خُلد کی تصویر

(از: جناب سید ذوالفقار حسین نقوی)

جو نہ مانے اُن کو اُس کی دہر میں تحقیر ہے
 ”پیش حق معصومہ“ قم کی بڑی توقیر ہے“
 اُن کی عظمت پوچھنا چاہو تو دل والے بنو
 جو مودت کیش ہے، معصومہ کی جاگیر ہے
 آپ ہیں شبیر کی اور یہ ہیں ہمیشہ رضا
 روئے معصومہ میں زینب آپ کی تنویر ہے
 قم کی شہزادی پہ لاکھوں ہوں سلام مومنین
 آج اُن کے نام سے منسوب ہر تقریر ہے
 میں عریضہ لکھ چکا تھا، اُس کا آیا ہے جواب
 متن اُس کا میری پیشانی یہ سب تحریر ہے
 فاطمہ زہرا کے صدقے میں ملا عِز و شرف
 سیرت معصومہ یوں ایمان کی تفسیر ہے
 محفل میلاد ہے حضرت شہنشاہِ مہدی
 آپ کا گھر آج دیکھو خُلد کی تصویر ہے
 نیند میں دیکھا ہے میں نے کربلا سے تاجِ نجف
 حاضری قم ہی میرے خواب کی تعبیر ہے
 دل تو قم میں جا بسا، آنکھیں وہاں کی ہو گئیں
 تم بھی نقویؔ اب چلو یہ کس لیے تاخیر ہے



منزلِ فخر و افتخار

(از: جناب مولانا ظہور مہدی مولائی۔ ظہور بجنوری)

میں عقیدت کے سبزہ زار میں ہوں
یعنی حاضر ترے دیار میں ہوں
شک ——— رصدشک ——— میں بھی مستغرق
تیری اُلفت کے آبخار میں ہوں
اللہ اللہ میرا عِز و شرف
زیرِ قُبے ترے دیار میں ہوں
اب تو مجھ پر کرم کرو بی بی
کب سے میں راہِ اعتبار میں ہوں
ماں کی آغوش کیسے یاد آئے
تیری شفقت کے جب حصار میں ہوں
مجھ کو نسبت ہے آپ سے بی بی
منزلِ فخر و افتخار میں ہوں
جب سے میرا ہوا جہاں میں ظہور
مستقل راہِ انتظار میں ہوں



(نوٹ: ”اعتبار“ کے معنی ہیں امتحان، آزمائش، جانچ، پرکھ)

تحفہ درویش (از جناب سید موسیٰ رضا رضوی)

فاطمہ معصومہ قم کا بڑا ہے مرتبہ
 آٹھویں مولا رضا کی آپ نے پائی رضا
 معصومہ اس واسطے ہے آپ کا بے شک لقب
 ٹوہپاں معصومیت کی آپ میں ہیں سب کی سب
 آیہ تطہیر کی تفسیر ہیں اک آپ بھی
 رحمت رب کا سب قم پر ہیں بی بی آپ ہی
 ہر گدا کے قلب میں ٹوری ضیاء پاشی رہے
 آپ کی محفل شہنشاہوں کے بھی ہوتی رہے
 کیوں نہ ٹورانی بھلا ہوگی یہ بزم فاطمہ
 آپ کی محفل میں آتی ہیں جناب آمنہ
 مدحتوں کے ٹور سے لاریب یہ ہم پر گھلا
 آپ نے قم کو ہے بخشا رحمت عرش علا
 شعر یہ سب آپ نے بخشے، میرا ایمان ہے
 آپ سے قلبی موذت ہی میری پہچان ہے
 سیرت معصومہ ہم سے کہہ رہی ہے آج بھی
 ہم جو رب کے ہو گئے، رب کی رضا ہم کو ملی
 باب علمی سے جو نذر تحفہ درویش ہے
 یہ کتاب حق بیاں معصومہ بی بی، پیش ہے
 ارض مشہد، کربلا، قم کی زمیں یا شام ہو
 کام ہو تو آل اطہر ہی سے ہم کو کام ہو
 اپنے اس ناچیز موسیٰ کو بھی پھر بلوایئے
 زیارتوں کا رب اکبر سے شرف دلوائیئے

دربانی جبریلؑ

(از جناب سید موسیٰ رضارضوی)

سب روضوں میں بھی نور کا حامل ہے یہ روضہ
 روشن ہے کہ بُرجِ مہِ کامل ہے یہ روضہ
 اہانتِ نبیؐ میں ہوا شامل ہے یہ روضہ
 دربانی جبریلؑ کے قابل ہے یہ روضہ
 ہر ذرہ پُراغِ حرم و طور بنا ہے
 معصومہ کا در، رُکشِ انوارِ ثبا ہے
 یوسفؑ ہیں فدا جس پہ یہ بازار ہے کس کا
 کیوں زرد ہے خورشید، یہ انوار ہے کس کا
 دُربار ہے ہر چشم، یہ دربار ہے کس کا
 کہتا ہے مہِ نو کہ یہ شاہکار ہے کس کا
 جلوہ ہے یہ سب میرے غریبِ الغربا کا
 دربار ہے یہ خواہر سرکارِ رضا کا
 مجھ کو یہ تقاضا ہے کہ اثناءِ عشری ہوں
 نسبت یہ رضا سے ہے کہ میں بھی رضوی ہوں
 مرقد کی ہدا ہے کہ میں رحمت سے بھری ہوں
 اخلاص یہ کہتا ہے ریا سے میں بری ہوں
 جو سورۃِ اخلاص کے پڑھنے میں اثر ہے
 تاثیر وہی ذکرِ کریمہ کا ثمر ہے
 یہ وجد کا عالم ہے کہ مے نوش ہے محفل
 ہر بند کی خاطر ہمہ تن گوش ہے محفل

یہ ذکر ہے کس کا کہ جو پُر جوش ہے محفل
یہ مرتبہ کس کا ہے کہ مدہوش ہے محفل
حیدرؑ کی خلف، فاطمہؑ کی ثور پری ہے
سیرت میں جو تصویر محمدؐ کی رہی ہے
جاروب کش فرش حرم عرشِ علا ہے
ہر ایک گناہ عفو کی میزاں پہ تلا ہے
دروازہ ہے یا ہاتھ خنی کا یہ گھلا ہے
ہم سب کی خفاعت کے لیے در یہ ملا ہے
آتے ہی روا ہوتی ہے نادار کی حاجت
موتی کو نہیں دولت و دینار کی حاجت



مشکور ہوں شاہنشہ نقوی کے سخن کا
یہ یزم ہے گلدستہ بہشتوں کے چمن کا



آبروئے فاطمہؑ

(از: جناب مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی عاصی قتی)

دُخترِ معصومؑ ہے، معصومؑ کی ہمیشہ ہے
 ”پیشِ حقِ معصومہؑ تم کی بڑی توقیر ہے“
 جو ہمیشہ ظلم کے سینے کو کرتا ہے فگار
 ذکرِ اہلِ بیٹ ہی لاریب ایسا تیر ہے
 بھل و استبداد کی تاریکیاں مٹنے کو ہیں
 آج کی شب چارُو پھیلی ہوئی تنویر ہے
 صورتِ زینبؑ لیے ہے آبروئے فاطمہؑ
 سیرتِ آلِ نبیؐ کی بولتی تصویر ہے
 تم میں ہوگی دفنِ میری دُخترِ اعلیٰ صفات
 صادقِ آلِ نبیؐ کے خواب کی تعبیر ہے
 طاہرہؑ اور سیدہؑ اُحِبُّ رضا اور مرضیہؑ
 ہے حمیدہؑ اور رشیدہؑ، آمیتِ تطہیر ہے
 ہے لقبِ ان کا کریمہؑ، نامِ معصومہؑ ہوا
 خونِ زہراؑ کی یہ کیسی بولتی تاثیر ہے
 جو زیارت کے لیے پہنچا یہاں، زائر ہوا
 ان کے روضے پر یہی قولِ رضاؑ تحریر ہے
 آپ کا ہی کھا رہا ہے مستقل عاصی نمک
 حق ادا کرنے میں اے بی بی مگر تاخیر ہے

تاثراتی قطعہ

(از جناب سید سردار حسین نقوی)

بی بی معصومہؑ کے صدقے میں مُقَدَّر جاگا
در پہ بی بیؑ نے مجھ عاصی کو بھی ہے بُلُوایا
مجھ پہ نقویؑ یہ عطا تو مرے رب نے کی ہے
میں کہاں اور کہاں آپؑ کا طاہر روضہ



شفیعہ قیامت

(از سید مشتاق حسین ترمذی عابدی (مرحوم و مغفور) پیش کردہ جناب موسیٰ رضا)

پاک طینت پاک فطرت پاک سیرت فاطمہ
ہیں مکمل باپ کی ہم شکل و صورت فاطمہ
طُوس میں نسواں کی سرفرازی کا محور آپ ہیں
آپ سے تاحشر قم کی ہے فضیلت فاطمہ
دین حق کو سرفرازی آپ سے حاصل ہوئی
ہیں شریک کار تبلیغ امامت فاطمہ
بھائی سے نہ مل سکیں وہ، ظلم کی حد دیکھیے
کر گئیں دُنیا سے اس حالت میں رحلت فاطمہ
نامہ اعمال کی کیوں فکر ہو مشتاق کو
خوف کیا، ہیں شفیعہ قیامت فاطمہ



تشنگیِ علم

(از: جناب مولانا سید شہید الزماں واسطی (مخلص صارم)

جہاں بھی آلِ محمدؐ قیام کرتے ہیں
خدا کے دین کو لوگوں میں عام کرتے ہیں
جناب زہراؑ کی پوتی ہے ایک قم میں مقیم
طوافِ روضے کا قدسی مدام کرتے ہیں
بلندِ رتبہ ہے اتنا امامِ زادتی کا
جنہیں امامِ رضاؑ خود سلام کرتے ہیں
مٹانے تشنگیِ علم، در پہ بی بی کے
پیاسے علم کے آکر قیام کرتے ہیں
مُرادیں پاتے ہیں دل کی حرم میں بی بی کے
سلامِ اہلِ ولا صبح و شام کرتے ہیں
حیات کیوں نہ ابد تک انہیں ملے لاریب
حُصنیت کو جو دُنیا میں عام کرتے ہیں
یہ گُلیہ ہے کہ آلِ نبیؐ کا اے صارم
جالِ زادے ہی بس احترام کرتے ہیں



تاثراتی قطعات

(از جناب مولانا سید شبیر الہی رضا داسطی (مختص صائم)

قم ارضِ مقدّس ہے نگہبان ہے رحمت
مسکن ہے نبی زادی کا، ارزان ہے رحمت
سرچشمہ عرفان ہے بی بی کے سبب سے
قسمت کا چراغاں ہے، فراوان ہے رحمت



امام زادئی نے تقدیرِ قم سنواری ہے
علوم آلِ محمدؐ کا فیض جاری ہے
ثنائے فاطمہؑ بنتِ امام کاظمؑ کر
اسی سے گلشنِ ایماں کی آبیاری ہے



سجدوں کا افتخار

(از جناب وقار گوپالپوری)

رب جانتا ہے رُتبہ اعلیٰ فاطمہ
 بزمِ نبیؐ ہے بزمِ مُعلّٰی فاطمہ
 بیتِ امام کاظمؑ و اُختِ علی رضا
 عصمت کدہ ہے منزل و مادلے فاطمہ
 حُوریں اٹھا کے ملتی ہیں اپنی جیلین پر
 ملتی جہاں ہے خاکِ کفِ پائے فاطمہ
 دستِ طلب بڑھا کے تو دیکھو حُلوص سے
 بٹا ہے ہر گھڑی مَن و سُلوائے فاطمہ
 حیدرؑ کی دُوالفقارِ علیؑ رضا کی تیغ
 زہراؑ کی جا نماز مُصلّائے فاطمہ
 اِس عابدہ کی شانِ عبادت میں کیا کہوں
 سجدوں کا افتخار ہے سیمائے فاطمہ
 معصومہ طاہرہ و رضیّہ و سیدہ
 وابستہ ہیں صفات سے اسمائے فاطمہ
 اللہ اِس زمیں کو سلامت رکھے سدا
 ہے جسکے دل میں جائے رضا جائے فاطمہ
 دُنیا جسے امامِ ثَمینیؑ سمجھتی ہے
 دراصل تھا وہ گوہرِ دریائے فاطمہ
 دشمنِ زمانہ اور خراسان کا سفر
 وَاللّٰہ کیا تھی ہمتِ والائے فاطمہ

چھوڑا وطن کو بھائی کے ویدار کے لیے
پر ہونہ پائی پوری تمناے فاطمہ
محشر میں کیا عجب کہ پکارے بہشت یوں
آلے وقار خادم و شیدائے فاطمہ



jabir.abbas@yahoo.com

ارضِ عجم کی شان

(از جناب مولانا غلام علی عارقی)

لاریب لاجواب ہے عنوانِ فاطمہ
 حق کی گھلی کتاب ہے عرفانِ فاطمہ
 ہوگا نہ شہرِ علم میں کیوں بابِ فاطمہ
 سرچشمہِ علوم ہے ایوانِ فاطمہ
 بیتِ رسولؐ آپ ہو، دخترِ علیؑ کی ہو
 خواہرِ رضاؑ کی آپ ہو اور جانِ فاطمہ
 ہے ”بابِ العلم“ ہی کا تو یہ فیضِ جاریہ
 ناچیز بھی ہوا ہے مدحِ خوانِ فاطمہ
 کسکول لے کے ہاتھ میں سب خاص و عام ہیں
 شاہ و گدا ہر ایک ہے دربانِ فاطمہ
 ہیں لائقِ تقلیدِ خواتین کے لیے
 ہوتی ہے ہر جہت سے عیاں شانِ فاطمہ
 اے زائرِ کلیمؐ سفر کر بہ سُوئےِ طور
 دل کی نگاہ سے پڑھو قرآنِ فاطمہ
 پُھولوں کے ساتھ آج بھی کانٹے ضرور ہیں
 قائم ہے شہرِ قم میں گلستانِ فاطمہ
 ارضِ عجم کی شان، کریمہ کا شہر ہے
 ہوگی نگاہ جن پہ وہ سلمانِ فاطمہ
 طیبہ کی سیدہ ہو یا شہزادیِ قم کی ہو
 کیاسلسلہٴ ثور ہے گردانِ فاطمہ

باطل کا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا
 اب آرہا ہے دہر میں سلطانِ فاطمہؑ
 اے خواہرِ رضاؑ نظرِ گن بہ سونے ما
 ما آدمیم تا شویم مہمانِ فاطمہؑ
 میلادِ کاہے جشنِ شہنشاہِ مئی کے
 مولانا صاحبان، ثنا خوانِ فاطمہؑ
 ہے عارقی کے واسطے زیارت میں زندگی
 پھر مجھ کو ہو نصیب یہ احسانِ فاطمہؑ



دُعائیہ قطعہ

(از۔۔۔۔۔ محترمہ مجیدہ بیگم نقوی)

میں کنیزِ فاطمہؑ معصومہؑ ہوں ہاں مہ جبین
 بی بیؑ ہم سب کا بلاوا بھیجیے کیجیے کرم
 ہم بھی پہنچیں اب درِ اقدس پہ بے حد بادب
 مشہد و قم کی فضاؤں سے نہ واپس آئیں ہم



روضے کا نور

(از: محترمہ سیدہ سعدیہ رضارضوی)

قم کی معصومہ ہمیں بھی پھر سے بلوائیں ضرور
 قلب میں رکھتے ہیں ہم بھی آپ کے روضے کا نور
 آپ کے روضے پہ حاضر ہوتا ہے ہر خوش نصیب
 ہم کو بھی اتنی ہے قربت، ہے مسافت جتنی دور
 آپ کے در کی کرامت، معجزے سے کم نہیں
 آپ کا تو تذکرہ بھی دل کو بخشے ہے سرور
 آپ ہی کے تو ویلے سے ہے لب پر یہ دعا
 رب تعالیٰ آخری حُجَّت کا کردے اب ظہور
 حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کس کا جلوہ طور پر
 حضرت معصومہؑ کے جد مولا حیدرؑ کا تھا نور
 آپ سے اُلفت، محبت اور مودت جس کو ہے
 آدمی ج_____ت کا غلماں اور عورت مثل حور
 جو بھی زائر طوس کا ہے، جو بھی زائر قم کا ہے
 عشق میں ہوتا کہاں ہے وہ تھکن سے پُور پُور
 چودہ معصومن کی جس کو بھی رہی ہے معرفت
 کیوں نہ بلوائیں اُسے قم، معصومہ بی بی ضرور
 سعدیہ کا بھی نصیب آپ نے روشن کیا
 کیوں نہ پاؤں گی لحد میں، میں علی مولا کا نور

عزمِ حسینیت

(از محترمہ سیدہ سعدیہ رضارضوی)

فارس کو جانے والے معصومہ کی دُعا لے
 بھائی کی خیریت کی مجھ کو خبر تُو لا دے
 ہر روز کاٹا رو کر، بھولا نہیں ہے چہرہ
 بھائی کو جا کے بہنا کی یاد تُو دلا دے
 بھائی رضا کی فرقت اب تو نہیں گوارا
 پیارے خُدا یا اُن کی زیارت مجھے کرا دے
 تم بھول گئے بھائی پردیس میں بہن کو
 ایسی تو نہیں میں ہوں، بھائی جسے بھولا دے
 ملنے کی تمنا ہے بس زندگی میں اپنی
 یارب مجھے امامِ ہر دوسرا دکھا دے
 قم میں ہے اب دھرا کیا، ہے طُوس کی تمنا
 فارس کے راہی مجھ کو رستہ تو تُو بتا دے
 فانی حکومتیں ہیں، باقی امامتیں ہیں
 باطل کی سازشوں کو ہر اہل حق مٹا دے
 رحمت کا معاملہ ربِ عقیلی میں بھی کرے گا
 بی بی کے صدقے میں دل میرا بھی یہ صدا دے
 ہے سعدیہ کا دل بھی فرشِ عزا حسینی
 عزمِ حسینیت بھی مجھ کو مرا خُدا دے

منزلِ تسلیم

(از جناب مولانا یعقوب شاہد آخوندی)

فکر ہے معراج پر، اور اوج پر تقدیر ہے
 مدح خوانوں میں ہمارا نام بھی تحریر ہے
 یہ شرف کیا کم ہے غافل فکر کی پرواز کو
 جہدِ کامل کے لیے یہ خواب کی تعبیر ہے
 آلِ احمد کا حرم ہے شہرِ قم یعنی حضور
 ”پیشِ حق معصومہ“ قم کی بڑی توقیر ہے
 اس دیارِ علم میں رہ کر یہ جانا ہے ضرور
 ذرہ ذرہ بھی یہاں کا باعثِ تنویر ہے
 زائرینِ فاطمہؑ پر نالہ دوزخ ہے حرام
 روضہ اقدس پہ یہ فرمان بھی تحریر ہے
 مرتبہ احکام الرضاؑ کا کر نہیں سکتا بیاں
 مثلِ زہراؑ سورۃ کوثر کی یہ تفسیر ہے
 پیدا ہوتے ہیں خمینیؑ بتِ شکن جیسے یہاں
 بابِ معصومہؑ کی دیکھو کیا عجب تاثیر ہے
 منزلِ تسلیم سے شاہدِ ادب کا پاس ہو
 صرف یہ نہیں یہ منزلِ تطہیر ہے

نسبت خیر النساءؑ

(از ڈاکٹر سیدہ فاطمہ بیگم نقوی (مرحومہ و مغفورہ))

قم کی معصومہ مراتب آپ کے کیا ہوں بیاں
 رب مہرباں آپ پہ ہے رب کے پیارے مہرباں
 حضرت مولا رضاؑ کی پیاری ہمیشہ ، سلام
 ساتویں آقاؑ کی دختر پر دُرودِ انس و جان
 سیدہ ہیں فاطمہ ہیں اور معصومہ ہیں آپ
 نسبت خیر النساءؑ سے ہیں زمیں پر آسمان
 آپ کا تقویٰ عمل اور حسن سیرت ، مرجا
 آپ سے کر کے تو شل نور کا پایا جہاں
 بارہ، چودہ پہ فدا ہوں ، اہل کربلا پر نثار
 آپؑ کے صدقے میں پاؤں گی میں جنت میں مکاں
 دینداری پیاری ہو گر دنیا داری سے ہمیں
 آپ کے در سے بلاوا آئے گا پھر بے گمماں
 قدر و قیمت دیکھ لیجے صالحہ اعمال کی
 رحمت بڑاں کا منظر، آپ کا ہے آستان
 آج تھا جلّ تھل کراچی ، رب کی رحمت بے حساب
 منقبت کہنی جو چاہی ، برکتیں ہیں بے کراں
 نام ہے جب فاطمہ میرا ، عمل بھی نیک ہو
 قم کی شہزادی عطا کردیں گی مجھ کو سانبان

عالمہ غیر معلّمہ

(از: جناب سید رفیق عباس جعفری)

زیب سے جیسا ربط ختم کر بلا کا ہے
 ویسا ہی حال مشہور قم کی قضا کا ہے
 اُم البنین بنت اسد، قم کی سیدہ
 یہ نام فاطمہ شرف بے بہا کا ہے
 معصومہ نام، بھائی بھی معصوم، باپ بھی
 عصمت نسب یہ سلسلہ اہل کسا کا ہے
 بھائی بغیر جی نہ سکیں چند روز بھی
 قسمت ہے زیبی تو جگر فاطمہ کا ہے
 تبلیغ دین زیب دلکیر جیسی کی
 پیرایہ جہاد ختم کر بلا کا ہے
 علم و ہنر کا آج بھی مرکز ہے شہر قم
 یہ فیض ایک بی بی کے دل کی دُعا کا ہے
 مدفون ہیں مراجع و علام دین یہاں
 قم کی زمیں کا مرتبہ عرشِ علا کا ہے
 پایا لقب جو "عالمہ غیر معلّمہ
 اعزاز خاص کدہ آلِ عبّا کا ہے



السلام شہزادی معصومہ رقم

(از محترمہ سیدہ لطیف النساء)

السلام شہزادی معصومہ رقم السلام
 السلام اے باعثِ فخر اب و ام السلام
 بھائی کی آرام دل اور راحت جاں باپ کی
 سوز ہی ہے ارضِ قم میں لختِ دل ماں باپ کی
 المدد اے حضرت کاظم کی دختر المدد
 المدد اے ضامن آہو کی خواہر المدد
 العطا اے تاجدارِ اقلی کی نازنین
 الاماں اے شہسوارِ لافنی کی مہ جبین
 ثانی زہرا ہیں زینب، ثانی زینب ہو تم
 بھائی کے غم میں قضا کی آپ نے شاہد ہے قم
 فاطمہ ہے نامِ نامی، فاطمہ کی جان ہو
 نام کا صدقہ ملے، پورا ولی ارمان ہو
 یہ لطیف بے عمل تو آپ پر قربان ہے
 آپ کی اُلفت میں جینا یہ مرا ارمان ہے

مقدس شہر قم (از: جناب مکرّم رضوی لکھنوی)

قبر معصومہ کا حامل ہے مقدس شہر قم
 آسمان والوں کی منزل ہے مقدس شہر قم
 تشنگانِ علم دیں سیراب ہوتے ہیں یہاں
 آپ دریا آپ ساحل ہے مقدس شہر قم
 لو لگی رہتی ہے جن کی روضہ معصومہ سے
 اُن کے اربانوں کا حاصل ہے مقدس شہر قم
 مرقدِ معصومہ کا فیض زیارت کیا کہوں
 تا ابد رہنے کے قابل ہے مقدس شہر قم
 ہیں مقدس کربلا و کاظمین و سامرہ
 بس اسی زمرے میں شامل ہے مقدس شہر قم
 تا فلک معصومہ قم کے مراتب ہیں بلند
 اور اس رفعت کا قائل ہے مقدس شہر قم
 ہر طرف علم و عمل کی برکتیں ہیں خیمہ زن
 واقعاً اک شہرِ کامل ہے مقدس شہر قم
 ہے یہاں آرام گاہِ فاطمہؑ بے پیش و پس
 عظمتوں میں عرشِ منزل ہے مقدس شہر قم
 لائقِ تعظیم ہے معصومہ قم کا مزار
 کاملاً شہرِ فضائل ہے مقدس شہر قم
 ہے زمین اس کی فلک رتبہ بفیضِ فاطمہؑ
 ہاں بڑی عظمت کا حامل ہے مقدس شہر قم
 اے مکرّم فیضِ معصومہ کا ہے شہرِ آئینہ
 اور مرا آئینہ دل ہے مقدس شہر قم

منابع کتب:

- ۱۔ قرآن مجید
- ۲۔ احقاق الحق، قاضی نور اللہ شوستری، قم۔
- ۳۔ اصول عقائد راہنما شناسی، درسہائے استاد محمد تقی مصباح، انتشارات مرکز مدیریت حوزه علمیہ قم۔ ۱۳۶۷ق
- ۴۔ اعلام الوری، طبری قم، ۱۳۹۱ھ
- ۵۔ اعلام البدایہ، گروہ مؤلفان، مرکز الطباعة والنشر مجمع العالمی لاهل البیت چاپ دوم ۱۴۲۵ھ
- ۶۔ اعیان الشیعہ، سید محسن جبل عالمی، چاپ بیروت۔
- ۷۔ اقرب الموارد، سعید الشرتونی، بیروت مکتبۃ لبنان، اسوہ، چاپ ۱۹۹۲ء م۔
- ۸۔ الارشاد، محمد بن محمد بن العمان العکبری، (شیخ مفید) قم، کنگرہ جهانی شیخ مفید، چاپ ۱۴۱۳ھ
- ۹۔ الاعتقادات، شیخ صدوق، قم، المؤتمر العالمی للشیخ المفید، ۱۳۷۵ش، ۱۴۱۳ھ۔
- ۱۰۔ الاغانی، لابی الفرغ الاصفہانی، بیروت، دار الفکر، چاپ نهم، ۱۹۹۵م، ۱۴۱۵ھ۔
- ۱۱۔ الانساب، عبدالکریم معانی، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔
- ۱۲۔ البدایہ والنہایہ، ابن کثیر دمشقی۔
- ۱۳۔ تحقیق فی کلمات القرآن، شیخ حسن مصطفوی، تہران، وزارت فرهنگ ارشاد اسلامی، چاپ ۱۴۱۶ھ، ۱۳۷۷ش۔
- ۱۴۔ الجامع الاحکام القرآن، محمد انصاری قرطبی، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ۔
- ۱۵۔ الاحتجاج، احمد بن علی الطبرسی، قم، انتشارات اسوہ، چاپ ۱۴۱۶ھ۔
- ۱۶۔ الحدود، محمد بن الحنفیہ، بیروت، دار الفکر، چاپ ۱۴۱۶ھ۔
- ۱۷۔ الحدود والحائز، صاعدا البریدی الآبی، قم، مطبعة الاسلام، بغداد، مطبعة المعارف ۱۹۷۰ء
- ۱۸۔ الخراج والخراج، قطب الدین راوندی، قم، انتشارات مصطفوی۔
- ۱۹۔ السنن المطالب، محمد بن محمد جزری، تہران، ۱۴۰۲ق۔

- ۲۰۔ السيرة النبوية، ابن هشام، باتحقيق دكتور مصطفى السقاء ودیگران، مصر، مکتبۃ مصطفیٰ البانی۔
- ۲۱۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم۔
- ۲۲۔ العین، الخلیل بن احمد اغراہیدی، قم انتشارات اسوه، چاپ ۱۴۱۲ھ۔
- ۲۳۔ الغدير، شیخ عبدالحسین احمد الامینی النجفی، مؤسسۃ دائرة المعارف الفقه الاسلامی، چاپ نهم، ۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۱ء۔
- ۲۴۔ الفصول المهمة، علی بن محمد بن احمد مالکی، ابن صباغ، بیروت، دارالاضواء، چاپ دوم، ۱۴۰۹ھ۔
- ۲۵۔ الکافی، ابی جعفر محمد بن یعقوب الكلینی الرازی، تهرآن، مکتبۃ الاسلامیة، ۱۳۸۸ھ۔
- ۲۶۔ الکامل فی التاریخ، علی بن ابی الکریم شیبانی (ابن اثیر) بیروت، ۱۳۸۵ھ۔
- ۲۷۔ المجالس السنية، سید محسن الامین، بیروت، دارالتعارف للمطبوعات، چاپ پنجم، ۱۳۹۴ھ، ۲۰۱۷ء۔
- ۲۸۔ الحجۃ فیما نزل فی القائم الحجۃ، السید ہاشم المحرانی، بیروت، مؤسسۃ الوفاء، ۱۴۰۳ھ، ۱۹۷۴ م۔
- ۲۹۔ المصباح الممیر، علامۃ الفیومی، قم، ناشر، موسسۃ دارالہجرۃ، چاپ دوم، ۱۴۱۴ھ۔
- ۳۰۔ المصباح الکبیر، سلیمان بن احمد الطبرانی، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۱۹۸۴ م، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴ھ۔
- ۳۱۔ المقتضی محمد بن محمد بن نعمان تلعلکیری، قم، موسسۃ نشر اسلامی۔
- ۳۲۔ المناقب اہل بیت از دید گاہ اہل سنت، سید محمد طاہر ہاشمی شافعی، چاپ آستان قدس رضوی، چاپ دوم، ۱۳۸۱ھ۔
- ۳۳۔ النقان ابن حیان۔
- ۳۴۔ الیقین، باختصاص مولانا بامر آة المومنین، رضی الدین علی بن الطاؤس الحلی، قم، موسسۃ دارالکتاب، چاپ، ۱۴۱۳ھ۔
- ۳۵۔ امالی، شیخ صدوق، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔
- ۳۶۔ امالی، شیخ طوسی، محمد بن نعمان عکبری بغدادی، مشهد، بنیاد پژوهشای اسلامی، ۱۳۶۴ھ۔

- ۳۷۔ امام ہادی و تہذیب علویان، محمد رسول، دریائی۔
- ۳۸۔ انوار المشعشعین، محمد علی کار تو زیان۔
- ۳۹۔ بحار الانوار، علامہ شیخ الاسلام محمد باقر مجلسی، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۸۸ھ ق۔
- ۴۰۔ بشارۃ المصطفیٰ، عماد الدین طبری، نجف، کتابخانہ حیدریہ، ۱۳۸۳ھ ق۔
- ۴۱۔ تاج العروس، سید محمد رفیع حسینی زبیدی، قاہرہ، ۱۳۸۰ھ ق۔
- ۴۲۔ تاریخ الاسلام السیاسی، دکتر حسن ابراہیم حسن، قاہرہ، مکتبۃ التہذیب الحضریۃ، بیروت دار الجلیل، چاپ، ۱۴۱۶ھ ق۔
- ۴۳۔ تاریخ الخلفاء، امام جلال الدین سیوطی۔
- ۴۴۔ تاریخ بغداد، محمد بن علی خطیب بغدادی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، چاپ، ۱۴۱۷ھ ق۔
- ۴۵۔ تاریخ دمشق، ابن عساکر، بیروت و دمشق۔
- ۴۶۔ تاریخ طبری، محمد بن جریر طبری، بیروت، موسسۃ العلمیۃ للطبوعات۔
- ۴۷۔ تاریخ قم، حسن بن محمد قتی، ترجمہ حسن بن علی قتی، تہران، چاپ، ۱۳۶۱ھ ش۔
- ۴۸۔ تاریخ ندوی قم، علی اصغر فتیمی، انتشارات زائر، آستانہ مقدسہ قم، چاپ، ۱۳۷۸ھ ش۔
- ۴۹۔ تاریخ نیشاپور، ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری، ترجمہ و تلخیص حاجی خلیفہ نیشاپوری و تحقیق محمد رضا شفیعی کدکنی، چاپ، ۱۳۷۵ھ ش۔
- ۵۰۔ تاریخ یعقوبی، ابن واضح اخباری، نجف، ۱۳۸۲ھ ق۔
- ۵۱۔ تجلی کوثر در حضرت معصومہ موسسہ کوثر ولایت، انتشارات فجر ولایت، چاپ، ۱۳۸۲ھ ش۔
- ۵۲۔ تحف العقول، حسین بن شعبہ الحرانی، تہران، انتشارات علمیہ اسلامیہ۔
- ۵۳۔ تذکرۃ الخواص، سبط ابن جوزی، بیروت، موسسہ اہل البیت، ۱۴۰۱ھ ق۔
- ۵۴۔ ترجمہ خاتون دوسرا، فیض الاسلام۔
- ۵۶۔ ترجمہ نفس المہموم، حاج شیخ عباس قتی، ترجمہ آیۃ اللہ شیخ محمد باقر کرہ ای، انتشارات مسجد مقدس جمکران، چاپ، ۱۳۸۰ھ ش۔

- ۵۷۔ ترجمہ جامع السعادات، بیروت، دارالعلم الاسلامی، چاپ ۱۳۱۸ھق۔
- ۵۸۔ تفسیر الجلالین، جلال دین محمد بن احمد الحلی و جلال دین عبدالرحمن البوکر سیوطی۔
- ۵۹۔ تفسیر العیاشی، مسعود بن عیاش السلمی، سمرقندی معروف بہ عیاشی، تہران مکتبۃ الاعلیہ الاسلامیہ۔
- ۶۰۔ تفسیر المیزان، سید محمد حسین طباطبائیؒ، قم، موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۹۱ھق، ۱۹۸۲ءم۔
- ۶۱۔ تفسیر ثعلبی (الکشف والبیان)، ابواسحاق احمد ثعلبی، (م ۴۲۷)، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، چاپ ۲۰۰۲ءم، ۱۴۲۲ھق۔
- ۶۲۔ تفسیر رہنما، اکبر ہاشمی فنجانی، قم مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، چاپ ۱۳۷۴ھش۔
- ۶۳۔ تفسیر روح المعانی والبیان، سید محمود آلوسی البغدادی، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۱۹۷۵ءم، ۱۴۰۵ھق۔
- ۶۴۔ تفسیر طبری، محمد بن جریر طبری، بیروت، موسسہ الرسالہ، چاپ ۱۴۱۵ھق، ۱۹۹۴ءم۔
- ۶۵۔ تفسیر علی بن ابراہیم قمی، کتاب فروشی علامہ۔
- ۶۶۔ تفسیر کنز الدقائق، میرزا محمد مشہدی، قم موسسہ انتشارات اسلامی چاپ دوم، ۱۴۱۴ھق۔
- ۶۷۔ تفسیر مجمع البیان، شیخ ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی، تہران، کتاب فروشی اسلامیہ، ۱۳۹۰ھق۔
- ۶۸۔ تفسیر نمونہ، استاد ناصر مکارم شیراز، تہران، دارالکتب الاسلامیہ، چاپ بیست و چہارم، ۱۳۷۹ھش۔
- ۶۹۔ تفسیر نور الثقلین، شیخ عبدعلی بن جمعة العروسی الحویزی، قم، مطبعۃ العلمیہ، چاپ نهم۔
- ۷۰۔ توحید صدوق، شیخ صدوقؒ، قم، موسسہ نشر اسلامی (جامعہ مدرسین)۔
- ۷۱۔ جامع احادیث شیعہ، شیخ اسماعیل المعزی الملایری، قم ۱۳۷۵ھش۔
- ۷۲۔ جامع الصحیح، سنن ترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۲۰۰۹ءق، ۲۹ھق۔
- ۷۳۔ جغرافیائی تاریخ، بہ کوشش ابوالفضل عرب زادہ، انتشارات زائر، چاپ ۱۳۸۳ھش۔

- ۷۴۔ حضرت زینب کبریٰؑ، جعفر نقدی، نجف۔
- ۷۵۔ حضرت معصومہؑ، فاطمہ دوم، محمد محمدی اشتہاردی، نشر اخلاق چاپ ۱۳۸۰ھ ش۔
- ۷۶۔ حضرت معصومہؑ و شہر قم، محمد حکیمی۔
- ۷۷۔ حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم اصفہانی، بیروت۔
- ۷۸۔ خاتمة الدمعة الساکبة، محمد باقر عبد الکریم بھجانی، با تحقیق محمد حسن شاہ آبادی، چاپ ۱۳۸۱ھ ق۔
- ۷۹۔ خاتمت، مرتضیٰ مطہری مجموعہ آثار، قم، انتشارات صدرا، چاپ سوم، ۱۳۸۱ھ ش۔
- ۸۰۔ خورشید مغرب، محمد رضا حکیمی، تہران، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، ۱۳۶۰ھ ش۔
- ۸۱۔ دائرة المعارف تشیع، تہران، بنیاد خیریه فرهنگی خط، زیر نظر گروه مؤلفان چاپ، ۱۳۷۳ھ ش۔
- ۸۲۔ دلائل الامامة، محمد بن جریر طبری، قم، ۱۴۱۳ھ ق۔
- ۸۳۔ دیوان امام خمینیؑ، تہران موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؑ، چاپ ۱۳۷۲ھ ش۔
- ۸۴۔ رجال الکشی، شیخ طوسی، مشهد ۱۳۴۸ھ ش۔
- ۸۵۔ رجال تاج العروس، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی، قاہرہ، ۱۳۸۰ھ ق۔
- ۸۶۔ روح الجنان و روح الجنان، ابو الفتوح رازی، مشهد، بنیاد پژوهشہای اسلامی ۱۳۷۵ھ ش۔
- ۸۷۔ ریاض الجن الشریعہ، شیخ ذبیح اللہ محلاتی، تہران۔
- ۸۸۔ ریاض الانساب و مجمع الاعتقاد، مظاہر حبیب پور، بمبئی، میرزا محمد خان ملک الکتاب، ۱۳۳۵ھ ش۔
- ۸۹۔ زندگانی چہارده معصومین۔
- ۹۰۔ زندگی سیاسی امام جوادؑ، جعفر مرتضیٰ عاملی۔
- ۹۱۔ زندگانی امام علی الہادیؑ، باقر شریف القرشی، ترجمہ سید حسن اسلامی۔
- ۹۲۔ سفیدہ البحار، شیخ عباس قتی۔
- ۹۳۔ صحیح مسلم۔

۹۴۔ علل الشرائع، شیخ صدوق، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، منشورات المکتبۃ الحیدریہ، نجف، و مطبعہا، ۱۳۵۷ھ ق۔

۹۵۔ سیرہ حلبی۔

۹۶۔ سیرہ امام رضاؑ، دکتر محمد صالحی و دیگران، دارالحدیثی چاپ ۱۳۸۴ھ ش۔

۹۷۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید۔

۹۸۔ علم اخلاق اسلامی، ترجمہ کتاب جامع السعادات، ملا مہدی نراقی، مترجم سید جلال الدین مجتہوی، تہران، انتشارات حکمت، ۱۳۷۷ھ ش۔

۹۹۔ عوالم، شیخ عبداللہ بن نور اللہ البحرانی، الاصفہانی، انتشارات مدرسۃ الامام المہدیؑ، قم، ۱۴۰۹ھ ق۔

۱۰۰۔ عیون اخبار الرضاؑ، شیخ صدوق، نجف، ۱۳۹۰ھ ق۔

۱۰۱۔ غرر الحکم و درر الکلم۔

۱۰۲۔ فروغی از کوثر، الیاس محمد بیگی، انتشارات زائر، آستانہ قدس قم، چاپ ۱۳۸۰ھ ش۔

۱۰۳۔ فرہنگ جامع نوین، دکتر محمد معین، تہران، ۱۳۶۰ھ ش۔

۱۰۴۔ فوائد السطین۔

۱۰۵۔ قاموس۔

۱۰۶۔ قاموس قرآن، سید علی اکبر قرشی، تہران، دارالکتب الاسلامیہ۔

۱۰۷۔ قرب الاسناد، عبداللہ بن جعفر حمیری، قم، ۱۴۱۳ھ ق۔

۱۰۸۔ قیام سادات علوی، علی اکبر تقی، تہران، چاپ ۱۳۳۱ھ ش۔

۱۰۹۔ کامل الزیارات، ابن قولویہ، نجف، چاپ ۱۳۵۶ھ ق۔

۱۱۰۔ کتاب الخصال، محمد بن علی بن بابوی قمی، قم، موسسہ نشر اسلامی، ۱۴۰۳ھ ق۔

۱۱۱۔ کریمہ اہلبیتؑ، علی اکبر مہدی پور، قم، نشر حاذق، چاپ ۱۳۸۰ھ ش۔

۱۱۲۔ کتاب سلیم بن قیس، سلیم بن قیس ہلالی، تحقیق، شیخ محمد باقر انصاری، قم، انتشارات الہادی،

چاپ ۱۳۸۲ھ ش۔

۱۱۳۔ کشف الاسرار، خواجہ عبداللہ انصاری، تہران، انتشارات امیرکبیر، چاپ ۱۳۷۶ھ ش۔

۱۱۴۔ کشف الغمہ، علی بن عیسیٰ اربلی۔

۱۱۵۔ کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، محمد بن یوسف لکنی الشافعی، تہران، دارالاحیاء

التراث اہل بیت، چاپ ۱۴۰۲ق۔

۱۱۶۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، محمد بن علی بن بابویہ قمی، تہران، دارالکتب الاسلامیہ، چاپ دوم

۱۳۹۵ھق۔

۱۱۷۔ کنز العمال، علی متقی ہندی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، چاپ اول ۱۴۱۹ھق۔

۱۱۸۔ لسان العرب، ابن منظور، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، چاپ اول ۱۴۰۸ق، ۱۹۸۸ء

۱۱۹۔ مجالس المؤمنین، قاضی نور اللہ شوستری۔

۱۲۰۔ مرآۃ العقول، محمد باقر نجاشی، قم، دارالکتب اسلامیہ، چاپ دوم ۱۳۸۰ھ ش۔

۱۲۱۔ مستدرک الصحیحین، ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری۔

۱۲۲۔ مستدرک رجال الحدیث، شیخ علی النمازی الشاہرودی، تہران، چاپ اول۔

۱۲۳۔ مستدرک سفینۃ البحار، شیخ علی النمازی الشاہرودی، تہران، قسم الدراسات الاسلامیہ فی

مؤسسۃ البعثۃ، چاپ ۱۴۰۹ق۔

۱۲۴۔ مسند الامام الرضا، الشیخ عزیز اللہ عطارودی، المؤتمر العالمی الامام الرضا، ۱۴۰۶ق۔

۱۲۵۔ مسند الامام الباقر، الشیخ عزیز اللہ عطارودی، قم، انتشارات عطارود، چاپ اول، ۱۳۸۱ق۔

۱۲۶۔ مسند الامام الجواد، الشیخ عزیز اللہ عطارودی، المؤتمر العالمی الامام الرضا، ۱۴۱۰ق۔

۱۲۷۔ مسند الامام الحجتی، الشیخ عزیز اللہ عطارودی، قم، انتشارات عطارود، چاپ اول، ۱۳۸۳ق۔

۱۲۸۔ مطالب السؤل، ابن طلحہ شافعی، تہران، ۱۴۷۵ق۔

۱۲۹۔ معانی الاخبار، محمد بن علی بن بابویہ قمی، شیخ صدوق۔

۱۳۰۔ مجمل الفاظ الاحادیث النبویہ، (ا۔ی) ونسک، لیدن، مکتبہ بریل، ۱۹۳۶م

۱۳۸۔ ینایح المودت، سلیمان بن ابراہیم

۱۳۹۔ اور دیگر کتب و رسائل، اخبارات و



۳۸۰

jabir.abbas@yahoo.com

